# تجلیاتِ عصمت

آیت اللہ سید محمد علی ابن الرضا خوانساری

Presented by Ziaraat.Com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

۷۸۶

۱۱۰_۹۲

یاصاحب الزّماں ادرکنیؒ

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

یا عباسؑ

DvD Version

# لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس

رضوان رضوی

## اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

NOT FOR COMMERCIAL

Presented by Ziaraat.Com

# تجلیاتِ عصمت

مؤلف

آیت اللہ سید محمد علی ابن الرضا خوانساری

مترجم

حجۃ الاسلام علامہ نثار احمد زین پوری

نظرثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن' ٹھوکر نیاز بیگ' لاہور

فون : 5425372

Presented by Ziaraat.Com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ


| | | |
|---|---|---|
| کتاب | : | تجلیاتِ عصمت |
| مؤلف | : | آیت اللہ سید محمد علی ابن الرضا خوانساری |
| مترجم | : | نثار احمد زین پوری |
| نظر ثانی | : | علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم |
| پروف ریڈنگ | : | معصومہ بتول جعفری ایم۔اے، اسد علی ڈار |
| فنی تعاون | : | زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری |
| تزئین | : | محمد عمران حیدر جعفری |
| کمپوزنگ | : | ایم۔ اعجاز احمد، احتشام اعجاز |
| اشاعت | : | اگست 2012ء |
| ہدیہ | : | 400 روپے |

ملنے کا پتہ

# اِدارہ مِنہاجُ الصّالِحِینؑ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252، 0301-4575120


Presented by Ziaraat.Com

# ترتیب


- پیش گفتار 8
- آیۃ اللہ الحاج سید محمد علی ابن الرضا خوانساری کا تعارف 12
- عقل 24

پہلی تقریر: فضیلت عقل 25

دوسری تقریر: کمالِ عقل کی علامتیں فضیلت عقل 31

تیسری تقریر: عقل شہوت و غضب کو اعتدال پر رکھتی ہے اور اس کے سبب حکمت پیدا ہوتی ہے 39

پہلی تقریر: علم الٰہی مکارم اخلاق اور بلند افکار کے ساتھ ہے 48

دوسری تقریر: تحصیل علم کی فضیلت، اس کا ثواب اور طالب علم کے فرائض 56

تیسری تقریر: علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت 66

- توحید 73

پہلی تقریر: ظہورِ حق تعالیٰ اور اس کے پوشیدہ ہونے کی علت 74

دوسری تقریر: آفاق کی نشانیاں ایک حکمت والے خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہیں 87

تیسری تقریر: خدا کی ذات کی معرفت کا ممکن نہ ہونا اور اس کی صفات کی معرفت کا امکان اور عبادت موحد کا وظیفہ 95

چوتھی تقریر: کائنات کے اجزا کا باہم ارتباط اس بات کی دلیل ہے اس کائنات کا کوئی صانع ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے 107

پانچویں تقریر: خدا کی صفات

خدا کے شایانِ شان نہ اس کی عبادت کی جا سکتی ہے اور نہ اس کا شکر ادا کیا جا سکتا ہے 117

چھٹی تقریر: آفاق و انفس کی آیتوں سے خدا کی معرفت اور یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے 131

ساتویں تقریر: انسان کا اصلی فریضہ یہ ہے کہ پہلے خدا کی معرفت حاصل کرے اور پھر اس کی عبادت کرے 139


Presented by Ziaraat.Com

آٹھویں تقریر: خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنا فطری ہے اور موجودات کا اس کی
تسبیح کرنا بھی فطری ہے 147
نویں تقریر: انسانیت کے کمال کا اولین مرتبہ معرفتِ خدا ہے 154
دسویں تقریر: خدا کی بہترین معرفت اس کی اعلیٰ ترین اطاعت اور خدا کے بارے میں
حُسنِ ظن عقل کا پتہ دیتا ہے 163
✲ نبوت 172
✲ نُبوّتِ عامّہ 173
پہلی تقریر: بشر کی زندگی کے لیے وجودِ انبیاءؑ اور قانونِ الٰہی ضروری ہے
روئے زمین پر حجتِ خدا کا وجود لازمی ہے۔ صفاتِ انبیاءؑ کی کیفیت 174
✲ نُبوّتِ خاصّہ 183
پہلی تقریر: بعثت کے وقت دنیا کی حالت اور پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے آثار 184
دوسری تقریر: بعثت کے وقت دنیا کی حالت اور پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے نجموں اور
کاہنوں کا آپؐ کی بعثت وظہور کی خبر دینا اور اس سلسلہ میں
انوشیرواں اور شاپور کی ملاقات وگفتگو آثار 188
تیسری تقریر: بعثت رسولؐ کے وقت دنیا کی ثقافت وادب اور اعتقاد کی حالت
آفتابِ رسالتؐ کے طلوع کے آثار 193
چوتھی تقریر: تبلیغ رسالت پر خدا نے انبیاءؑ سے عہد وپیمان لیا اور اسلام ایک جامع دین ہے 200
پانچویں تقریر: بعثت محمدؐ سے قبل اور اس کے بعد کے حالات
رسولؐ کی خصوصیات اور آپؐ کے محکم ومتین دستورات 210
✲ امامت 219
پہلی تقریر: امامت اُصولِ دین میں ہے
امام معصوم ہوتا ہے اور امامت خدا کی طرف سے ملتی ہے 220
دوسری تقریر: صادقین سے مراد اہل بیتؑ ہیں 229


Presented by Ziaraat.Com

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل و مناقب 229
تیسری تقریر: تحریک و انقلاب حسینی کا مقصد 246
چوتھی تقریر: مومنوں کے دل میں امام حسین علیہ السلام کی محبت ہونا فطری بات ہے 258
دین خدا کی بقا قیام حسین علیہ السلام سے ہے 258
پانچویں تقریر: امام زمانہ علیہ السلام کا وجود لازمی ہے 263
قرآن 279
پہلی تقریر: قرآن خالق و مخلوق کے درمیان مضبوط وسیلہ 280
اس میں تحریف نہیں ہو سکتی اور یہ رسولؐ اسلام کا معجزہ جاوید ہے 280
دوسری تقریر: اعجاز قرآن کے پہلو 290
کیا قرآن کی فصاحت کا اعجاز عربوں سے مخصوص ہے؟ 290
تیسری تقریر: فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے قرآن کا چیلنج اور دشمنوں کا اس
کا جواب لانے سے عاجز رہنا 298
معاد 308
پہلی تقریر: معاد جسمانی و روحانی 309
دوسری تقریر: معاد جسمانی و روحانی 314
عدالت 319
پہلی تقریر: حقیقی واعظ خدا اور رسولؐ اور اہل بیت اطہارؑ ہیں 320
موعظہ کے اثرات 320
دوسری تقریر: مکارم اخلاق اور لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی اہمیت 324
تیسری تقریر: مسجد کے فوائد 330
اختلاف کے معانی آمد و رفت بھی ہیں 330
چوتھی تقریر: طہارت و وضو خدا کے تقرب کا، عذاب سے امان کا، اور انسان کی
انانیت کو نابود کرنے کا باعث ہے 339

Presented by Ziaraat.Com

پانچویں تقریر: خواہش نفس، لمبی اُمیدیں اور وقت و عمر کو غنیمت سمجھنا 352

چھٹی تقریر: ممدوح دنیا اور مذموم دنیا 358

ساتویں تقریر: دعا، شکر، صبر اور استغفار 366

آٹھویں تقریر: خدا کی عبودیت و بندگی، دعا نیک اعمال کی جڑ، لوگوں کے لیے نیک خواہشات 380

نویں تقریر: عید فطر اور تقویٰ کی فضیلت 289

دسویں تقریر: تزکیۂ نفس اور پاک و پاکیزہ لوگوں کی نجات و کامیابی 295

گیارھویں تقریر: جسم و روح کے چھ حالات 411

بارھویں تقریر: خداوند عالم کی اپنے رسولؐ کو وصیت 420

تیرھویں تقریر: اجتماعی عبادت 428

چودھویں تقریر: رسولِ خدا کے کلام میں چار اہم ترین موعظے 434

پندرھویں تقریر: چار قیمتی گوہر

① عقل ② دین ③ حیا ④ عمل صالح 449

سولھویں تقریر: نعمت پر شکر، معصیت پر صبر 454

سترھویں تقریر: خاکساری، عفو اور بخشش 462

اٹھارھویں تقریر: بلاغت کے چشمے 467

انیسویں تقریر: سچائی و صداقت حقیقی نتیجے 476

بیسویں تقریر: عدل گستری بھی بعثتِ انبیاءؑ کا مقصد ہے 483


Presented by Ziaraat.Com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین

والصلاۃ والسلام علیٰ سیدنا و نبینا

# ابی القاسم محمدؐ

و علیٰ آلہ الطیبین الطاھرین المعصومین

و لعنۃ اللہ علیٰ اعدائھم اجمعین

من الآن الیٰ قیام یوم الدین

Presented by Ziaraat.Com

# پیش گفتار

ہم مدتوں سے اس فکر میں تھے کہ کیا اس زمانہ میں: کچھ ایسے افراد ہیں جو "کونوا دعاۃ الناس بغیر السنتکم"، "من اصبح ولم یھتم باموں المسلمین فلیس بمسلم"، "وبالاسحارھم یستغفرون" وغیرہ جیسے مضامین ومعانی کے مصداق ہوں؟

کیا ایسے لوگ موجود ہیں جو علم وتقویٰ اور پاک طینت میں "مُشَارٌ بِہا لبنان و مسلم بینَ الاقران" ہوں۔

ہم متوجہ ہوئے کہ ایسے افراد ہیں لیکن ہم انھیں نہیں پہچانتے اور شاید ان کو پہچاننے کی صلاحیت و استعداد نہیں رکھتے' کیوں کہ خداوند عالم "عالم الغیب والخفیات" ہے۔ وہی ہے جو افراد کی ذات سے آگاہ اور ہر شخص کے دل کی باتیں اور فکر سے باخبر ہے' مگر وہی رؤف و رحیم پروردگار جو ہمیں اس طرح کے امر کی ہدایت فرمائے۔

اس کے بعد ہم اس فکر میں تھے کہ کیا ہم نے کبھی معنوی اقدار کے سلسلہ میں سوچا ہے؟ کیا ہم نے اپنے وقت کا کوئی لحہ اس سلسلہ میں فکر کرنے کے لیے خرچ کیا ہے کہ اقدار کو کن معیار کے ساتھ تولا جاتا ہے؟ اور کس میزان کے ساتھ ان کا موازنہ کیا جاتا ہے؟

کبھی ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بعض افراد کی قدر واہمیت ان کاموں کے ذریعے معین ومشخص نہیں کی جاسکتی' کیوں کہ بعض کام اور آثار قدر واہمیت سے زیادہ بلند وبالا اور موازنہ کے قابل نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر ہم بعض مقامات پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں کتاب' فلاں تحریر اور فلاں اثر' فلاں کام اور دوسری تحریر کے ساتھ قابل موازنہ ہے اور ہم یہ طے کر لیتے ہیں کہ اس کی اتنی قدر وقیمت ہے لیکن کبھی مطلب اس کے برعکس ہوتا ہے اور اس کام کا اخلاص وکوشش اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ کوئی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا مگر یہ کہ وہ کام انجام دینے والا اقدار سے بلند وبالاتر ہو بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام معنوی اور بندگی کے مسائل اسی طرح کے ہیں خاص طور سے جو کام خلوص نیت سے انجام دیئے جاتے ہیں۔ ان کا اتنا اجر وثواب ہوتا ہے کہ جس کی

Presented by Ziaraat.Com

حد معین نہیں کی جاسکتی ہے۔

آخرکار یہ افکار و سوالات ہمارے ذہن میں تھے کہ خداوند عالم نے ایک مدت کے بعد ذوق و سلیقہ و ہنر سے پُر سرزمین خوانسار پر جانے کی توفیق عطا فرمائی تاکہ ہم اس شخصیت سے روشناس ہوں جو مندرجہ بالا تمام صفات کی مصداق ہے اور شاید اس سے کہیں زیادہ ہو۔ وہی شخصیت جس کے وجود نے ہمارے دین و دیانت، شخصیت اور موقعیت میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

یہ عظیم الشان شخصیت حضرت مستطاب آیۃ اللہ الحاج سید محمد علی ابن الرضا دامت برکاتہ کی ہے، جن کے علمی و عملی مراتب و ذاتی فضائل آپ کی ذات سے واقفیت رکھنے والے پر مخفی نہیں ہیں۔

کتاب ہذا اسی عالم ربانی کے بیانات کا کچھ حصہ ہے جو آپ نے حوزہ علمیہ حضرت ولی عصر (عج) خوانسار کے طلاب، اساتذہ یا مسئولین یا مختلف جگہ کے لوگوں کے درمیان مختلف مناسبتوں کے موقع پر بیان فرمائے ہیں۔

اگرچہ موصوف نے یہ مطالب انہی چند برسوں میں بیان فرمائے ہیں جب آپ بڑھاپے اور درد چشم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مطالعہ اور لکھنے پر قادر نہیں تھے۔ صرف آپ نے اپنے حافظہ سے استفادہ کیا یہاں تک کہ آپ نے اس وقت حوزہ میں درس دینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ بہرحال اس مجموعہ میں آیات و روایات اور بہت ہی سادہ نتائج ہیں اور مجمل اور پیچیدہ نہیں ہے درعین حال ایک دینی تعلیمات مختصر سا دورہ ہے اور بہت ہی مخلصانہ طور پر لکھا گیا ہے لہٰذا اس کی طباعت کے لیے قدم اٹھایا گیا۔

بنابریں ہمارے بہت زیادہ اصرار پر کہ ہم خود کو اس گراں قدر شخصیت اور آپ کے بیت معظم کا احسان مند سمجھتے ہیں۔ یہ طے پایا کہ حوزۂ علمیہ حضرت ولی عصر (عج) خوانسار کے کچھ فاضل طلاب اس مجموعہ کو حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید محمد ابن الرضا کی سرپرستی میں طبع کریں، بحمد للہ یہ کام آپ اور شیخ مصطفیٰ مؤذنی، سید محمد حسین کاظمی، شیخ مہدی شیر خدائی، شیخ حمید

Presented by Ziaraat.Com

خالو حاجی، شیخ غلام رضا بدرخانی اور خاص طور سے جناب سید مہدی کظیمی جیسے فاضل طلاب کی مدد سے یہ کام انجام پایا۔ ہم ان تمام حضرات اور اسی طرح اس مجموعہ کی طباعت اور نشر کرنے میں ہاتھ بٹانے والوں کے مشکور و ممنون ہیں۔

قارئین کرام مندرجہ ذیل نکات پر توجہ فرمائیں:

(۱) یہ مجموعہ کیسٹوں سے لکھا گیا ہے اور ہم نے اس مجموعہ کو گفتگو کے انداز سے تحریری انداز میں لانے کی کوشش کی ہے اور موصوف کے کلام سے خارج نہ ہونے کا بھی خیال رکھا ہے، لہٰذا کیسٹوں کو لکھنے، مضامین کے مدارک اور ضروری منابع و مآخذ تلاش کرنے میں کچھ جزئی تبدیلی ہوئی ہے اور امانت بالکل محفوظ رہنے کی وجہ سے تمام مطالب کو دوسری مرتبہ موصوف کے سامنے پڑھا گیا ہے۔

(۲) موصوف کے بیان کردہ مطالب جن کا حاشیہ میں ذکر کیا جانا ضروری تھا ان کو (م) کی نشانی یعنی متن کہہ کر لکھا گیا ہے۔

(۳) ممکن ہے کسی آیت یا روایت کی تکرار ہوئی ہو لیکن ان کی تکرار کی وجہ وہ نکات ہیں جو بحثوں میں غور و فکر کرنے سے سمجھ میں آتے ہیں۔

(۴) اس مجموعہ میں آنے والے اشعار سے صرف شاہد مثال یا مطلب کی وضاحت کرنے کے لیے استفادہ کیا گیا ہے اور جس طرح موصوف نے اس نکتہ پر زور دیا ہے، ان اشعار سے کسی بھی طرح سے اس شاعر کی تائید یا تکذیب یا اس کے تمام اشعار کی تائید یا تکذیب مراد نہیں ہے۔

(۵) آیات، روایات یا بعض اشعار کا آزاد ترجمہ کیا گیا ہے جو موصوف نے ان بحثوں کو بیان کرتے وقت کیا تھا لہٰذا بعض ترجموں کے تحت اللفظی نہ ہونے کا امکان ہے۔

(۶) جن بعض روایات یا آیات کا موصوف نے ترجمہ نہیں کیا ہے ان کے ترجمہ سے صرف نظر کیا گیا ہے۔

(۷) اس مجموعہ کی ایک خصوصیت یہ ہے: اس مجموعہ میں ہر علمی پیچیدہ اصطلاح سے اجتناب

Presented by Ziaraat.Com

کیا گیا ہے یہ وہی قرآن کریم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی روایات کا طریقہ کار ہے کہ وہ نورانی نصوص بھی پیچیدہ اصطلاحوں سے خالی ہیں اور عام زبان میں بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت آیۃ اللہ ابن الرضا نے بھی اس ظریف و دقیق نکتہ کی طرف بھرپور توجہ دیتے ہوئے یہ مطالب بیان فرمائے ہیں۔

......❋......

Presented by Ziaraat.Com

# آیۃ اللہ الحاج سید محمد علی ابن الرضا خوانساری کا تعارف

## ازقلم علامہ جلیل سید عبدالستار حسنی

الحمدللّٰہ الذی جعل العلماء ورثۃ الانبیاء وجعل مداد اقلامھم افضل من دماء الشھداء وبوّأھم اسنی الدرجات بما حبا ھم بہ من فیوضاتہ القدسیۃ اسمی المواھب والملکات ثم الصلاۃ والسلام علی فخرالکائنات و سید المخلوقات سیدنا و نبینا ابی القاسم محمد بن عبداللّٰہ الذی ختم برسالتہ و نبوّتہ دیوان الرسالات و النبوات و آلہ و عترتہ المعصومین مشاکی انوار الحق فی اللیالی المدلھمّات

امابعد! امام المتقین سید بلغا اور متکلمین، جن کا کلام خالق کائنات کے کلام سے کم اور مخلوق کے کلام سے بلند و برتر ہے، ہمارے مولا امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قیمۃ کل امرئٍ ما یحسنہ

"ہر انسان کی قدر و قیمت وہی نیکیاں (اچھائیاں) ہیں جو اس میں پائی جاتی ہیں" (نہج البلاغہ، کلمات قصار ۸۱)۔

یہ مختصر سا جملہ اپنی ظاہری شکل میں بہت بلند و بالا ہے جو بیان و تفسیر کے استاد بزرگ، علم ادب کے ماہر لغت و عرب اور نقد و ادب کے بے نظیر استاد حضرت علی علیہ السلام سے مخالفت کے باوجود ابوعثمان جاحظ کہ اس گفتگو کی شرح میں اس طرح مدح سرائی کرنے میں بالا ترین و بااہمیت ترین گفتگو کی ہے جو جامع اور مانع ہے۔ ہر مذہب نے اس جملہ کی قیمت اور اس کے بیش قیمتی ہونے کو بیان کیا کہ یہ ایسا جامع اور مانع کلمہ ہے جس کی کوئی قیمت نہیں لگا سکتا ہے۔

اس چیز میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ باعمل علماء ہی احسان کے واضح مصادیق ہیں لہذا

Presented by Ziaraat.Com

علما ہی اُمت کے ہادی ہیں۔ جب راستے اور آرا مختلف ہوں تو یہی علما شریعت کی عزت اور بندوں کے درمیان اللہ کے احکام کو قائم کرنے کے لیے محفوظ دلیلیں بیان کرنے والے ہیں۔ اگر علما نہ ہوتے تو مخلوقِ ضلالت و گم راہی میں غرق ہو جاتی۔ نظام تمدن کا خاتمہ ہو جاتا' لوگ شریعت حقہ کو بدل ڈالتے' حالاں کہ انسان ہی تکریم و تعظیم کا سب سے زیادہ حق دار ہے اور کیسے نہ ہو جب کہ اسی نے نوع انسانی کے فائدے کے لیے مختلف علوم و معارف الٰہیہ کی بنیادیں رکھیں اور ان بہترین فائدہ مند آثار اور کتابوں کو چھوڑا۔ جن کو ایک عالم دارِ فانی سے دارِ بقا کو لبیک کہتے وقت چھوڑ کر جاتا ہے:

تلك آثارنا تدلّ علينا

فانظروا بعدنا الى الآثار

اس بات پر ہر دور اور ہر مقام میں عقلا کا اجماع ہے کہ علم کا شرف اس کے موضوع سے ہوتا ہے' کسی بھی مسلمان انسان کے نفس میں یہ مطلب خطور نہیں کرتا کہ موضوع توحید اور تمام اُصول جن پر دینِ حنیف قائم ہے۔ یہ اشرف موضوعات ہے جن پر دین اسلامی حنیف کے حقائق مرکوز ہوتے ہیں۔ اُن ہی سے دوسرے حقائق حقہ منشعب ہوتے ہیں۔ اسی میدان میں شیعہ امامیہ علما (کہ خدا ان کی دلیل و برہان کو روشن کرے) سب سے مقدم ہیں' جس طرح دوسرے علوم میں اپنے مبارک ہاتھوں سے قلم فرسائی کی ہے اور یہ گواہی کے لیے کافی ہے اور جو کچھ کتابوں اور تالیفات میں موجود ہے۔ جس کو دیکھ کر محققین اور اہل وقت قدیم و جدید آثار میں تحقیق و جستجو کرتے رہے ہیں' سب سے پہلے شیعہ علمائے امامیہ مؤلفین کے اسما کو جمع کرنے والے شیخ الطائفہ شیخ طوسی (متولد ۴۶۰ھ) ہیں جنھوں نے اپنی کتاب "فہرست" نامی مشہور کتاب میں یہ کارنامہ انجام دیا۔ آپ کے بعد پھر اس موضوع کے متعلق متعدد مصنفین نے کتابیں تحریر کیں یہاں تک کہ سب سے بزرگ محقق آیۃ اللہ شیخ بزرگ تہرانی (متولد ۱۳۸۹ھ) نے "الذریعه الیٰ تصانیف الشیعه" نام کی بیس (۲۰) سے زیادہ جلدوں میں ضخیم کتاب لکھی اس کے باوجود اس میں مختلف فنون میں شیعہ علما نے جو لکھا ہے اس کو قلم بند نہ کر سکے۔

Presented by Ziaraat.Com

آج ایک بزرگ عالم دین' نیک کردار آیۃ اللہ شریف الحاج سید محمد علی موسوی نقوی ہیں جو اپنے خاندان کی طرح ابن الرضا کے نام سے مشہور و معروف ہیں (خدا آپ کو طول عمر عطا فرمائے اور ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے) جنھوں نے ایک انوکھے نہج پر کتاب لکھ کر مکتب اسلامی کی مدد کی۔ یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے جس کے باب بڑے نظم و نسق کے ساتھ ہیں' جس میں بہت آزاد اور تحقیق کے ساتھ دلائل بیان کیے گئے ہیں جس کا نام اس کے مطالب کے مطابق ہے جس کو "انوار الهدایة الساطعة" کہا جاتا ہے توفیق الٰہی کی بنیاد پر اس میں واضح دلیلیں اور بولتے شواہد ہیں:

ف (انوار الهداية) منه ضاء ت

بها الآفاق و انجاب الظّلام

وحسب (ابن الرضا) الزاكي كتاب

بنشر فصوله تُهدى الانام

دو دفتیوں کے درمیان اس عظیم کتاب میں الٰہی معارف اور اعتقادی اُصول کے سلسلہ میں عمدہ مطالب تحریر کیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں مؤلف نے شیخ کلینی رضوان اللہ علیہ کے کتاب (الکافی) کے طریقہ کو اپنایا ہے پہلے عقل' علم اور توحید کے باب کو لکھا' اس کے بعد نبوت' امامت اور قیامت کے باب کو تحریر کیا۔ جیسا کہ آپ نے قرآن کریم کے فضائل' اس کے معجزہ ہونے کے دلائل جو اس کے اللہ کا کلام ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان کو بیان کیا۔ خود قرآن فرماتا ہے:

لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْم بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَ مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (سورۂ حم سجدہ' آیت ۴۲)

اس میں اخلاقی مسائل اور جملہ اسلامی آداب کو اچھے طریقے اور واضح عبارتوں میں تحریر کیا جن میں قرآن عزیز اور احادیث معصومین کا طریقہ اختیار کیا۔ فلسفی اور کلامی پیچیدہ اصطلاحیں بیان کرنے سے اجتناب کیا۔ یہ ربانی افاضات اور الطاف لدنی ہے جو اخلاص' صدق

Presented by Ziaraat.Com

نیت اور جنت کے رسیدہ ثمرات میں سے ہے۔

یہ نفیس و بیش بہا کتاب پہلی مرتبہ فارسی میں طبع ہوئی پھر اس کے ترجمہ کی ذمہ داری برادر عزیز فاضل جلیل کاتب معروف اور صاحب تصانیف استاد عباس موسوی (سید کمال) دام ظلہ کے سپرد کی گئی' جنھوں نے بڑی پاک طینت کے ساتھ اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا' جو بڑی ہی مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ پھر دین و مذہب کے خادم اور علوم و معارف کے خزانوں کو نشر کرنے والے استاد حاجی محمد تقی انصاریان نے اس کی طباعت کا کام انجام دیا (یہ مطلب کتاب ضیاء الابصار ج ۳، ص ۴۰۶ میں بیان ہوا ہے) تا کہ برادران اس سے استفادہ کریں اور گذشتہ زبان میں اس کا مطالعہ کرنے والے بھائیوں کے ایمان و عقیدہ میں ان کے شریک ہو سکیں۔

مجھے خبر ملی ہے کہ عنقریب اس کتاب کا اُردو اور دوسری مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جائے گا۔ انشاء اللہ' خداوند عالم اس کام میں ہاتھ بٹانے والوں کو کامیاب و کامران فرمائے۔ وہ اس سے استفادہ کریں' ان کے دلوں کو اسلام و مسلمین کی خدمت سے سرشار کرے' بے شک وہی ان کا ولی اور قادر ہے۔

......✺......

اب بنیادی گفتگو کے بعد فوراً (اختصار کے پیش نظر) سید جلیل صاحب کتاب کے کچھ حالات بیان کرتے ہیں:

## سلسلۂ نسب

علامہ کبیر' مجاہد' عالم باعمل کے نمونہ جناب سید محمد علی کے فرزند فقیہ اکبر آیۃ اللہ سید محمود ابن عالم فاضل سید محمود ابن حاج سید حسن ابن حاج سید میر جعفر ابن سید محمد علی ابن سید کمال رضوی النقوی ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب دسویں امام علی نقی علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

موصوف کا خاندان' بافضیلت اور علمی گھرانوں میں سے ہے جو قصبہ خوانسار میں مقیم ہے۔ جس کی نسبت فقیہ کبیر سید محمود ابن سید محمود رضوی نقوی خوانساری تک ہوتی ہے۔ ان کو ابن الرضا کا لقب دیا جاتا ہے۔ اس لقب کا سبب موصوف کے فرزند علامہ کبیر محقق جلیل آیۃ اللہ سید

Presented by Ziaraat.Com

مہدی ابن الرضا دامت برکاتہ نے اپنی بیش بہا کتاب "ضیاء الابصار فی ترجمۃ علما خوانسار" میں بیان کیا ہے۔ موصوف کے والد بزرگ وار سید محمود کی سوانح حیات میں یوں بیان ہوا ہے:

"ہمارے دادا علامہ اور علامہ مرزا محمد علی حکیم الٰہی کے درمیان' ان کی طالب علمی کے دوران اصفہان کے ایک مدرسہ میں زبانی مشاجرہ ہوا' تو ہمارے جد علامہ سید محمود رضوی کی شان میں گستاخی کی گئی۔ حکیم الٰہی نے خواب میں دیکھا کہ ثامن الحجج ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام ایک جگہ پر تشریف فرما ہیں' لوگ آپؑ کی خدمت میں جا رہے ہیں اور اپنی اپنی حاجتیں بیان کر رہے ہیں۔ جب انھوں نے آپؑ سے سوال کرنے کا ارادہ کیا تو امامؑ نے ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی اور آپؑ نے متعدد مرتبہ اپنا منہ پھرایا جب آپؑ سے روگردانی کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

انت الذی آذیت ابنی

"تم نے میرے بیٹے کو تکلیف دی ہے"۔

وہ نیند سے بیدار ہوئے اتنی آواز سے گریہ کیا کہ ان کی چیخ و پکار سے ان کے حجرے والے بیدار ہو گئے پھر وہ اسی حالت میں روتے پیٹتے ہمارے جد کے کمرے کے پاس اس عالم میں پہنچے کہ اس مدرسہ کے تمام طلبہ ان کی چیخ و پکار سے بیدار ہو چکے تھے۔ ہمارے جد (ابن الرضا) سے مخاطب ہوئے اور متعدد مرتبہ: (یا بن الرضاؑ) یا بن الرضاؑ کہہ کر پکارا۔ جس کے بعد سے ہمارے جد اسی لقب سے مشہور و معروف ہو گئے (ضیاء الابصار ج۲، ص۴۷۰)۔

## خوانساری

یہ خوانسار شہر سے منسوب ہے۔ یہ ایسا شہر ہے جس میں شیعہ اور اہل بیت اطہارؑ کی محبت کا دم بھرنے والے افراد زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس شہر میں متعدد علمائے اعلام' مراجع عظام' مؤرخین' خطیب' واعظ' مؤلفین' شعراء' کاتب اور مختلف فنوں میں مہارت رکھنے والے پیدا ہوئے ہیں۔ کبھی اس شہر کو (خوانسار)' (خُنسار)' (خَنسار) اور (خانیسار) بھی کہا جاتا تھا۔ یہ شہر چوتھی صدی ہجری کے بعد وجود میں آیا (ضیاء الابصار ج۱، ص۱۵)۔

Presented by Ziaraat.Com

## ولادت، پرورش اور تعلیم

آپ شہر خوانسار (جس میں مخلص اور نیک افراد زندگی بسر کرتے ہیں) (ضیاء الابصار ج۱، ص۷) میں ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ علم وتقویٰ اور بافضیلت گھر میں جوان ہوئے۔ آپ کے والد بزرگ وار نے بھرپور توجہ دی۔ گذشتہ صالح علمائے اعلام عظیم سادات کے طریقہ پر آپ کو تعلیم وتربیت دی۔ آپ نے بھرپور عنفوان شباب میں ابتدائی تعلیم تمام کی اور کچھ سطح کے دروس بھی اپنے پدر بزرگ وار اور برادر عزیز علامہ سید رضا سے حاصل کیے۔ جن کا انتقال آپ کے والد بزرگ وار کی زندگی میں ہی ۱۳۴۴ھ میں ہو گیا تھا۔ اسی طرح موصوف نے آخوند مولیٰ محمد حسن شاکریان، حاج مرزا یوسف مہدویانی، حاج مرزا عبدالجواد موسوی سے بھی کسب فیض کیا ہے۔ اس کے بعد موصوف علمی مدارج کی ترقی کے لیے قم تشریف لے گئے۔ وہاں پر موصوف نے علمائے اعلام اور مدرسین کے درمیان رہ کر عالی سطح کے بقیہ مرحلے اور کچھ مقدار میں علم بیان ومعانی مندرجہ ذیل علما سے پڑھا۔ حاجی مرزا محمد علی الادیب تہرانی، حاجی سید محمد رضا موسوی گلپایگانی اور سید شہاب الدین مرعشی نجفی اعلی اللہ مقامہم اس مرحلہ کو طے کرنے کے بعد موصوف نے اپنے دروس کی مزید تکمیل کے لیے آیۃ اللہ حاجی سید محمد تقی موسوی خوانساری اور حاجی شیخ عبدالکریم حائری یزدی جنھوں نے شہر مقدس قم میں عظیم حوزہ علمیہ کی بنیاد رکھی، کے دروس میں شرکت کی اور اس وقت قم اور خوانسار میں حکومت اور مراجع کی طرف سے برقرار کیے جانے والے امتحانات میں شریک ہوئے اور ان میں امتیازی حیثیت حاصل کی (ضیاء الابصار ج۳، ص۲۱۱)۔

ہمیں خوانسار کے ایک عالم دین نے بتایا ہے: بانی حوزہ شیخ حائری کے حوزہ علمیہ میں تدریس اور اشراف کے زمانہ میں حوزہ علمیہ میں مدرسین کے انتخاب کی غرض سے امتحان لیا گیا جس میں بارہ افراد کا انتخاب کیا گیا اور ان میں پانچویں پوزیشن حاصل کرنے والے خود موصوف ہی تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

## آپ کی خوانسار واپسی

جب موصوف علم وفضل میں ترقی کے مراحل طے اور اپنے اساتذہ سے کسب فیض کر چکے تو آپ ۱۳۵۶ھ میں اپنے وطن واپس پلٹ آئے۔ آپ اپنی طبیعت کی کم زوری اور والد بزرگ وار کی مسجد میں امامت، لوگوں کو وعظ و نصیحت، ان کی حاجت روائی، معاشرتی اور تعمیراتی خدمتیں جیسے مسجدیں، اسپتال، حمام اور حوزۂ علمیہ وغیرہ بنانے جیسے فرائض انجام دینے کی غرض سے واپس آئے (ضیاء الابصار ج۳، ص ۲۱۱)۔

جس سال موصوف اپنے وطن واپس پلٹے اسی سال موصوف کے استاد بزرگ وار علامہ حائری اعلی اللہ مقامہ نے داعی اجل کو لبیک کہا، جس سے حوزہ میں ایک خلا پیدا ہو گیا۔

حوزۂ علمیہ خوانسار کی بنیاد (حوزہ ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) آیۃ اللہ سید مہدی کے بیٹے نے سب سے اہم کام آیۃ اللہ سید الفقہا والمجتہدین حاجی سید احمد موسوی خوانساری کے حکم سے حوزہ علمیہ خوانسار کی بنیاد رکھ کر انجام دیا۔ یہاں تک کہ آپ کی ذات سے یہ مدرسہ دینی مدارس اور حوزوں میں ایک اعلیٰ اور اکمل نمونہ قرار پایا۔ اس حوزہ کے امتیازات پر روشنی ڈالنے کے لیے ایک وسیع وقت کی ضرورت ہے۔

مندرجہ ذیل مراجع کرام نے موصوف کی مطلق اور عام تولیت کا اقرار کیا ہے: آیۃ اللہ سید احمد خوانساری، آیۃ اللہ سید خوئی، آیۃ اللہ سید خمینی، آیۃ اللہ سید محمد رضا گلپایگانی اور آیۃ اللہ شیخ محمد علی اراکی اعلی اللہ مقامہم۔

## بعض خصوصیات و امتیازات

موصوف نورانی چہرے اور طویل القامت انسان ہیں۔ آپ کی ریش مبارک سے ایمان اور تقویٰ کے آثار نمایاں تھے۔ حالاں کہ آپ کم زور بدن اور بڑھاپے کی وجہ سے ۹۶ سال کی عمر تک پہنچ گئے۔

موصوف اس عمر میں بھی ہمیشہ نوافل، سنت اور مستحب نمازیں اور مندوبات انجام دیتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

و اذا حلت الھدایة قلبا

نشطت للعبادة الاعضاء

خداوند عالم نے موصوف کو قوت خطابت' صحیح و سالم ذہن اور قدیم خطبوں کو حفظ کرنے کی طاقت عطا کی تھی۔ ہم خود اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جب شعبان ۱۴۲۷ھ میں آپ کے دولت کدہ پر موصوف سے ملاقات کے لیے گئے تو آپ نے مجھے اپنی جوانی کے زمانہ میں حفظ کیے ہوئے متقدمین افراد کے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی مدح و ثنا میں کہے گئے اشعار سنائے' جن کو ابن ابی الحدید معتزلی شارح نہج البلاغہ اور شیخ کاظم ازری بغدادی وغیرہ نے امیرالمومنین علیہ السلام کی مدح میں لکھا تھا۔

## آپ کے علمی آثار

موصوف نے اُصول' فقہ اور تفسیر کی بحثوں میں مشغول ہونے کے باوجود کچھ قیمتی کتابیں تصحیح و کتابت فرمائی' جن کو موصوف کے فرزند سید مہدی ابن الرضا نے اپنے والد بزرگوار کی عمدہ کتاب (ضیاء الابصار) (ضیاء الابصار ج ۳، ص ۲۱۹) میں سوانح حیات کے ضمن میں تحریر کیا ہے کہ موصوف نے اپنی عمر کے آغاز میں کتابیں لکھیں اور بعض کتابوں کی نسخہ برداری کی ہیں جن میں بعض مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ ہیں چناں چہ جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

کتاب (الھیئتہ والاسلام) آیۃ اللہ سید ھبۃ الدین حسینی شہرستانی۔

کتاب (فلسفۃ الانسان) علی اکبر ہزار جریبی حائری زادہ (الافصاح) شیخ مفید۔

(القرآن والعلوم العصریۃ او معجزات القرآن العشرین) جس کو عبدالحلیم نے جامعہ ازہر کے لیے جمع کیا۔ یہ (۱۳۴۷ھ) میں تھا۔

موصوف نے متعدد علوم اور مختلف فنون میں تاریخ' تفسیر' حدیث وغیرہ سے متعدد نمونے کتابوں کی شکل میں مرقوم کیے ہیں۔ کاپیوں میں متعدد فارسی اور عربی اشعار جمع کیے ہیں جواب بھی موجود ہیں۔ کچھ وہ خطبے اور تقریریں جو آپ نے گھر میں سورۂ حجرات اور سورۂ لقمان کی تفسیر کے سلسلہ میں بیان کیے ہیں وہ بھی موجود ہیں۔ آنکھوں کی بصارت چلے جانے کے بعد

Presented by Ziaraat.Com

موصوف اپنے حافظہ سے لوگوں کو فیض یاب کرتے رہتے ہیں۔

موصوف کی سب سے عمدہ اور عظیم کتاب یہی "انوار الھدایۃ الساطعہ" ہے جو آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے اس میں عمدہ اور بلند و بالا مطالب ہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک اور سینوں کو کشادہ کرتے ہیں۔

## روایت اور اُمورِ حسبیہ کے اجازے

جب موصوف خداوند عالم کے عطا کردہ علم اور اپنے عمل صالح سے لوگوں کو فیض یاب کرنے لگے تو آپ کے اساتذہ مراجع دین اور آئمہ مجتہدین نے آپ کو احادیث اور اُمورِ حسبیہ کے لیے اجازے عطا کیے ہیں' جن میں سے بہت سے اجازے آپ کو عنفوان شباب میں ہی دے دیے گئے تھے۔ جب آپ ۱۹ سال کے تھے تو آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن موسوی اصفہانی اور آیۃ اللہ العظمیٰ محمد حسین نائینی قدس سرہما نے اجازے دیے۔ اسی طرح مندرجہ ذیل علمائے کرام و آیاتِ عظام نے اجازے دیے۔ آیۃ العظمیٰ سید محمد تقی خوانساری' آیۃ اللہ العظمیٰ سید آقا حسین طباطبائی بروجردی' آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی' آیۃ اللہ العظمیٰ سید جمال الدین گلپایگانی' آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابراہیم شیرازی اصطہباناتی اور آیۃ اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفی' مرجع کبیر آیۃ اللہ العظمیٰ سید احمد خوانساری نے آپ کو خوانسار میں حوزۂ علمیہ قائم کرنے کے لیے مطلق وکالت دی۔ اس کے بعد بیان کیے گئے تمام مراجع کرام نے اس پر دستخط کیے۔

## روایت کرنے والے

موصوف سے بہت سے افراد نے روایت کی ہے جن میں سے موصوف کا زندگی نامہ لکھنے والے عبدالستار حسنی عفی عنہ ہیں۔

## آپ کی نسل

موصوف نے اپنے بعد اپنے فرزند آیۃ اللہ محقق کبیر سید مہدی کو چھوڑا جن پر علمائے خوانسار فخر کرتے ہیں۔ انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے کتاب "ضیاء الابصار فی

Presented by Ziaraat.Com

تراجم علما خوانسار" ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ سید بزرگ وار مؤلف نے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی مگر یہ اس میں اپنی عمدہ تحقیقات' تصحیح اور دقیق نکات کو جمع کر دیا ہے۔

کتاب مذکور میں ایک ایسی علامت ونشانی پائی جاتی ہے جو اپنے محکم طریقہ کی واحد مثال ہے اور ابواب کے اعتبار سے جامع ہے جب کہ قدیم آثار وکتب میں ایسا نہیں ہے۔ ہم اس نفیس وعمدہ کتاب کے خصوصیات کے بیان کو دوسرے وقت کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ انشاء اللہ! سید مہدی کی تواضع اور انکساری کا یہ عالم ہے کہ موصوف نے اپنی شہرت اور فخر و مباہات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپ نے بذاتِ خود اس کتاب کو نہیں لکھا حالاں کہ آپ ہی نے سب سے پہلے اس کتاب کے تحریر کرنے کے لیے قدم اُٹھایا اور آپ ہی اس کے لیے نمونہ قرار پائے۔ اگر آپ عظیم علما کی طرح ایسا کرتے کہ جنھوں نے اپنی تراجم اور فہارس رجال کو خود مدون کیا ہے تو بذاتِ خود متقدمین میں شیخ الطائفہ کی طرح خود فہرست شیخ اور متاخرین میں سید محسن امین حسینی عاملی کی طرح اعیان الشیعہ تالیف کرتے۔

ہم نے مؤلف بزرگ وار آیۃ اللہ سید مہدی سے اس کتاب کے بذاتِ خود نہ لکھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے بڑی تواضع وانکساری کے ساتھ جواب دیا: میں اس کا مستحق ہی نہیں ہوں یا اس کے مانند کوئی اور جملہ فرمایا۔ یہ باعمل علما کی فطرت و جبلت ہے جو وہ گذشتہ علما کی کتابوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ آیۃ اللہ کے والد بزرگ وار بھی حوزہ علمیہ خوانسار کی تاسیس میں شریک ہوئے' آپ حوزہ علمیہ کی بنیاد کو مستحکم ومضبوط کرنے اور اس کے اہم رکن کے دوسرے فرد ہیں۔

سید مہدی کے تین فرزند ہیں جو سب کے سب علمائے اعلام میں سے ہیں:

(۱) علامہ کبیر فقیہ محقق استاد سید محمد دامت برکاتہٗ مدرس حوزۂ علمیہ: آپ کا علم فقہ' اُصول اور تفسیر میں بڑا رعب ودبدبہ ہے۔ آپ کی متعدد کتابیں ہیں جن میں سے کچھ تو شائع ہو چکی ہیں اور کچھ شائع نہیں ہوئی ہیں (ضیاء الابصار ج۳، ص۲۳۴)۔

(۲) علامہ استاد سید محسن دامت برکاتہٗ مدرس حوزۂ علمیہ: آپ کی بھی کتابیں اور تحقیقات

Presented by Ziaraat.Com

موجود ہیں (ضیاء الابصار ج ۳، ص ۱۹۰)۔

(۲) علامہ حجت استاد سید جواد دامت برکاتہٗ مدرس حوزۂ علمیہ: آپ کی بھی کتابیں اور تحقیقات موجود ہیں۔

## آپ کے سلسلہ میں مجتہدین اور علمائے اُمت کے اقوال

ایک کتاب میں سادات بشر صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے وارد ہوا ہے: "السنة الخلق اقلام الحق"۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ زبانیں اُمت کے علما اور آئمہ علیہم السلام کے نواب کی زبانی ہیں؟

سید محمد علی ابن الرضا دام ظلہ کے سلسلہ میں عظیم شہادتیں ہیں۔ ان کے متعلق یہ جملہ بڑے بڑے مراجع کرام ان کے فضل وشرف اور ان کے علمی درجہ کو بلند کرنے کے لیے کہا ہے۔

آپ کے متعلق مرجع دینی کبیر آیۃ اللہ حاجی سید محمد تقی خوانساری نے فرمایا ہے:

(......سید فاضل جلیل، عالم کامل، نیک طینت، صاحب علم وفضیلت، ثقہ زکی، سید محمد علی خوانساری دامت برکاتہ جو ابن الرضا کے نام سے سے مشہور ہیں۔ آپ نے اپنی عمر کے عنفوان شباب کے چند سال علوم فقہ اور اُصول کے حاصل کرنے میں صرف کیے۔ یہاں تک کہ محمد علی، علم تقویٰ اور دیانت میں بلند درجہ پر فائز ہو گئے) جیسا کہ سید خوانساری کے اجازے میں سید موصوف کے مطبوعہ اجازے میں کتاب "ضیاء الابصار" میں آیا ہے۔

فقیہ کبیر آیۃ اللہ سید جمال الدین گلپایگانی نے موصوف کے اجازے میں یوں تحریر کیا ہے: اہل خوانسار کے لیے اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے ان کے اخلاق شریفہ سے مدد لینا سزاوار ومناسب ہے۔ ایک مرجع بزرگ کا کہنا ہے: سید ابن الرضا انسانوں کے لیے برکت ہیں اور یہ صرف اہل خوانسار سے ہی مخصوص نہیں ہیں۔

ایک اور عظیم مرجع ومجتہد نے کہا ہے: بے شک سید ابن الرضا انسانی صورت کا ملاک و معیار ہیں۔

ان کے علاوہ سید ابومہدی دامت برکاتہ کی شان والا میں متعدد کلمات موجود ہیں۔ نبی

Presented by Ziaraat.Com

اکرمؐ کا فرمان ہے:

اذا مات ابن آدم انقطع عمله الاّ من ثلاث: صدقة الجارية' أو علم ينتفع به' أو ولد صالح يدعوله

"جب انسان مر جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے: صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے استفادہ کیا جاتا رہے اور صالح بیٹا جو اس کے لیے دعا کرتا رہے۔"

اللہ نے تینوں باتیں سید بزرگ وار میں جمع فرمائی ہیں۔ خدا انھیں طول عمر عطا فرمائے ان کو صحت وسلامتی دے' الحمدللہ رب العالمین!

موصوف کے یہ حالات علم اور علمائے دین کے خادم عبدالستار حسنی عفی عنہ نے شوال ۱۴۲۷ھ میں قلم بند کیے ہیں۔

......✷......

Presented by Ziaraat.Com

# عقل

Presented by Ziaraat.Com

......*......

# پہلی تقریر

## فضیلت عقل

عقل کی وجہ سے انسان کو تکلیف دی گئی ہے
فرشتوں نے انسان کو اسی لیے سجدہ کیا ہے کہ اس کے پیکر میں عقل تھی
عقل علم کی طرف دعوت دیتی ہے

......*......

Presented by Ziaraat.Com

عن ابی جعفر و ابی عبداللّٰہ علیہما السلام قالا:

لمّا خلق اللّٰہُ العقلَ استنطقہ، ثمّ قال لہ: أقبل، فاقبل، ثم قال لہ: أدبر، فأدبر، ثم قال: و عزّتی و جلالی ما خلقتُ خَلقاً ھو احبُّ إلیَّ منك و لا أکملتُكَ إلّا فیمن أُحبّ، اَمَا انّی ایّاكَ آمُرُ و ایّاكَ اَنھیٰ و ایّاكَ أُعاقبُ و ایّاكَ أُثیبُ

"جب خدا نے عقل کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا: آگے آ! وہ آگے آئی، پھر فرمایا: پیچھے جا تو وہ پیچھے ہٹ گئی پھر فرمایا: قسم ہے مجھے میری عزت و جلال کی، میں نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہو اور میں نے تجھے اسی شخص کے اندر کامل کیا ہے جو مجھے زیادہ عزیز اور زیادہ محبوب ہے۔ میں تیرے سبب حکم دیتا ہوں اور تیرے ہی واسطہ سے روکتا ہوں اور تیری ہی بنا پر عذاب دیتا ہوں اور تیرے باعث ثواب دیتا ہوں (کافی، ج۱، ص۱۰/ بحارالانوار، ج۱، ص۹۶)۔

خداوند عالم نے انسان کو جو عظیم ترین نعمت عطا کی ہے اور اسے شرافت و فضیلت کا جو اعلیٰ ترین سبب بخشا ہے وہ عقل ہے۔ عقل وہ گراں قیمت گوہر ہے جو انسان کے وجود میں قرار دیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے وہ اچھے بُرے میں تمیز کرے اور خوب و بد کو پہچانے۔

اس روایت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کو عقل کی ہی بنا پر تکلیف دی گئی ہے اور اسی کے سبب خدا انسان کو بعض چیزوں کا حکم دیتا ہے اور بعض چیزوں سے روکتا ہے اور اسی کے باعث اسے عذاب و ثواب دیتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا

Presented by Ziaraat.Com

جَهُوْلًا (احزاب آیت ۷۲)

"ہم نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں کے سامنے امانت (بار تکلیف) کو پیش کیا لیکن انھوں نے اس بار امانت (بار تکلیف) کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ نہ آسمان نے تکلیف کو منظور کیا نہ زمین اور پہاڑوں نے ہاں! انسان نے بار تکلیف کو اپنے دوش پر اُٹھا لیا۔"

انسان نے اپنے دوش پر بار امانت کو اُٹھا لیا اس کی وجہ کیا ہے؟ انسان کے اندر ایسی خون سی خوبی تھی کہ جس کی بنا پر انسان نے اس بار تکلیف کو اُٹھا لیا؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کی جو بھی عظمت وفضیلت ہے وہ اس کی عقل ہی کی بنا پر ہے۔ عقل ہی کے سبب اس نے خدا کی امانت کا بار اُٹھایا ہے:

عقل است کہ بنیان شرف محکم از اوست
افزونی قیمت بنی آدم از اوست

"عزت وشرف کی بنیاد عقل ہی کے سبب محکم ومضبوط ہے انسان کی جو بھی قدر وقیمت ہے وہ عقل ہی کی بنا پر ہے۔"

خداوند متعال فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۰)

"یقیناً ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزت وکرامت عطا کی ہے اور ان کو خشکی و تری میں سواری دی ہے اور پاکیزہ رزق دیا ہے اور ہم نے انھیں بہت سے مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔"

یہ ساری فضیلتیں عقل کی بنا پر ہیں۔

قرآن مجید میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسان عقل سے کام لے کر مطالب کو

Presented by Ziaraat.Com

سمجھے۔ فرماتا ہے:

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۂ بقرہ: ۲۴۳ و ۲۴۲' انعام: ۱۵۱' یوسف: ۲' نور: ۶۱' غافر: ۶۷' زخرف: ۳' حدید: ۵۷)

انسان کائنات کے تمام موجودات سے افضل و اشرف ہے اور اس کی شرافت و فضیلت کا راز یہ ہے کہ اس کے اندر سارے عالم سمائے ہوئے ہیں۔ اس میں عالم ملائکہ عالم حیوانات' عالم نباتات اور عالم جمادات موجود ہیں۔ اسی جامعیت کی وجہ سے اس نے اتنی استعداد و لیاقت پیدا کرلی ہے کہ وہ خدا کے اسماو صفات کا مظہر بن جائے:

نہ فلک راست مسلم نہ ملک را حاصل
آن چہ در سر سویداری بنی آدم از اوست

(کلیات سعدی مواعظ' ص ۱۰۰۱)

انسان کے اندر جو عقل ہے اس کی بنا پر فرشتوں نے اسے سجدہ کیا ہے۔ تمام موجودات میں صرف انسان نے یہ لیاقت پیدا کی ہے۔

واضح رہے کہ ہر انسان میں یہ لیاقت نہیں ہے بلکہ اس عظمت سے وہ انسان سرفراز ہے جو خدا کے احکام اور شریعت کے دستور پر عمل کرتا ہے۔

انسان اس مقام پر پہنچ سکتا ہے جہاں وہ خدا کے اسماو صفات کا مظہر بن جاتا ہے اور اس مرتبہ پر فائز ہوسکتا ہے جہاں وہ نبوت و امامت سے سرفراز ہوسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا مقصد انسانِ کامل ہے' یعنی خدا نے سارے موجودات کو انسان کے لیے پیدا کیا ہے اور سارے انسانوں کو اس انسانِ کامل کے لیے پیدا کیا ہے جو نبیؐ یا امام ہوتا ہے۔

عقل' انسان کی عظمت و بزرگی کا سبب ہے۔ اس گراں قیمت گوہر کو خدا نے انسان کے وجود میں قرار دیا ہے' اسی گراں بہا گوہر کے واسطہ سے وہ بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرتا ہے۔

پسندیدہ اخلاق' سارے کمالات اور خوبیاں عقل کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں۔ سب سے پہلے عقل جس چیز کی طرف دعوت دیتی ہے وہ علم ہے۔ علم سے انسان کا مرتبہ بلند ہوتا ہے'

Presented by Ziaraat.Com

انبیاء اور اولیاء اسی لیے ملائکہ سے افضل ہیں کہ وہ حقیقی علم کے حامل ہیں۔

البتہ عقل کو شریعت کے تابع ہونا چاہیے تاکہ اسے علم کی طرف دعوت دے' کیوں کہ شریعت ہر چیز سے قبل علم حاصل کرنے کا حکم دیتی ہے۔

رسولؐ فرماتے ہیں:

طلب العلم فریضۃ علیٰ کلِّ مسلم و مسلمۃ

''ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔''[1]

اطلب العلم ولو بالصین' فانّ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم

''علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے چین جانا پڑے کیوں کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے'' (بحارالانوار' ج۱، ص۳۱)۔

نیز فرماتے ہیں:

لو علم النّاس ما فی طلب العلم لطلبوہ ولو بسفک المھج و خوض اللجج

''اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ علم حاصل کرنے میں کیا فضیلت ہے تو وہ اسے ضرور حاصل کریں گے خواہ اس سلسلہ میں ان کا خون بہہ جائے یا دریا میں ڈوب جائیں'' (بحارالانوار' ج۱، ص۱۷۷)۔

اسی لیے علم حاصل کرنے کی اتنی زیادہ اہمیّت ہے کہ اگر حصولِ علم میں مشکلات پیش آئیں تو انسان کو ان کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں کوشش کرتے رہنا چاہیے تاکہ علم کے ذریعے وہ بلند مقامات پر پہنچ جائے۔ ارشاد ہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰیO وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَاO فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ

(۱) بحارالانوار' ج۲، ص۳۱' مصباح الشریعہ مترجم' ص۲۵۷ قال الصادقؑ: العلم اصل کلّ حالٍ سنیٌّ و منتھیٰ کلّ منزلۃ رفیعۃ لذالک قال النبیؐ: طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ' ای علم التقویٰ والیقین۔

Presented by Ziaraat.Com

الْمَأْوٰی O وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی O فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی (نازعات' آیات ۳۷ تا ۴۱)

"پھر جس شخص نے سرکشی اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تو یقیناً اس کا ٹھکانہ جہنم ہے لیکن جو خدا سے ڈرا (یعنی جس نے خدا کی معرفت حاصل کی' کیوں کہ عقل ہر چیز سے پہلے خدا کی معرفت حاصل کرنے کی طرف دعوت دیتی ہے اور جب خدا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اس سے اس کی عظمت کا علم بھی ہو جاتا ہے تو انسان کے اندر خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے) اور اپنے نفس کو خواہشات سے (یعنی شہوت و غضب کی سرکشی سے) باز رکھتا ہے تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔"

......❀......

Presented by Ziaraat.Com

......*......

# دوسری تقریر

## کمالِ عقل کی علامتیں فضیلت عقل

قناعت، کمال کی علامت

علم دین کمالِ عقل کی علامت ہے

تحصیل علم کمالِ عقل کی دلیل ہے

جن صفات سے عقل کے مکمل ہونے کا علم ہوتا ہے

......*......

Presented by Ziaraat.Com

عقل کی فضیلت کے سلسلہ میں بہت سی آیتیں نازل اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں ہم یہاں نمونہ کے طور پر ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام سے منقول ہے: ہشام بن حکم سے آپؑ نے جو چیزیں بیان کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

یا هشام! من اراد الغنیٰ بلا مالٍ و راحة القلب من الحسد(بعض روایتوں میں مع الحسد آیا ہے) والسّلامة فی الدّین فلیتضرّع الیٰ اللّٰه عزّوجلّ فی مسألته بأن یکمل عقله. فمن عقل قنع بما یکفیه و من قنع بما یکفیه استغنیٰ و من لم یقنع بما یکفیه لم یدرك الغنیٰ ابداً (کافی، ج۱،ص۱۸)

"اے ہشام! جو شخص مال کے بغیر غنی ہونا اور حسد سے دل کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ یعنی یہ چاہتا ہے کہ وہ کبھی بھی کسی کے لیے بُرا نہیں سوچے گا بلکہ لوگوں کا بھلا چاہے گا (راحة القلب من الحسد) تو اسے چاہیے کہ بارگاہ خدا میں تضرع وزاری کرے اور یہ دعا کرے کہ خدا اس کی عقل کو کامل کر دے، جس کی عقل کامل ہو جاتی ہے وہ قناعت کی صفت سے متصف ہو جاتا ہے اور بقدر کفایت چیز پر قناعت کر لیتا ہے اور جو قناعت کرتا ہے وہ بے نیاز ہو جاتا ہے لیکن جو شخص بقدر کفایت چیز پر قناعت نہیں کرتا ہے وہ کبھی بے نیاز نہیں ہوگا۔"

پس اگر انسان قناعت سے متصف نہ ہو بلکہ وہ حرص کی صفت سے متصف ہو تو وہ کبھی بے نیاز نہیں ہوتا۔

دوسری روایت میں منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

عزّ من قنع و ذلّ من طمع

Presented by Ziaraat.Com

''جس نے قناعت کی اس نے عزت پائی اور جس نے طمع کی وہ ذلیل و رسوا ہوا'' (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید' ج۱۹' ص۵۰' اسی طرح سے ہے "وقالوا: عز من قنع و ذل من طمع" یہ دوسروں کے قول میں سے ہے)۔

قناعت توانگر کند مرد را
خبر کن ریص جہان گرد را

(کلیات سعدی بوستان' ۳۵۳)

ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

القناعة مال لا ینفد

''قناعت ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا'' (نہج البلاغہ کلمہ' حکمت: ۵۷ و ۴۷۵)۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ہشام بن حکم سے فرمایا:

کان امیرالمؤمنینؑ یقول: ماعُبد اللّٰه بشیء افضل من العقل' وما تمّ عقل امرءٍ حتّٰی تکون فیه خصال شتّٰی

''امیرالمومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: عقل سے بہتر کسی چیز نے خدا کی عبادت نہیں کی اور آدمی کی عقل اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک اس کے اندر چند چیزیں جمع نہ ہو جائیں'' (کافی' ج۱' ص۱۸)۔

اس حدیث کا پہلا جملہ امام صادق علیہ السلام کی حدیث سے ملتا جلتا ہے' فرماتے ہیں:

العقل ما عُبِدَ به الرحمان و اکتُسِبَ به الجنان

''عقل وہ قوت ہے جس کے ذریعے خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور جنت حاصل کی جاتی ہے'' (کافی' ج۱' ص۱۱)۔

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ عاقل کے کچھ صفات و خصائل ہیں تو وہ یہ ہیں:

الکفر و الشرّ منه مأمونان' و الرشد والخیر منه مأمولان' و

Presented by Ziaraat.Com

فضل ماله مبذول' و فضل قوله مکفوف' و نصیبه من الدّنیا القوت' لا یَشبعُ مِنَ العلم دَھرَهُ

"عاقل کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ کفر و شر ہمیشہ اس سے دور رہتے ہیں۔ ہمیشہ اس سے نیکی اور خیر کی اُمید رہتی ہے' ضرورت سے زیادہ مال کو خرچ کر دیتا ہے اور ضرورت سے زیادہ بات نہیں کرتا (چہ جائیکہ وہ کسی کی غیبت کرے یا جھوٹ بولے' یا مذاق استہزاء کرے' مختصر یہ کہ وہ فالتو بات نہیں کرتا ہے) اور دنیا سے بقدر کفایت ہی لیتا ہے۔"

ولا یشبع من العلم دھرہ

"عقل مند علم حاصل کرنے سے کبھی نہیں اُکتاتا (کیوں کہ اس کی عقل اسے ہمیشہ علم حاصل کرنے پر اُبھارتی رہتی ہے۔"

وہ علوم و فضائل کے حصول میں اس لیے رات دن کوشاں رہتا ہے تاکہ بلند درجات پر پہنچ جائے۔ البتہ طالب علم کا مقصد خدا کی رضا کا حصول ہونا چاہیے نہ کہ دنیا کی سج دھج اور اس کی چند دن کی حکومت۔

علم بھر کمال باید خواند
نہ بہ سودای مالی باید خواند

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۂ فاطر' آیت ۲۸)

"خدا سے بس علما ہی ڈرتے ہیں۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم و معرفت کی حقیقت' خدا اور اس کی نافرمانی سے ڈرنا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

الکمال کل الکمال التّفقّه فی الدّین و الصّبر علیٰ النّائبة و تقدیر المعیشة

"مکمل کمال یہ ہے کہ انسان علم دین حاصل کرے' مصیبتوں پر صبر کرے

Presented by Ziaraat.Com

اور میانہ روی اختیار کرے" (کافی، ج۱، ص۳۲)۔

اس حدیث سے ملتی جلتی حدیث امام رضاؑ سے بھی منقول ہے اور وہ یہ ہے:

لا یستکمل عبدٌ حقیقة الایمان حتّٰی فیه خصال ثلاث، التّفقّه فی الدّین، و حسن التقدیر فی المعیشة، والصّبر علیٰ الرزایا

"بندہ کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس میں تین خصلتیں پیدا نہ ہو جائیں: ① علم دین حاصل کرے ② میانہ روی اختیار کرے ③ مصیبتوں پر صبر کرے" (تحف العقول، ص۳۲۷)۔

رسولؐ سے ایک روایت منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ بھی انسان کی سعادت و کامیابی کو تین چیزوں میں منحصر سمجھتے ہیں، فرماتے ہیں:

اذا ارادَ اللّٰه بعبدٍ خیراً فَقَّهَه فی الدّینِ و زهّدَه فی الدُّنیا و بَصَّرَهٗ عُیوبَها و مَن اوتیَهُنَّ فقد اوتی خیرَ الدُّنیا و الآخرة

"جب خدا کسی بندے کو خیر سے نوازنا چاہتا ہے تو اسے دین کا فقیہ اور دنیا سے بے رغبت بنا دیتا ہے اور اسے اس کے عیوب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ جس کو یہ خصوصیتیں عطا ہو جاتی ہیں اسے دنیا و آخرت کی سعادت مل جاتی ہے" (بحارالانوار، ج۲۳، ص۵۵)۔

یعنی اس کی پوری توجہ اپنے نفس کے عیوب کی طرف ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کے عیوب کی ٹوہ میں نہیں رہتا ہے کہ انھیں ظاہر کرے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس علم کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور جس کے حصول پر اتنا ابھارا گیا ہے، جس کا اتنا ثواب بیان کیا گیا ہے وہ کون سا علم ہے؟

جواب: یوں تو ہر علم اچھا ہے لیکن تین علوم کے حاصل کرنے کے لیے زیادہ تاکید کی گئی ہے اور وہ یہ ہیں:

① علم اُصولِ دین ② علم فروعِ دین ③ علم اخلاق

Presented by Ziaraat.Com

ایک حدیث میں رسولؐ کا ارشاد ہے:

**انما العلم ثلاثة' آية محكمة او فريضة عادلة' او سنة قائمة وما خلاهن فهو فضل** (کافی' ج۱،ص۳۲)۔

اس کے دو ترجمے کیے جا سکتے ہیں:

① آیت محکمہ سے مراد علم قرآن اور سنت قائمہ سے مراد واجبات و مستحبات اور فریضہ عادلہ سے مراد علم اخلاقیات ہے۔

② آیت محکمہ سے مراد علم اُصولِ دین اور سنت قائمہ سے مراد تمام واجبات و مستحبات کا علم اور فریضہ عادلہ سے مراد علم اخلاق ہے۔

شاید دوسرے معنی زیادہ بہتر ہیں۔ پس عقل مند کسی وقت بھی علم حاصل کرنے سے نہیں تھکتا ہے:

**لا تزول قدما عبدٍ يومَ القيامة حتّٰى يُسأل عن اربعٍ: عن عمره فيما افناه و شبابه فيما ابلاه و عن ماله من اين كسبه و فيما انفقه و عن حبنا اهل البيتؑ**

''قیامت کے دن بندہ ایک قدم بھی نہیں اُٹھا پائے گا کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا:

① عمر ایسی گراں بہا چیز کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس سے کیا فائدہ اُٹھایا ہے؟

② جوانی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اسے کہاں صرف کیا ہے؟ علوم وفضائل کے حصول میں صرف کیا ہے یا نہیں؟

③ مال کے متعلق دریافت کیا جائے گا کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟

④ ہم اہل بیتؑ کی محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

اہل بیتؑ رسولؐ سے محبت کرنا اجر رسالت ہے کیوں کہ یہی ذوی القربیٰ ہیں" (بحارالانوار، ج۱۷، ص۱۸۰)۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

**قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى** (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں:

**الذّلّ احبُّ اليه مع الله مِنَ العزّ معَ غيرِه**

"عقل مند غیر کے ساتھ ملنے والی عزت سے زیادہ اس ذلت کو دوست رکھتا ہے جو خدا کے ساتھ مل سکتی ہے۔"

**و التواضع احبّ اليه من الشّرف**

"عقل مند کے لیے شرف سے زیادہ محبوب انکساری ہے۔"

**مَن تَواضَعَ للّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ و مَن تكبَّرَ خَفَضَهُ اللّٰه**[1]

"جو شخص خدا کے لیے فروتنی کرے گا خدا اسے بلندی پر پہنچائے گا اور جو تکبر کرے گا خدا اسے ذلیل و پست کرے گا۔"

**يَستكثرُ قليلَ المعروفِ مَن غَيرِه**

"اور یہ (عقل مند) کسی کے ساتھ زیادہ احسان کرتا ہے تو اسے ناچیز سمجھتا ہے۔"

**يَستَقِلُّ كثيرَ المعروف من نفسه**

"اور اپنے زیادہ احسان کو بہت کم سمجھتا ہے۔"

**و يرىٰ النّاس كلّهم خيراً منه و انّه شَرُّهم في نفسه**

---

(۱) (بحارالانوار، ج۷۵، ص۱۲۲- عن ابی عبداللہ قال: افطر رسول الله عشية الخميس فی مسجد قبا فقال: هل من شراب فاتاه أوس بن خولة الانصاری بعس من لبن مخيض بعسل فلما وضعه علىٰ فيه نحاه ثم قال: شرابان يكتفىٰ باحدهما عن صاحبه لا اشربه ولا احرمه ولكنى اتواضع لله فان من تواضع لله رفعه الله ومن تكبر خفضه الله ومن اقتصد فی معيشته رزقه الله ومن اكثر ذكر الله احبه الله)۔

Presented by Ziaraat.Com

''تمام لوگوں کو اپنے سے بلند اور خود کو سب سے حقیر سمجھتا ہے۔''

**وھو تمامُ الامر** (کافی' ج۱،ص۱۸-۱۹)

اس جملہ کے معنی میں دو احتمال ہیں:

① یہ صفت سارے صفات کی آئینہ دار ہے۔

② اس شخص کی تکمیل و تمامیت یہی ہے۔ یعنی انسان کے وجود میں اس وقت اعلیٰ ترین صفات پیدا ہوتی ہیں جب وہ خود کو سب سے چھوٹا سمجھتا ہے۔

......✱......

Presented by Ziaraat.Com

......✱......

# تیسری تقریر

## عقل شہوت وغضب کو اعتدال پر رکھتی ہے اور اس کے سبب حکمت پیدا ہوتی ہے

ظاہری و باطنی حجت

عقل کے ساتھ انبیاء کی ضرورت

عقل کی اہمیت اور غضب و شہوت سے اس کا ربط

عدالت کس طرح حاصل ہوتی ہے؟

جہاد بالنفس اور عقل و روح سے اس کا رابطہ

عقل کو اُبھارنا اور نکھارنا بعثت انبیاءؑ کا مقصد

......✱......

Presented by Ziaraat.Com

قال الامام الهمام موسیٰ بن جعفرؑ:

**یَا هِشَامُ اِنَّ لِلّٰہِ علیٰ النَّاس حُجَّتِین، حجّةٌ ظاهرةٌ و حجّةٌ باطنةٌ فامّا الظّاهرةُ فالرّسُلُ و الأنبیاءُ و الأئمةُ و أمّا الباطنةُ فالعقول**

"امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کا ارشاد ہے: اے ہشام! لوگوں پر خدا کی دو حجتیں ہیں: ایک حجت ظاہری' دوسری حجت باطنی۔ ظاہری حجت انبیاء و رسل اور آئمہؑ ہیں اور حجت باطنی عقل ہے۔"

بنا بریں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا نے انسان کے لیے دو قسم کے پیغمبر قرار دیئے ہیں: ایک ظاہر میں اور وہ ہیں انبیاءؑ اور دوسرے باطن میں اور وہ ہے عقل۔ عقل کی مثال ایک فرشتہ کی سی ہے جو انسان کی ہدایت کرتا ہے لیکن خدا نے اسے ایک طاقت کی صورت میں انسان کے اندر رکھ دیا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہمارے باطن میں ایک پیغمبرؑ عقل کی صورت میں موجود ہے اور وہ انسان کو خدا کی وحدانیت اور فضائل و کمالات کی طرف دعوت دیتی ہے اور اسے بُرائیوں سے روکتی ہے تو پھر حجت ظاہری' انبیاءؑ کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: عقل کسی بھی چیز کے اجمالی مفہوم کو درک کرتی ہے لیکن اس کے سامنے چوں کہ ایک پردہ ہوتا ہے لہٰذا اس کی راہ نمائی ہونی چاہیے تا کہ یہ پردہ ہٹ جائے اور عقل اس راہ نما کی مدد سے حقائق کا ادراک کرے۔

مثلاً انسان کی آنکھ میں قوۂ باصرہ (دیکھنے کی طاقت) ہے اور ہر حال میں یہ طاقت اس کے ساتھ رہتی ہے لیکن جب انسان کے چاروں طرف اندھیرا ہوتا ہے تو اس وقت یہ طاقت کام نہیں کرتی مگر روشنی کے آتے ہی تاریکی کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور انسان ہر چیز کو دیکھنے لگتا ہے۔ قوۂ عقل بھی ایسی ہی ہے۔ یہ انسان کے وجود میں حقائق کو سمجھنے کی طاقت ہے۔ اجمال کے

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ بجھتی ہے۔ تفصیل سمجھنے کے لیے راہ نما کی ضرورت ہے۔

بعبارت دیگر عقل ایک باطنی نور ہے۔ اس کے ساتھ ایک ظاہری نور کی ضرورت ہے تا کہ حقائق کے ادراک میں وہ اس کی مدد کرے۔

اگر کسی کے پاس عقل نہیں ہوتی تو اس کو کوئی تکلیف بھی نہیں دی جاتی اور اسے پیغمبروں کی ضرورت بھی نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی عقل رکھتا ہے تو وہ خدا کے پیغمبروں کی مدد سے الٰہی جلال و جمال کا مظہر اور ذات احدیت کا مقرب بن جاتا ہے:

آدمی زادہ طرفہ معجونی است
از فرشتہ سرشتہ و از حیوان
گر رود سوے این شود پس از این
وز رود سے آن شود بہ از آن

(کشف الغطاء عن وجوہ مراسم الاھتداء (مولی حسن قزوینی)

حد انسان بہ مذھب عامہ
حیوانی است مستوی القامہ
پہن ناخن، برھنہ پوست زموی
بہ دو پا، رہ سپر بہ خانہ و کوئی
ھر کہ را بنگرند کاین سان است
می برندش گمان کہ انسان است
آدمی چیست؟ برزخی جامع
صورت خلق و حق در او واقع
متصل با حقایق ملکوت
مشتمل بر دقایق جبروت
ظاھرش خشک لب بہ ساحل فرق
باطنش در محیط وحدت غرق

Presented by Ziaraat.Com

انسان عجیب قسم کا معجون ہے فرشتہ اور حیوان سے اس کی سرشت ہے اگر اس طرف جاتا ہے تو فرشتہ اور اس طرف جاتا ہے تو جانور بن جاتا ہے۔

جب ہم نے عقل کے مرتبہ کو پہچان لیا تو ہمیشہ خدا سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ ہماری عقل میں اضافہ فرما۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ عقل ایک فرشتہ کی مانند مستقل طور پر انسان کی راہ نمائی کرتی ہے لیکن اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کے اندر جس طرح عقل کا وجود ہے اسی طرح اس کے اندر غضب و شہوت کا وجود بھی ہے چناں چہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ دونوں سرکشی پہ اُتر آتے ہیں اور اپنی حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

شہوت و غضب' مملکت بدن کے بادشاہ' روح کو اپنا مطیع بنانا چاہتے ہیں تاکہ جو چاہیں کریں' لیکن غضب و شہوت کے مقابلہ میں عقل موجود ہے۔ اگرچہ یہ دونوں' غضب و شہوت' عقل کو نابود کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر عقل کا مقصد ان کو فنا کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد ان کی اصلاح کرنا ہے کیوں کہ انسان کے بدن میں غضب و شہوت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ شہوت کے وسیلہ سے انسان اپنے فوائد حاصل کرتا ہے اور غضب کے ذریعے نقصان سے بچتا ہے۔ انسان کی زندگی کے لیے اگرچہ یہ دونوں مفید ہیں لیکن جب کبھی یہ سرکشی کرتے ہیں تو پھر ان کے اور عقل کے درمیان کشمکش کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ عقل چاہتی ہے کہ ان کو اعتدال پر رکھے اگر یہ اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے تو اس وقت انسان کے وجود میں ایک جنگ چھڑ جاتی ہے۔

اگر انسان کی روح غضب و شہوت کی پیروی کرنا چاہے اور یہ دونوں اس پر غالب ہو جائیں تو عقل' کہ جس کو خدا نے روح کی مدد کے لیے پیدا کیا ہے' روح کی تقویت کرتی ہے اور یہ ان دونوں کو کچلنے کا سبب ہوتی ہے' اسی کا نام جہاد بالنفس ہے۔

نفس امارہ اس نفس کو کہتے ہیں جس پر غضب و شہوت غالب آ جاتے ہیں' اگر غالب آ جائیں تو انسان کا فرض ہے کہ انہیں کچل دے۔ خدا نے اس کی مدد کے لیے عقل نام کا ایک فرشتہ بھیج رکھا ہے' تاکہ اس کی مدد سے وہ ان دونوں کو دائرہ میں رکھ سکے۔ اگر عقل اپنی ذمہ

Presented by Ziaraat.Com

داری پوری کرے اور شہوت کو اعتدال پر لے آئے تو اس سے عفت وجود میں آتی ہے اور اگر غضب میں اعتدال پیدا کر دے تو اس سے شجاعت وجود پذیر ہوتی ہے بنابرایں شجاعت حد وسط میں ہے۔

جب قوۂ غضبیہ معتدل ہو جاتی ہے تو بہت سی پسندیدہ صفات وجود میں آ جاتی ہیں۔ اسی طرح قوۂ شہویہ ہے کہ جس سے عفت پیدا ہوتی ہے۔ عفت سے بہت سے فضائل و کمالات وجود پذیر ہوتے ہیں۔

جن چیزوں کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کو معتدل ہونا چاہیے' ان کے دو پہلو ہیں: ایک پہلو افراط کا ہے' دوسرا تفریط کا۔ شہوت میں افراد کا مطلب ہے کہ شہوت میں حد سے گزر جانا اور شہوت میں تفریط کے معنی ہیں جمود یعنی کلی طور پر انسان قوۂ شہویہ سے الگ ہو جائے۔

شجاعت وسط میں ہے۔ اگر اس میں افراط ہو جائے تو تہور ہے چناں چہ جو شخص خود کو خطرات اور ہلاکتوں میں ڈالتا ہے اسے متہور کہتے ہیں اور اگر شجاعت میں تفریط ہو جائے تو بزدلی پیدا ہوتی ہے لیکن جب عقل اس میں اعتدال پیدا کر دیتی ہے تو اسے شجاعت کا نام دیتے ہیں۔

ممکن ہے خود عقل میں بھی انحراف و کجی پیدا ہو جائے۔ ہو سکتا ہے وہ افراط و تفریط کی شکار ہو جائے۔ اگر تفریط کی طرف بڑھے گی تو جہالت پیدا ہو گی اور اگر افراط کی طرف جائے گی جربزہ حاصل ہو گا۔

جربزہ کے معنی ہیں فکر و خیال بافی میں اس طرح حد سے آگے بڑھنا کہ جس سے رفتہ رفتہ حقیقت سے بیگانہ ہو کر باطل کی طرف جھک جائے۔ مثلاً یہ سوچنے لگے کہ کوئی خدا نہیں ہے (معاذ اللہ) جو کچھ ہے وہ مادہ ہے یا عقل یہ تصور کرے کہ یہ کائنات ایک خیالی چیز ہے جیسا کہ سوفسطائیوں نے لکھ دیا ہے۔

ان میں سے بعض لوگ پیرہون کے حکم کے تابع ہیں۔ پیرہون یہ کہا کرتا تھا: اس دنیا میں تم جو کچھ دیکھتے ہو یہاں تک کہ تمہارا وجود بھی حقیقت نہیں ہے۔ یہ صرف خیال ہے' وہ کہتا

Presented by Ziaraat.Com

تھا وردکا کوئی وجود نہیں ہے وہ ایسی باطل باتوں کا معتقد تھا کہ بازار میں چلتے ہوئے اگر کسی بار بردار یا کسی مویشی وغیرہ سے ٹکرا جاتا تھا تو خود کی حفاظت نہیں کرتا تھا ہاں اس کے شاگرد اس کی حفاظت کرتے تھے وہ اسے پکڑ کر کنارے لے جاتے تھے تاکہ کسی چیز سے نہ ٹکرائے۔

عقل میں افراط و تفریط سے اس طرح جہالت پیدا ہوتی ہے۔ جہل بسیط ہوتا ہے یا مرکب۔ بسیط کا علاج ہو سکتا ہے مرکب کا علاج بہت مشکل ہے۔

آن کس کہ نداند و بداند کہ نداند
بار خرک خویش بہ منزل برساند

جو بے علم ہے اور وہ یہ جانتا کہ وہ نادان ہے وہ کسی نہ کسی کی طرح منزل تک پہنچ جائے گا لیکن جو یہ نہیں جانتا کہ نہیں جانتا بلکہ اس کے برعکس یہ سمجھتا ہے کہ وہ جانتا ہے تو ایسا آدمی ہمیشہ جہل مرکب میں مبتلا رہے گا۔ لیکن

آن کس کہ نداند و نداند کہ نداند
در جہل مرکب ابدالدھر بماند

نتیجہ میں بدن کی مملکت میں عقل اور غضب و شہوت کے درمیان مستقل جنگ رہتی ہے۔ شہوت و غضب ہمیشہ اس کشمکش میں رہتے ہیں کہ عقل اور روح کو اپنا تابع فرمان بنا لیں اور اسے حیوانیت کے درجہ پر پہنچا دیں (شہوت و غضب کو خواہش کا نام دیا جاتا ہے) یہ دونوں عقل کو فنا کر دینا چاہتے ہیں لیکن عقل ان کے بارے میں کبھی یہ نہیں سوچتی کہ ان کو نابود کرے وہ تو ان کو اعتدال پر لانا چاہتی ہے۔ عقل روح کو اپنا پیرو بنانا چاہتی ہے تاکہ وہ اطاعت خدا کے ذریعے قرب الٰہی تک پہنچ جائے۔ اگر روح عقل کی پیروی کرتی ہے تو بلند مراتب پر فائز ہو کر قرب خدا تک پہنچ جاتی ہے اور اگر شہوت و غضب کا اتباع کرتی ہے تو حیوانیت کے زمرہ میں چلی جاتی ہے:

آدمی زادہ طرفہ معجونی است
از فرشتہ سرشتہ و از حیوان

Presented by Ziaraat.Com

گر رود سوئے این شود بہ از این
ور رود سوئے آن شود از آن

(کشف الغطاء عن وجوہ مراسم الاهتداء (مولی حسن قزوینی)

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

الحِلمُ غِطاءٌ ساترٌ والعقلُ حُسامٌ قاطعٌ، فاستُر خَلَلَ خُلُقِكَ بِحلمِكَ و قاتِل هَواكَ بِعَقلِكَ

"عقل تیز دھار تلوار ہے اور حلم و بُردباری چھپانے والا پردہ ہے پس حلم و بُردباری کے ذریعے اپنی اخلاقی کمزوریوں کو چھپاؤ اور عقل کے ذریعے خواہش نفس سے جنگ کرو" (نہج البلاغہ کلمہ حکمت:۴۲۴)۔

اس سے جہاد بالنفس کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور انسان کا اپنے نفس سے جہاد کرنے کا فلسفہ بھی آشکار ہو جاتا ہے۔ نفس کو شہوت و غضب کی پیروی کرنے کی اجازت نہیں دینا چاہیے بلکہ اسے عقل کے حکم کے مطابق چلنے پر مجبور کرنا چاہیے۔

البتہ نفس سے جہاد کرنا بہت مشکل کام ہے۔ خواہش نفس سے جنگ کرنے کے لیے بڑی طاقت درکار ہے۔

رستمی باید کہ تا نعمی کند با دیوے نفس
گر بر او غالب شوی افراسیاب افگندہ ای

"نفس کے دیو سے لڑنے کے لیے رستم چاہیے، اگر تم نے نفس کو زیر کر لیا تو گویا افراسیاب کو پچھاڑ دیا۔ چوں کہ عقل اور غضب و شہوت کے درمیان ہمیشہ جنگ ہوتی رہتی ہے۔ اگر عقل غالب ہوتی ہے تو وہ انسان کو شریعت کی پیروی اور علم کے مطابق عمل کرنے پر اُبھارتی ہے اور اسے تقرب خدا کی منزل پر لے جاتی ہے اور اگر شہوت و غضب غالب ہو جاتے ہیں تو اسے حیوانیت میں گھسیٹ لے جاتے ہیں اور شیطانوں سے متصل کر دیتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں" (کلیات سعدی مواعظ ص ۱۰۲۰)۔

جب امام صادق علیہ السلام سے عقل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

العقلُ ما عُبِدَ بِهِ الرَّحمٰنُ و اکتُسِبَ بِهِ الجِنانُ

"عقل وہ ہے جس کے ذریعے رحمان کی عبادت کی جاتی ہے اور جنت حاصل کی جاتی ہے" (کافی، ج۱، ص۱۱ / بحارالانوار ج۱، ص۱۱۶ نیز ج۳۳، ص۱۷۰.....(اصل:۳۱)۔

اصحاب نے پھر دریافت کیا:

معاویہ میں جو چیز تھی کیا وہ عقل نہیں تھی؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں! معاویہ میں عقل نہیں تھی بلکہ اس میں مکر و شیطنت تھی جو عقل سے مشابہ ہوتی ہے، عقل نہیں ہوتی۔

بعض لوگوں نے یہ کہا: انسان کے اندر چار طاقتیں ہیں اور یہ ایک حد تک تمام قوا پر فوقیت رکھتی ہیں:

① عقل ② شہوت ③ غضب ④ وہم

قوۂ واہمہ کا کام جزئیات کا ادراک کرنا ہے اور قوۂ عاقلہ کا کام کلیات کا ادراک کرنا ہے اگر قوۂ عاقلہ معتدل ہو گئی اور افراط و تفریط سے بچی رہی تو حکمت پیدا ہو گی۔

حکمت یعنی طاقت بشری کے مطابق اشیا کے حقائق کو جاننا۔ اگر شہوت میں اعتدال آ گیا تو عفت پیدا ہو گی اور جب غضب میں اعتدال پیدا ہو گا تو شجاعت پیدا ہو گی۔

علمائے اخلاق کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے کہ ان تین طاقتوں: شجاعت (اعتدال غضب)، عفت (اعتدال شہوت) اور حکمت (قوت عاقلہ کا اعتدال) ہی اصل ہے۔

تمام کمالات و فضائل کی بنیاد یہی ہیں۔ اگر کسی میں یہ تینوں طاقتیں ہیں تو وہ عادل ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قوت واہمہ معتدل ہو جائے تو ان کی مراد یہ ہے کہ قوت واہمہ کے اعتدال کے نتیجہ میں عدالت وجود میں آتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بنا براین انبیاء کی بعثت کا مقصد عقل کو حرکت میں لانا اور اسے بیدار کرنا ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

فَبَعَثَ اللّٰهُ فيهم رُسُلَهُ و واتَرَ اليهِم أنبيائَهُ لِيَستأدوهُم ميثاقَ فِطرَتِهِ و يُذَكّرو هُم مَنسِيَّ نِعمَتِهِ و احتَجّوا عَلَيهِم بالتَّبليغ و يُثيرو لهم دَفَائِنَ العُقولِ

"خدا نے ان کے درمیان اپنے رسولوں کو بھیجا اور پے در پے اپنے انبیاء بھیجے تاکہ وہ ان سے اس عہد کو پورا کرائیں جو خدا نے ان کی فطرت سے کیا تھا اور انھیں خدا کی وہ نعمت یاد دلائیں جسے وہ فراموش کر چکے ہیں اور انسان کے اندر چھپے ہوئے عقل کے خزانہ کو باہر لائیں، اس استعداد کو ظاہر کریں تاکہ لوگ اس استعداد کے ذریعے انبیاء کے احکام کی اطاعت کریں" (نہج البلاغہ خطبہ ۱)۔

عقل کا ایک کام یہ ہے کہ وہ انسان کو علم و دانش کی طرف دعوت دیتی ہے۔ عقل انسان کو علم حاصل کرنے پر اُبھارتی ہے تاکہ وہ توحید و نبوت اور دوسرے تمام عقائد کو جان لے۔

انسان جن بلند ترین فضائل و کمالات کا تصور کر سکتا ہے ان میں سے علم بھی ہے۔ اگر علم نہ ہو تو انسان عقل و شریعت سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیے علم کی بے پناہ اہمیت ہے لہٰذا ضروری ہے کہ تحصیل علم میں بھرپور طریقہ سے کوشش کی جائے۔

......✱......

Presented by Ziaraat.Com

.......✷.......

# پہلی تقریر

## علم الٰہی مکارم اخلاق اور بلند افکار کے ساتھ ہے

علم کی فضیلت

علم الٰہی کا حاصل کرنا واجب ہے

علم الٰہی کی عظمت

علم کو مکارم اخلاق کے ساتھ ہونا چاہیے

علم کو فکر و نظر کے ساتھ ہونا چاہیے

.......✷.......

Presented by Ziaraat.Com

قال علیؑ امیرُالمومنینؑ:

العِلمُ وِراثةٌ کریمة و الآدابُ حُلَلٌ مُجَدَّدَةٌ و الفِکرُ مِرآةٌ صافیةٌ

''حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: علم شریف و عظیم ترین میراث ہے اور علمی و عملی آداب نو بنو خلعت ہیں اور فکر صاف شفاف آئینہ ہے۔''

(نہج البلاغہ، حکمت:۵)

علم کی فضیلت و شرافت بدیہی اور نا قابل انکار حقیقت ہے۔ انسان ذرا عقل سے کام لے تو معلوم ہو جائے کہ علم سراپا شرافت ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (سورۂ زمر، آیت۹)

''اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہہ دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں؟ بے شک اس بات کو کہ عالم و جاہل برابر نہیں ہیں، صاحبانِ عقل ہی سمجھتے ہیں۔''

یعنی صرف صاحبانِ عقل ہی یہ سمجھتے ہیں کہ علم، جہل سے بہتر ہے۔ یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔

دین اسلام، علم و دانش کا دین ہے۔ ہمیشہ اپنے پیروؤں کو علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

رسولؐ کی اس حدیث کو آپ لوگوں نے بارہا سنا ہوگا:

طَلَبُ العِلمِ فَرِیضةٌ علیٰ کُلِّ مُسلِمٍ و مُسلِمَةٍ [1]

(۱) مستدرک الوسائل، ج ۱۷، ص ۲۴۸/ بحارالانوار، ج ۲، ص ۳۱/ مصباح الشریعۃ مترجم، ص ۲۵۷ قال الصادق: العلم اصل کل حالسنی و منتهی کل منزلۃٍ رفیعۃ، لذالک قال النبیؐ: طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ، ای علم التقویٰ و الیقین۔

Presented by Ziaraat.Com

بعض روایتوں میں ''مسلمہ'' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جب کہ بعض روایتوں میں صرف لفظ مسلم آیا ہے البتہ یہ لفظ مرد و عورت دونوں کو شامل ہے۔

ایک روایت میں ارشاد ہے:

اطلبوا العِلمَ ولو بالصین فاِنّ طَلَبَ العلمِ فَریضۃٌ عَلیٰ کلّ مُسلِمٍ

''علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے تمھیں چین جانا پڑے کیوں کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے'' (بحارالانوار، ج۱، ص۱۸۰)۔

یعنی علم کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ اگر علم حاصل کرنے کے لیے دور دراز کا سفر کرنا پڑے تو بھی اس کے حصول میں کوتاہی نہیں کرنا چاہیے۔

دوسری روایت میں ارشاد ہے:

اُطلُبُوا العِلمَ مِنَ المَھدِ الیٰ اللّحد

''گہوارہ سے گور تک علم حاصل کرو'' (تفسیر قمی، ج۲، ص۴۰۱)۔

چنین گفت پیغمبر راست گوی
ز گہوارہ تا گور دانش بجوی

دوسری روایت میں ارشاد ہے:

سمعتُ ابا عبداللّٰہ علیہ السّلام یقول تفقّھوا فی الدّین فانّہ مَن لم یتفقّہ منکم فی الدّین فھو اعرابیٌ. انّ اللّٰہ عزّ و جلّ یقول فی کتابہ: لیتفقّھوا فی الدّین و لیُنذِروا قومَھُم اذا رجعوا الیھم لعلّھُم یَحذَرُون

''راوی کہتا ہے: میں نے ابوعبداللہؑ سے سنا کہ فرماتے ہیں: علم دین حاصل کرو کیوں کہ جو شخص دین کی گہرائی کو نہ سمجھے وہ گنوار اور جاہل ہے بے شک خداوند عالم اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ان لوگوں کو چاہیے کہ علم دین حاصل کریں اور جب اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جائیں تو انھیں ڈرائیں، ہوسکتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے وہ ڈریں" (توبہ: ۱۲۲ اور کافی، ج ۱، ص ۳۶/ بحار الانوار، ج ۱، ص ۲۱۵)۔

اس سے متعلق قرآن کی بہت سی آیتیں ہیں ان میں سے چند آیتیں درج ذیل ہیں:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران، آیت ۱۸)

"خدا خود اپنی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے اور اس کے فرشتے اور صاحبانِ علم یہ گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔"

خدا نے یہاں صاحبانِ علم کی گواہی کو اپنی گواہی کے برابر قرار دیا ہے، لیکن واضح رہے کہ اہل علم کا بالاترین مصداق آئمہ اطہارؑ ہیں اور ان میں اولین حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

آپؑ کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ

(سورۂ رعد، آیت ۴۳)

"اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میری نبوت کی گواہی دینے کے لیے خدا اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس علم کتاب ہے۔"

دوسری آیت میں فرماتا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

(سورۂ مجادلہ، آیت ۱۱)

"خداوند عالم تم میں سے مومنوں اور ان لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے جن کو علم دیا گیا ہے۔"

آیت میں ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (سورۂ طلاق، آیت ۱۲)......(اصل: ۴۳)

Presented by Ziaraat.Com

"خدا وہ ہے جس نے سات آسمانوں اور انھیں کے مثل زمینوں کو پیدا کیا ان میں خدا کا امر نازل ہوتا ہے یہ اس لیے ہے تا کہ تم جان لو کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور خدا کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کائنات کی تخلیق اس لیے ہوتی ہے تا کہ تم خدا کی معرفت حاصل کرو اور یہ جان لو کہ خدا قدرت والا اور جاننے والا ہے کیوں کہ معرفتِ خدا کا علم تمام علوم پر فوقیت رکھتا ہے اور تمام علوم کی بنیاد بھی ہے۔"

اَلعِلمُ نُورٌ یَقذِفُهُ اللّٰهُ فِی قَلبِ مَن یَشَاءُ (مصباح الشریعۃ:۱۶)

"علم ایک نور ہے خدا جس کے قلب میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے"۔

علم بالیست مرغ جانت را
بر سپہر او برد روانست را
دل بی علم چشم بی نور است
مرد نادان ز آدمی دور است
علم نور است وجہل تاریکی
علم راحت برد بہ باریکی
جوہر علم ہم چو زر باشد
کہ چو شد کہنہ تازہ تر باشد

(سابق حوالہ)

"علم تمھاری روح کے لیے بال و پَر ہے وہ تمھاری روح کو آسمان پر پہنچا سکتا ہے۔ جس دل میں نور نہیں ہوتا وہ اندھے کی مانند ہے، نادان و جاہل آدمی نہیں ہے، علم نور ہے اور جہالت تاریکی ہے علم تمھیں باریک ترین راستہ سے گزار سکتا ہے، علم بھی سونے کی طرح ہے پُرانا ہونے پر بھی نیا رہتا ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

می روی بادل تو ہمراہ است
می نشینی زجانست آگاہ است
کس نہانش بہ خاک نتواند
تند بادش ہلاک نتواند

"جہاں تم جاتے ہو علم تمھارے دل کے ساتھ رہتا ہے اور تم بیٹھتے ہو وہ تمھاری روح و جان سے آگاہ رہتا ہے۔ کوئی اسے خاک میں نہیں چھپا سکتا اور تیز و تند ہوا اسے ہلاک نہیں کرسکتی" (جام جم اوحدی مراغہ ای/علم کی صفت میں اس کا مطلع یہ ہے: خنک آن پر دلان دین پرور)۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

العِلمُ وِراثَۃٌ کَرِیمَۃٌ

"علم بہترین ثروت ہے۔"

کفیٰ بالعلم فی الظلمات نوراً
یبین فی الحیالنا الاُمور
فکم وجد الذلیل بہ اعتزازاً
و کم لبس الحزینُ بن سروراً

"علم کے لیے یہی بہت ہے وہ تاریکیوں میں چراغ ہے۔ ہماری زندگی کی بہت سی گتھیوں کو سلجھاتا ہے، کتنے ہی بے عزت لوگوں نے اس کے سبب عزت پائی ہے اور کتنے ہی غم زدہ علم کے باعث خوشی سے ہم کنار ہوئے ہیں۔"

چوں کہ علم ایک بہت بڑا سرمایہ ہے، اس لیے اس کی بہت زیادہ فضیلت ہے:

و الآدابُ حُلَلٌ مُجَدَّدۃٌ

"پسندیدہ اخلاق اور صفات حمیدہ پاکیزہ اور صاف ستھرے لباس کی مانند

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ ہمیشہ انسان کے لیے باعث زینت ہیں۔"

علم کی اہمیت اس وقت ہوتی ہے جب اس کے ساتھ پسندیدہ صفات اور تقویٰ و پرہیزگاری ہوتی ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ پسندیدہ صفات، راست گوئی، مہربانی، بُردباری، تواضع وانکساری، صبر وشکیبائی سے خود کو متصف کرے:

برتری مردمان بہ دانش و تقویٰ است
رو توز تنزیل ان اکرمکم خوان
آب حیات است علم در طلبش کوش
خضر صفت زندہ کن بدان تو دل و جان

"علم وتقویٰ کی بنا پر مردوں کو فضیلت ملتی ہے، جاؤ قرآن کی آیت "ان اکرمکم" پڑھو۔ علم آبِ حیات ہے اس کو تلاش کرو اور خضرؑ کی مانند اپنے دل وجان اس سے زندہ کرو۔"

و الفِکرُ مِرآۃٌ صَافِیۃٌ

"فکر صاف وشفاف آئینہ کی مانند ہے۔"

اس سلسلہ میں ایک دوسری روایت بھی ہے:

عن ابی عبداللہ: تَفَکُّرُ ساعۃٍ خَیرٌ مِن عِبادَۃِ سَنَۃٍ (اِنَّما یَتَذَکَّرُ اولوا الألباب

"ایک ساعت غور وفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ بے شک ان باتوں کو صاحبانِ عقل ہی سمجھتے ہیں۔"

جس فکر کی اتنی زیادہ اہمیت ہے وہ کون سی فکر ہے؟

اس اہمیت کی حامل فکر وہ ہے کہ جو خدا کی قدرت کے بارے میں کی جاتی ہے، اس کی عجیب ترین صنعت کے متعلق سوچا جاتا ہے اور اس کی آیتوں میں غور کیا جاتا ہے۔ انسان کو خود

---

(۱) رعد: ۱۹؛ بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۳۲۷ / مستدرک الوسائل، ج ۱۱، ص ۱۸۳ / تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۲۰۸ / بعض کتابوں میں ستین سنۃ نقل ہوا ہے / بحار الانوار، ج ۶۹، ص ۲۹۳۔

Presented by Ziaraat.Com

اپنے وجود کے متعلق سوچنا چاہیے اور خدا کی اس قدرت نمائی کو کہ جس کو اپنے وجود اور کتاب کائنات میں مشاہدہ کرتا ہے اس کے بارے میں غور کرنا بھی انسان کے لیے بلند ترین فکر ہے۔

دوسری فکر کہ جس کی بہت زیادہ اہمیت ہے دنیا کی بے وفائی کے متعلق سوچنا ہے۔ انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ دنیا جلد ختم ہو جانے والی ہے لہٰذا اسے اہمیت نہیں دینا چاہیے بلکہ حوادث اور گذشتہ لوگوں کی تاریخ سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ ان چیزوں کے بارے میں سوچنے والا دنیا سے دل نہیں لگائے گا اور اس سے محبت نہیں کرے گا۔

تحصیل علم بھی خدا ہی کے لیے ہونا چاہیے دنیا کے لیے نہیں۔ اگر دنیا کے لیے ہو گا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ علمی مطالب توحید اُصولِ دین فقہ احکام اخلاق تفسیر مختصر یہ کہ اسلامی علوم کے بارے میں غور کرنا بھی فکر کی اعلیٰ قسموں میں سے ہے۔

.......❁.......

Presented by Ziaraat.Com

......✱......

# دوسری تقریر

## تحصیل علم کی فضیلت' اس کا ثواب اور طالب علم کے فرائض

تحصیل علم کی فضیلت

معرفتِ خدا کے نتائج

پہلے علم حاصل کرے پھر دوسروں کی ہدایت کرے

طالبانِ علم کے فرائض

علم خدا کے لیے

علم' عمل کے ساتھ ہے

علم تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ ہے

علم حُسنِ اخلاق کے ساتھ ہے

علم استاد کی تعظیم کے ساتھ ہے

انسان کے لیے جن بلند ترین صفاتِ کمال کا تصور کیا جا سکتا ہے ان میں سے علم بھی ہے

......✿......

Presented by Ziaraat.Com

قرآنِ مجید کی بہت سی آیتیں ہیں جو علم کی فضیلت کو بیان کر رہی ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

(سورۂ علق' آیات ۱ تا ۵)

ان ابتدائی آیتوں میں انسان کے وجود کو بیان کیا گیا ہے جو کہ علقہ سے بنا ہے اس کے بعد انسان کے بلند ترین مرتبہ' علم کو بیان کیا گیا ہے۔

بہت سی حدیثوں میں بھی علم کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

رسولؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

تَعَلَّموا العِلمَ فإنَّ تَعَلُّمَهُ حَسَنَةٌ وَ مُدارَسَتَهُ تَسبِيحٌ' وَالبَحثَ عَنهُ جِهادٌ' و تَعلِيمَهُ مَن لا يَعلَمُهُ صَدَقَةٌ' وَ بَذلُهُ لأهلِه قُربَةٌ' لأنّه مَعالِمُ الحَلالِ و الحَرامِ' وَسالِكٌ بِطالِبِه سُبُلَ الجَنَّةِ' وَ مُونِسٌ في الوحدةِ' وَ صاحِبٌ في الغُربَةِ' وَ دَلِيلٌ علىٰ السَّرّاءِ' وَ سِلاحٌ علىٰ الأعداءِ' وَزَينُ الأخلاءِ' يَرفَعُ اللّٰهُ بِهِ أقواماً يَجعَلُهُم في الخَيرِ أئِمَّةً يُقتَدىٰ بِهِم' تُرمَقُ أعمالُهُم وَ تُقتَبَسُ آثارُهُم و تَرغَبُ المَلائِكَةُ في خُلَّتِهِم لأنَّ العِلمَ حَياةُ القُلُوبِ و نُورُ الأبصارِ مِنَ العَمَىٰ و قُوَّةُ الأبدانِ مِنَ الضَّعفِ و يُنزِّلُ اللّٰهُ حامِلَهُ مَنازِلَ الأحِبّاءِ و يَمنَحُهُ مُجالَسَةَ الأبرارِ في الدُّنيا و

Presented by Ziaraat.Com

الآخِرَةِ بالعلم يُطاعُ اللهُ و يُعبَدُ وبالعِلمِ يُعرَفُ اللهُ و يُوحَّدُ

وبِهِ تُوصَلُ الأرحَامُ وبِهِ يُعرَفُ الحَلالُ وَ الحَرامُ و العِلمُ

إمامُ العَقلِ وَ العَقلُ يُلهَمُهُ السُّعَدَاءُ وَ يُحرَمُهُ الأشقِياءُ

(تحف العقول ص ۲۸/ بحار الانوار ص ۱۶۶/ امالی صدوق ص ۶۱۵)

تَعَلَّمُوا العِلمَ فَإنَّ تَعَلُّمَهُ حَسَنَةٌ

"علم حاصل کرو، بے شک علم حاصل کرنا حسنہ و نیکی ہے اور اس کی طلب میں رہنا عبادت ہے۔"

عبادت بھی انسان کی پیدائش کی غرض غایت ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالإنسَ إلَّا لِيَعبُدُونِ (سورۂ ذاریات' آیت ۵۶)

"اور ہم نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ وہ ہماری عبادت کریں۔"

پس انسان کی غرض تخلیق عبادت کرنا ہے اور علم صرف عبادت ہی نہیں بلکہ بلند ترین عبادت ہے' کیوں کہ یہ تمام عبادتوں کا مقدمہ ہے۔ اگر علم نہ ہو تو انسان یہ نہیں سمجھ پائے گا کہ کس طرح عبادت کرے:

وَ مُذاكَرَتُهُ تَسبِيحٌ

"علم کا مباحثہ و مذاکرہ کرنا تسبیح ہے۔"

اگر انسان خدا کا ذکر کرے' مثلاً سُبحانَ اللهِ وَ الحَمدُلِلّٰهِ وَ لا إلٰه إلاّ اللّٰهُ و اللّٰهُ اکبَرُ کہے یا لاحَولَ وَلاقُوَّةَ إلّا بِاللّٰهِ العَلِيِّ العَظِيمِ کہے تو جتنا اس کے ذکر کا ثواب ہے اتنا ہی علم کے مباحثہ و مذاکرہ کا ثواب ہے۔ ایک حدیث میں رسولؐ نے فرمایا ہے: جب مومن بندہ تسبیح کرتا ہے' خدا کو پاکی کے ساتھ متصف' کرتا ہے اور سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ وَلا إلٰه إلاّ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اکبَرُ کہتا ہے تو خدا اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے لیے جنت میں ایک

Presented by Ziaraat.Com

پودہ لگاؤ تا کہ بہشت کے یہ درخت پھل دینے لگیں اور اس کے لیے جنت کا میوہ تیار ہو جائے۔[1]

مختصر یہ کہ جتنا تسبیح کا ثواب ہے اتنا ہی ثواب علم کے مذاکرہ کا بھی ہے:

والبَحثُ عَنهُ جِهادٌ و تَعلِيمُهُ مَن لا يَعلَمُه صَدَقَةٌ و بَذلِهِ لأهلِهِ قُربَةٌ

"علمی مباحثہ کا ثواب راہِ خدا میں جہاد کے برابر ہے اور اہل کو علم سکھانا خدا کے تقرب کا باعث ہے اور جو نہیں جانتا اسے تعلیم دینا' صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔"

علم کا اتنا زیادہ ثواب کیوں ہے؟

فرماتے ہیں:

لأنّهُ مَعالِمُ الحَلالِ وَالحَرامِ

"اس لیے کہ علم کے ذریعے انسان حلال و حرام (اچھے بُرے اور خوب و بد) کو جان لیتا ہے (اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں)۔"

وَسالِكٌ بِطالِبِهِ سُبُلَ الجَنَّةِ

"علم اپنے طالب و شائق کو جنت میں لے جاتا ہے۔"

---

(۱) وسائل الشیعہ' ج۷، ص۱۸۵' عن ابی جعفرؑ فی حدیث ان رسولؐ اللّٰہ قال لرجل: اذا اصبحت و امسیت فقل سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ ولا الہ اللّٰہ و اللّٰہ اکبر' فان لك ان قلته بکل تسبیحة عشر شجرات فی الجنة من انواع الفاکهة هن الباقیات الصالحات. وسائل الشیعه ج۸، ص۱۸۶ عن ابی جعفرؑ قال: قال رسولؐ اللّٰہ: من قال سبحان اللّٰہ غرس اللّٰہ له بها شجرة فی الجنة ومن قال الحمدللّٰہ غرس اللّٰہ له بها شجرة فی الجنة ومن قال لا اله الا اللّٰہ غرس اللّٰہ له بها شجرة فی الجنة ومن قال اللّٰہ اکبر غرس اللّٰہ له بها شجرة فی الجنة. فقال رجل من قریش: یا رسولؐ اللّٰہ ان شجرنا فی الجنة لکثیر؟ فقال: نعم ولکن ایاکم ان ترسلوا علیها نیراناً فتحرقوها و ذلك ان اللّٰہ عز و جل یقول: (یا ایها الذین آمنوا اطیعوااللّٰہ و اطیعوالرسول ولا تبطلوا اعمالکم)۔

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ فرماتے ہیں:

مَن سَلَکَ طَرِیقاً یَطلِبُ فِیہِ عِلماً سَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ طَرِیقاً اِلیٰ الجَنَّۃِ[1]

”جو شخص تحصیل علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے خداوند عالم اس کے راستہ کو جنت تک پہنچا دیتا ہے (یعنی تحصیل علم کا سلسلہ جنت پر ختم ہوتا ہے)۔“

و مونِسٌ فی الوحدۃ

”علم تنہائی میں انسان کا مونس ہوتا ہے۔“

وَ صاحِبٌ فی الغُربَۃ

”علم غربت و وحشت میں انسان کا ساتھی اور رفیق ہوتا ہے۔“

و دَلِیلٌ علیٰ السرّاء

”اور علم تنگی و خوش حالی میں انسان کی راہ نمائی کرتا ہے۔“

علم انسان کو سختیوں پر صبر کرنے کا حوصلہ دیتا ہے اور اجر و پاداش کی اُمید دلاتا ہے' نعمت کی فراوانی اور عیش کے زمانہ میں بھی اس کی راہ نمائی کرتا ہے۔ علم انسان کو خدا کا شکر ادا کرنے کی رغبت دلاتا ہے اور ہر نعمت کو اس کے موقع محل پر صرف کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

جب انسان کو خدا کی معرفت ہو جاتی ہے تو اس کے اندر علم حاصل کرنے کی حرص پیدا ہوتی ہے اور چوں کہ خدا کے احکام و دستورات علم پر موقوف ہیں لہٰذا جب تک علم حاصل نہیں کرے گا اس وقت تک وہ خدا کے احکام سے واقف نہیں ہوگا۔

درج ذیل روایات میں ارشاد ہے:

---

(۱) کافی' ج۱، ص۳۴' امالی صدوق ۶۰' المجلس الرابع عشر' ثواب الاعمال' ص ۱۳۱' عن ابی عبداللہ ؑ قال: قال رسول اللّٰہ: من سلک طریقاً یطلب فیہ علماً سلک اللہ بہ طریقا الیٰ الجنۃ و ان الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم رضاً بہ وانہ یستغفر لطالب العلم من فی السماء ومن فی الارض حتی الحوت فی البحر و فضل العالم علیٰ العابد کفضل القمر علیٰ سائر النجوم لیلۃ البدر وان العلماء ورثۃ الانبیاء. ان الانبیاء لم یورثوا دینارا اولاد رھما ولکن ورثوا العلم فمن اخذ منہ اخذ بحظ وافر۔

Presented by Ziaraat.Com

بالعلمِ یُطاعُ اللّٰہُ و یُعبَدُ و بالعلمِ یُعرَفُ اللّٰہُ و یوحّد

''صرف علم کے ذریعے خدا کی معرفت ہوتی ہے اور علم ہی کے ذریعے اس کی عبادت کی جاتی ہے۔''

پس علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جہاں تک ہو سکے تحصیل علم میں خلوص سے کام لینا چاہیے فقط خدا کے واسطہ علم حاصل کرے منصب و مال کے لیے نہیں۔ علم کو علم ہی کے لیے حاصل کرے' دنیا کمانے کے لیے نہیں:

أقبل علیٰ النّفسِ و استکمِل فضائِلَھا

فأنتَ بالنفسِ لا بالجسمِ اِنسانُ

''اپنی روح کی طرف پوری طرح متوجہ رہو اور یہ کوشش کرو کہ تمھاری روح فضائل و کمالات سے آراستہ ہو جائے کیوں کہ تمھاری انسانیت روح کی وجہ سے ہے نہ کہ جسم و بدن کی وجہ سے'' (کشکول شیخ بہائی' ص ۱۷۵)۔

انسان کو چاہیے کہ علم کے حصول اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور جب انسان کماحقہ علم میں کامل ہو جائے اور اس کے مطابق عمل کرنے لگے تو دوسروں کی ہدایت کے لیے قدم اُٹھائے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

من علم باب ھدی فلہ مثل اجر من عمل بہ ولا ینقص اولئك من اجورھم شیئاً ومن علم باب ضلال کان علیہ مثل اوزار من عمل بہ ولا ینقص اولئك من اوزارھم شیئاً

''جو شخص لوگوں کے لیے ہدایت کا باب کھولتا ہے اس کا اجر اس ہدایت پر عمل کرنے والے کے برابر ہے جب کہ عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور اگر کسی شخص نے لوگوں کی گم راہی و ضلالت کے راستہ پر لگا دیا تو اس شخص کو وہی سزا ملے گی جو عمل کرنے والوں کی ہے جب کہ ان

Presented by Ziaraat.Com

کی سزا و عقوبت میں کوئی کمی نہیں ہوگی (کافی ج۱، ص۳۵)۔

انسان کو چاہیے کہ لوگوں کو ہدایت کرے لیکن دوسروں کو ہدایت کرنے سے پہلے خود عمل کرے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَن نَصَّبَ نَفسَهُ لِلناسِ إماماً فَليبدأ بِتَعلِيمِ نَفسِهِ قَبلَ تعليمِ غَيرِهِ وَليكُن تَادِيبَهُ بسيرَتِهِ قَبلَ تَاديبِهِ بِلسانِهِ و مُعَلِّمُ نفسِهِ و مُؤدِّبُها أحقُّ بالإجلال مِن مُعَلِّمِ النَّاسِ و مُؤدِّبِهِم

"جو شخص لوگوں کا پیشوا بنتا ہے اسے چاہیے کہ لوگوں کو تعلیم دینے سے پہلے خود علم حاصل کرے اور زبان سے تعلیم و تادیب کرنے سے قبل اپنی سیرت کو سنوار لے۔ واضح رہے کہ اپنے نفس کو تعلیم و تادیب کرنے والا لوگوں کو تعلیم و تادیب دینے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے" (نہج البلاغہ کلمہ حکمت:۷۳)۔

## طالبانِ علم کے فرائض

(۱) طالب علم کا ایک فریضہ یہ ہے کہ وہ صرف خدا کی خوشنودی کے لیے علم حاصل کرے کیوں کہ علم ایک عظیم عبادت ہے لہٰذا صرف خدا کے لیے ہونی چاہیے۔

طالب علم کو خلوص کا پیکر ہونا چاہیے اور اسے خدا سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ اسے علم و عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، تحصیل علم کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

قرآنِ مجید فرماتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۂ عنکبوت، آیت ۶۹)

"جو لوگ ہماری راہ میں بھاگ دوڑ اور جاں فشانی، جہاد کرتے ہیں انھیں ہم ضرور منزلِ مقصود تک پہنچائیں گے۔"

(۲) اس کے علاوہ طالب علم کو اپنے علم پر عمل کرنا چاہیے کیوں کہ عمل کے بغیر علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے:

Presented by Ziaraat.Com

العالِمُ بِلا عَمَلٍ كالشَّجرِ بِلا ثَمَرٍ

"بے عمل عالم بے ثمر درخت کی مانند ہے۔"

(۳) علم کو تقویٰ پرہیزگاری کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے نفس کو نفسانی ملکات' بہترین اخلاق اور پسندیدہ صفات' حلم و بُردباری' تواضع و انکساری' راستی وسچائی' توکل و رضا اور صبر سے آراستہ کرے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَا شِيبَ شَيءٌ بِشَيءٍ أحسنُ مِن حِلمٍ بِعِلمٍ

"اس علم سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ جس کے ساتھ حلم ہوتا ہے" (بحار الانوار' ج۲، ص۵۳)۔

حلم و بردباری انبیاء کی صفت ہے' اس صفت کے ذریعے خدا نے ان کی مدح کی ہے۔

طالب علم کو علم کے ساتھ حُسنِ خلق کا حامل بھی ہونا چاہیے۔

(۴) رسولؐ فرماتے ہیں:

إنَّ أكمَلَ المُؤمِنِينَ إيماناً أحسَنُهُم خُلُقاً

"بے شک مومنین میں سے انھیں لوگوں کا ایمان کامل ہے کہ جن کا اخلاق اچھا ہے۔"

خداوند عالم نے اسی صفت کے ساتھ اپنے حبیبؐ کی تعریف کی ہے' فرماتا ہے:

وَإنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (سورۂ قلم' آیت ۴)

"بے شک آپؐ اخلاق کے بلند ترین درجہ پر فائز ہیں۔"

حُسنِ خلق آئمہؑ کی صفت رہا ہے۔

ایک روایت میں منقول ہے:

خِيارُكُم أحسَنُكُم أخلاقاً الّذينَ يَألَفُونَ و يُؤلَفُون

(۱) وسائل الشیعہ' ج۱۲، ص۱۵۶' بحار الانوار' ج۷۷، ص۱۵۱' یہ روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی نقل ہوئی ہے' ملاحظہ فرمائیں وسائل الشیعہ' ج۱۲، ص۱۴۸۔

Presented by Ziaraat.Com

''تم میں سے وہی لوگ اچھے ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے اور لوگوں سے اُلفت رکھتے ہیں اور وہ بھی ان سے اُلفت رکھتے ہیں'' (بحارالانوار، ج ۷۷، ص ۱۴۹)۔

ایک دوسری روایت میں بیان ہوا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ: اوّلُ ما یوضَعُ فی مِیزانِ العَبدِ یَومَ القیامةِ حُسنُ خُلقِهِ

''روزِ قیامت میزانِ عمل میں سب سے پہلے حُسنِ خلق ہی رکھا جائے گا'' (بحارالانوار، ج ۷۱، ص ۳۸۵)۔

رسولؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

اَلا اُخبِرُکُم بِأشبَهِکُم بِی اَخلاقاً؟ قالوا: بلیٰ یا رسولَ الله! قال احسَنُکُم اخلاقاً و اعظَمُکُم حِلماً و اَبَرُّکُم بِقَرابَتِه و اَشَدُّکُم اِنصافاً مِن نَفسِهِ فی الغَضَبِ و الرِّضا [۳]

''کیا میں تمھیں یہ خبر نہ دوں کہ اخلاق کے لحاظ سے کون مجھ سے زیادہ مشابہ ہے؟ سب نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! بتایئے۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے وہ شخص مجھ سے مشابہ ہے جس کا اخلاق تم میں سب سے اچھا ہے جو حلم و بُردباری میں عظیم اور اپنے قرابت داروں پر زیادہ احسان کرنے والا اور خوشی و ناخوشی کے موقع پر اپنے نفس سے انصاف کرنے والا ہو''

(۵) طالب علم کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کا شائستہ طریقہ سے احترام کرے۔

رسولؐ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللهَ تَعَالیٰ وَضَعَ اَربَعاً فی اَربَعٍ، بَرَکَةَ العِلمِ فی تَعظِیمِ الاُستاذِ و بقاءَ الایمانِ فِی تَعظِیمِ اللهِ وَلَذَّةَ العَیشِ فِی بَرِّ الوَ

---

(۳) کافی، ج ۲، ص ۲۴۰ وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۱۹۳ بحارالانوار، ج ۶۶، ص ۳۰۶، ج ۷۴، ص ۱۵۴، تحف العقول ۴۸۔

Presented by Ziaraat.Com

الدّین والنّجاۃَ مِنَ النّارِ فِی ترکِ ایذاءِ الخَلقِ(الاثنا عشریۃ فیما روتہ العالمۃ من الاخبار النبویۃ)

خدا نے چار چیزوں کو چار چیزوں میں رکھا ہے:

(الف) علم کی برکت اس میں ہے کہ جب طالب علم اپنے استاد کو دیکھے تو اس کا احترام کرے۔ جب اس کی شان کے مطابق اس کا احترام کرے گا تو اس کے علم میں برکت و افزائش ہو گی اور اگر اس کے شایانِ شان اس کا احترام نہیں کرے گا تو یہ علم اس کے پاس نہیں رہے گا۔

(ب) اگر انسان خدا کی عظمت' موجودات کے بارے میں غور و فکر کرے تو اس کے اندر ایمان باقی رہے گا۔ لیکن اگر خدا کی عظمت کے بارے میں غور و فکر نہیں کرے گا تو وہ علم سے تہی دامن ہو جائے گا۔

(ج) ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں زندگی کی لذت رکھی گئی ہے۔ ماں باپ کے ساتھ جتنی زیادہ نیکی کی جائے گی اسی تناسب سے دنیا و آخرت میں کام یابی نصیب ہو گی اور زندگی میں لذت محسوس ہو گی۔

(د) لوگوں کو نہ ستانے میں جہنم سے نجات رکھی گئی ہے۔ یعنی جو شخص کسی کو بھی اذیت نہیں پہنچاتا ہے خدا اسے جہنم سے محفوظ رکھتا ہے۔ پس ہمیں متقی و پرہیزگار بننے کی کوشش کرنا چاہیے' حُسنِ اخلاق اور پسندیدہ صفات سے متصف ہونا چاہیے۔ ماں' باپ اور اساتذہ کا احترام کرنا چاہیے اور جہاں تک ہو سکے لوگوں کو آزار نہ پہنچائیں۔

......✹......

Presented by Ziaraat.Com

# تیسری تقریر

## علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

علم عبادت کا سبب ہے

علم حاصل کرنے اور لوگوں کو ہدایت کرنے کی فضیلت

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے صحابی حضرت کمیل بن زیاد نخعیؒ سے فرمایا:

اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبُ اَوْعِیَۃٌ فَخَیْرُھَا اَوْعَاھَا

"بے شک لوگوں کے یہ دل ظرف ہیں اور ان میں سے بہترین ظرف وہی ہیں جن میں زیادہ گنجائش ہوتی ہے' جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہے۔"

(نہج البلاغہ' کلمہ حکمت:۱۴۷)

حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول: "فخیرھا اوعاھا" سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ابتدا میں استعدادوں میں فرق ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں کی وسعت و نگہداشت آغاز ہی سے مختلف ہیں اور چناں چہ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ تمام لوگوں سے اعتقادات اور شرعی فرائض کی انجام دہی کا مطالبہ کیا گیا ہے لیکن ہر شخص سے اس کی عقل کے مطابق صحیح ایمان و عقیدہ کا مطالبہ کیا گیا ہے کیوں کہ اس لحاظ سے لوگ یکساں نہیں ہیں:

فاحفظ عنی ما اقول لک: النَّاسُ ثَلَاثَۃٌ' فعالِمٌ رَبَّانِیٌّ و مُتَعَلِّمٌ عَلٰی سبیلِ نَجَاۃٍ وَ ھَمَجٌ رَعَاعٌ أتباعُ کُلِّ نَاعِقٍ یَمیلُونَ مَعَ کُلِّ رِیحٍ لَم یستَضِیئوُا بِنُورِ العِلمِ وَلَم یَلجَؤوا اِلٰی رُکنٍ وَثِیقٍ

لہٰذا جو میں تم سے بیان کروں اسے یاد کرلو۔ دنیا کے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

① عالم ربانی: انبیاء و آئمہ اطہارؑ جو کہ علم خدا کے مظہر ہیں۔ ان کی نمایاں فرد ہیں ان کے بعد علما ہیں' عالم کو ربانی کہنے کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں:

(الف) ممکن ہے رب اور اللہ کی طرف منسوب ہو یعنی وہ عالم کہ جس نے خدا کی ربوبیت کو قبول کرلیا ہے۔

(ب) ممکن ہے ربانی سے مراد لوگوں کی تربیت کرنے والا ہو کیوں کہ وہی لوگوں کی تربیت کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(۲) جو لوگ علما کے علم سے استفادہ کرتے ہیں اور راہِ نجات طے کرتے ہیں اور علم آموزی و مطالعہ میں منہمک رہتے ہیں۔

(۳) وہ لوگ ہیں جو مکھی مچھروں کی مانند ہیں جن کو ہوا جس طرف چاہتی ہے لے جاتی ہے۔ یہ ہر پکارنے والے کے پیچھے چل دیتے ہیں کیوں کہ ان کے دل نورِ علم سے روشن نہیں ہوتے ہیں اور انھیں نے محکم و مضبوط سہارے سے ٹیک نہیں لگائی ہے:

يَا كُمَيلُ! اَلعِلمُ خَيرٌ مِنَ المَالِ، العِلمُ يَحرُسُكَ وَ اَنتَ تَحرُسُ المَالَ

''اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے کیوں کہ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے جب کہ مال کی تمھیں حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ علم تمھیں تمام دنیوی اور اُخروی خطروں سے بچاتا ہے حالاں کہ مال کی حفاظت تمھیں کرنا پڑتی ہے۔''

ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ ایک چیز انسان کی حفاظت کرتی ہے اور دوسری کی خود انسان حفاظت کرتا ہے:

وَالمَالُ تَنقُصُهُ النَفَقَةُ، والعِلمُ يَزكُوا علىٰ الانفاقِ وصَنِيعُ المَالِ يَزُولُ بِزَوالِهِ

''مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے لیکن علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور جو شخص مال کی وجہ سے بڑا بنا ہے اگر اس کا مال ختم ہو جائے تو اس کی عزت بھی ختم ہو جائے گی۔ لیکن علم کبھی ختم نہیں ہوتا وہ ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔''

مَعرِفَةُ العِلمِ دِينٌ يُدانُ بِهِ

''علم کی معرفت خود دین ہے، جس کی آخرت میں جزا دی جائے گی۔''

بِهِ يَكسِبُ الانسانُ الطَّاعَةَ فِي حَيَاتِهِ

''علم کے سبب انسان اپنی زندگی میں عبادت و اطاعت کرتا ہے۔''

وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالإنسَ إلَّا لِيَعبُدُونِ (سورۂ ذاریات، آیت ۵۶)

Presented by Ziaraat.Com

''میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں۔''

وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ (سورۂ بینۂ آیت ۵)

''انھیں اس کے علاوہ کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ مخلصانہ خدا کی عبادت کریں۔''

مختصر یہ کہ عالم کی خلقت کا مقصد خدا کی عبادت واطاعت کرنا ہے اور علم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی عبادت کس طرح کریں اور علم نہ ہو تو انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کس طرح انفاق کرے؟ کس طرح نماز پڑھے؟ کیسے معاشرت کرے؟ خلوص کیسے پیدا کرے؟ ان تمام چیزوں کو علم دین بیان کرتا ہے:

بِهِ يَكْسِبُ الاِنسانُ الطّاعَةَ فِي حَياتِهِ

کے معنی یہ ہیں کہ انسان علم دین کے ذریعے سے اپنی زندگی میں خدا کی عبادت و طاعت کو اپنا شعار بنالیتا ہے:

وَجَمِيلَ الاُحدُوثَةِ بَعدَ وَفاتِهِ

''اور اس کے مرنے کے بعد اس کا نام علم ہی کے ذریعے زندہ رہتا ہے۔''

العِلمُ حَاكِمٌ و المَالُ مَحكُومٌ عَلَيهِ

''علم حکم دیتا ہے کہ فلاں مال حلال ہے' فلاں حرام ہے' کس ذریعے سے حاصل کرنا چاہیے اور کس طریقہ سے فراہم کرنا چاہیے اور کس طرح خرچ کرنا چاہیے۔''

هَلَكَ خُزّانُ الأموالِ وهُم أحياءٌ

''مال جمع کرنے والے جیتے جی مر جاتے ہیں۔''

و العُلَمَاءُ بَاقُونَ مَا بَقِيَ الدَّهرُ' أعيَانُهُم مَفقُودَةٌ' و أمثالُهُم فِي القُلُوبِ مَوجُودَةٌ

''ہاں علما زندہ ہیں جب تک زمانہ باقی ہے اگرچہ ان کے بدن فنا ہو جاتے ہیں' آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں لیکن ان کی یاد (اور تصویر) دلوں میں موجود رہتی ہے۔''

Presented by Ziaraat.Com

مثلاً شیعوں کے بڑے علما نے تصنیفات و تالیفات کا عظیم سرمایہ چھوڑا ہے۔ اس کے سبب وہ زندہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت وہ معاشرہ میں موجود نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی طرف منسوب اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اَلنّاسُ مِن جِهَةِ التِّمثالِ أکفاءُ
اَبُوهُم آدمٌ و الأُمُّ حوّاءُ
لا فَضلَ اِلاّ لِأهلِ العِلمِ أنّهُم
عَلَی الهُدیٰ لِمَنِ استَهدیٰ أدِلّاءُ
فَقُم بِعِلمٍ وَلا تَبغِی لَهُ بَدَلاً
فالناسُ مَوتَیٰ وَ أهلُ العِلمِ أحیاءُ[1]

”لوگ شکل و صورت میں ایک جیسے ہیں ان کے باپ آدمؑ اور ماں حواؑ ہیں۔ اہل علم کے علاوہ کسی کو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے کیوں کہ وہ ہدایت چاہنے والوں کے لیے راہ نما ہیں۔ پس علم کے لیے کوشش کرو اور کسی چیز کو اس کا عوض نہ سمجھو کیوں کہ اہل علم ہی زندہ ہیں اور سب مردہ ہیں۔“

دوسرا شاعر کہتا ہے:

اَلعِلمُ اَنفَسُ شَیءٍ اَنتَ ذاخِرُهُ
مَن یَدرُسِ العِلمَ لَم تَدرُس مفاخِرُهُ

(۱) دیوان امیر المومنین علیہ السلام، ابیات ۱-۷

النّاس مِن جهة التمثال اکفاءُ — أبوهم آدمٌ و الأُمُّ حوّاءُ
و اِنّما أمّهاتُ النّاسِ أوعیةٌ — مستودعاتٌ و للأحسابِ آباءُ
فان یکُن لَهُم مِن أصلِهِم شَرَفٌ — یُفاخِرُونَ بِهِ فالطینُ و الماءُ
فان أتیتَ بفخرٍ مِن ذَوی نَسَبٍ — فانّ نِسبَتَنا جودٌ و عَلیاءُ
لا فَضلَ اِلاّ لأهلِ العِلمِ اِنّهُمُ — علیٰ الهُدیٰ لِمَنِ استهدیٰ ادلّاءُ
وقیمةُ المَرءِ ما قَد کانَ یُحسِنُهُ — و الجاهِلونَ لأهلِ العلمِ أعداءُ
فَقُم بِعلمٍ ولا تَبغی له بَدَلاً — فالنّاسُ موتیٰ و أهلُ العِلمِ أحیاءُ

Presented by Ziaraat.Com

فقُم بعلمٍ ولا تَطلُب لَہُ بَدَلاً
فَاَوَّلُ العلمِ اِقبالٌ و آخِرُہُ

"علم بڑی قیمتی چیز ہے تم اسے ذخیرہ کر سکتے ہو اور جو شخص درس دیتا ہے اور درس دینا جانتا ہے اس کے مفاخر پرانے نہیں ہوتے ہیں پس علم کے حصول کے لیے اُٹھو اور کسی چیز کو اس کا عوض قرار نہ دو کیوں کہ علم کے آغاز میں بھی اقبال اور انتہا میں بھی اقبال ہے۔"

اگر کوئی شخص کسی کو ہدایت کر دیتا ہے تو اس کے لیے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج نے روشنی ڈالی ہے۔[1]

اگر کوئی شخص علم میں کامل ہو گیا اور اس نے لوگوں کو ہدایت نہ کی تو بے علم ان کی ہدایت کریں گے اور اس سے جو غلط نتائج برآمد ہوں گے وہ واضح ہیں:

بہ هرچہ از راہ دور افتی چہ کفر آن حرف و چہ ایمان
بہ هرچہ از دوست وامانی چہ زشت آن نقش و چہ زیبا
سخن کز روی دین گویی چہ عبرانی چہ سریانی
مکان کز بھر حق جویی چہ جابلقا چہ جابلسا
شھادت گفتن آن باشد کہ ھم زوال در آشامی
ھمہ دریای ھستی رابدان حرف نھنگ آسا
چو علمت ھست خدمت کن چو دانایان کہ زشت آید
گرفتہ چینیان احرام و مکی خفتہ در بطحا[2]

تیسرے شعر کے یہ معنی ہیں:

(۱) بحارالانوار ج۳۲، ص۴۴۸ قال امیرالمومنین: فان رسول اللہ قال لی یوم خیبر: لان یھدی اللہ بك رجلا واحداً خیرلك مما طلعت علیہ الشمس۔

(۲) دیوان سنائی غزنوی در مقام اہل توحید اس کا مطلع یہ ہے: مکن در جسم و جان منزل کہ این دون است و آن والا۔

Presented by Ziaraat.Com

"لا الہ الا اللہ کے معنی ہیں کہ انسان خدا کے علاوہ تمام چیزوں کو خود سے دور کر دے اور اس کا دل صرف خدا کی محبت کا مرکز قرار پائے' اس کی توجہ خدا کی طرف ہونا چاہیے بس اس کی محبت ہونی چاہیے۔ واضح رہے رسولؐ و آلؑ رسولؐ کی محبت خدا ہی کی محبت ہے۔ اسی طرح مومنین کی آپس کی محبت بھی خدا ہی کی طرف پلٹتی ہے کیوں کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے محبت کرتا ہے تو اس کے متعلقین سے بھی محبت کرتا ہے۔"

......★......

Presented by Ziaraat.Com

# توحید

Presented by Ziaraat.Com

# پہلی تقریر

## ظہور حق تعالیٰ اور اس کے پوشیدہ ہونے کی علت

وجودِ خدا ہر شے سے زیادہ آشکار ہے

انسان کے بدلتے ہوئے حالات اثباتِ صانع کی دلیل ہے

خدا کی ضد نہ ہونا اس کے پوشیدہ ہونے کی علت ہے

انسان کا اپنے کھانے کے بارے میں غور کرنا بھی توحید کی ایک دلیل ہے

Presented by Ziaraat.Com

اس کائنات کا بنانے والا خدا ہے اور اس کا وجود ہر چیز سے زیادہ آشکار ہے۔ خدائے متعال فرماتا ہے:

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (سورۂ ابراہیم آیت ۱۰)

"کیا خدا کے وجود میں کوئی شک ہے؟ اس خدا کے بارے میں جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔"

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں بارگاہِ خدا میں اس طرح عرض پرداز ہیں:

ایکونُ لغیرکَ مِنَ الظهور ما لیس لَکَ حتّٰی یکونَ هوَ المُظهِرُ لَکَ متیٰ غِبتَ حتّٰی تَحتاجَ الیٰ دلیلٍ یَدُلُّ علیکَ و متیٰ بَعُدتَ حتّٰی تَکونَ الآثارُ هی التی توصِلُ الیکَ

"معبودا! کیا تیرا غیر تجھ سے زیادہ آشکار و ظاہر ہے کہ وہ تجھے دکھلوائے اور تجھے ظاہر و آشکار کرے؟ تُو غائب ہی کب تھا کہ جس سے ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی جو تیری طرف راہ نمائی کرے اور تُو دور ہی کب تھا کہ تیرے آثار تیرے وجود کو ثابت کرتے" (بحار الانوار ج ۹۸، ص ۲۲۶ مفاتیح الجنان اعمال عرفہ کے ذیل میں امام حسینؑ کی دعائے عرفہ)۔

اس دعا کا جو مفہوم ہے وہ آئمہ ہی سے مخصوص ہے وہ ہر چیز میں پہلے خدا کو دیکھتے ہیں بعد میں اس کے غیر کو مشاہدہ کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

ما رأیت شیئاً الّا و رأیتُ اللّٰهُ قبلَهُ و بعدَهُ و معَهُ [1]

"میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس سے پہلے' اس کے بعد اس کے ساتھ خدا کو دیکھا ہے" (کلمات مکنونہ از فیض:۳)۔

دعائے ابوحمزہ ثمالی میں امام زین العابدین علیہ السلام بارگاہِ خدا میں اس طرح عرض کرتے ہیں:

بکَ عرَفتُکَ و انتَ دَلَلتنی علیکَ ولو لا انت لم ادرِ ما انت

"معبُود! مجھے تیری معرفت تجھ ہی سے ہوئی ہے خود تُو نے مجھے اپنی معرفت سے سرفراز کیا ہے اگر تُو نہ ہوتا تو مجھے تیری معرفت نہ ہوتی" (مفاتیح الجنان اعمال سحر ماہِ رمضان' دعائے ابوحمزہ ثمالی)۔

هُوَ الأوّلُ و الآخِرُ و الظّاهِرُ و الباطِنُ وهو بکلّ شیءٍ علیمٌ

"وہی اوّل ہے' وہی آخر ہے' وہی ظاہر ہے' وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" (حدید:۳)۔

روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دن کچھ خدا کے منکر مسجد الحرام میں بیٹھے تھے ان میں عبداللہ بن مقفع [1] اور ابن ابی العوجاء بھی تھا۔

ابن مقفع مسجد الحرام کے ایک گوشہ میں بیٹھا تھا۔ مسجد کے ایک گوشہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے' کچھ مسلمان خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے' اسی اثنا میں ابن مقفع نے ابن ابی العوجاء کو مخاطب کر کے کہا: یہ لوگ کہ جن کو تم دیکھ رہے ہو' ان میں کوئی بھی آدمی نہیں ہے' ہاں مسجد کے فلاں گوشہ میں جو آدمی بیٹھا ہے وہ واقعی انسان کامل ہے۔ اس کا اشارہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف تھا۔

---

(۱) البتہ یہ معلوم نہیں ہے کہ ابن مقفع بعد میں ایمان لایا کہ نہیں۔ ابن مقفع نے ہی کتاب کلیلہ و دمنہ کا قدیم فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ کتاب "کلیلہ و دمنہ" ہندوستان میں لکھی گئی تھی اور وہاں سے انوشیرواں کے قاصد ایران لائے تھے اور قدیم فارسی میں اس کا ترجمہ کیا گیا تھا۔ پھر ابن مقفع نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس دور کے مشہور شاعر رودکی نے اس کا منظوم ترجمہ کیا۔ پھر غزنویں کے عہد میں اسی کتاب کا معمولی فارسی میں ترجمہ ہوا اور صفویوں کے زمانہ میں ملا حسین کاشفی سبزواری نے اس کا ترجمہ نہایت ہی سادہ زبان میں انوار سہیلی کے نام سے کیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

ابن ابی العوجاء نے کہا: یہ تم کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا وہ تمام لوگوں سے جدا ہیں؟ وہ بھی ہماری طرح انھیں میں سے ایک ہیں۔

ابن مقفع نے کہا: ایسا نہیں ہے' جو بات میں نے ان کے اندر دیکھی ہے وہ کسی اور میں نہیں دیکھی۔ ابن ابی العوجاء نے کہا: ان کے بارے میں تم نے جو بات کہی ہے اس کو پرکھنا چاہیے۔

ابن مقفع نے کہا: ایسا نہ کرنا' کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنے مسلک سے ہاتھ دھو بیٹھو!

ابن ابی العوجاء نے کہا: یہ تم اس لیے کہہ رہے ہو کہ تمھیں اس بات کا ڈر ہے کہ ان کے بارے میں جو تمھارا نظریہ ہے وہ غلط ثابت ہو جائے گا۔

ابن مقفع نے کہا: اگر تم میری اس بات کی تصدیق نہیں کرتے ہو کہ وہ انسانِ کامل ہیں تو جاؤ ان سے گفتگو کرو۔

ابن ابی العوجاء اُٹھا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ ابھی اس نے کوئی بات نہیں کہی تھی کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمھاری بات حق ہے' اگرچہ ایسا نہیں ہے کہ تمھاری بات حق ہو تو ہم اور تم دونوں برابر ہیں لیکن اگر ہماری بات حق ہے اور یقیناً ہماری بات حق ہے تو اس وقت تمھارا کیا ہو گا' ابد تک عذاب میں مبتلا رہو گے۔

اس گفتگو سے امام صادق علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ اگر تمھارے عقیدہ کے مطابق کوئی خدا نہیں ہے تو پھر ہم نے اور تم نے دنیا میں جو کچھ بھی کیا ہے' دونوں یکساں ہیں اور یہ افعال' تمھارے قول کے مطابق ختم ہو جائیں گے۔ لیکن اگر خدا ہے اور قیامت آئے گی' جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے تو اس وقت تمھارا کیا ہو گا؟

یہاں ابن ابی العوجاء کو موقعہ مل گیا' کہنے لگا: ہمارے اور آپؑ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ہمارے اور تمھارے درمیان کیسے اختلاف نہیں ہے؟ ہم کہتے ہیں: اس کائنات کا پیدا کرنے والا قادر ہے اور وہ موجود ہے' جزا و سزا دی جائے گی جب کہ تمھارا عقیدہ

Presented by Ziaraat.Com

اس کے برخلاف ہے۔ تم کہتے ہو کہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ جزا و سزا دی جائے گی۔ پس ہمارے اور تمھارے درمیان اختلاف ہے۔ دونوں کا نظریہ ایک نہیں ہے۔

ابن ابی العوجاء نے کہا: اگر تمھارا عقیدہ برحق ہے اور اس کائنات کا کوئی خالق ہے تو خود خدا ظاہر کیوں نہیں ہوتا اور لوگوں کے سامنے کیوں نہیں آتا؟ اور لوگوں سے ہم کلام ہو کر ان سے اپنی بات کیوں نہیں کہتا تا کہ یہ اختلاف ختم ہو جائے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ خدا تم پر کیسے پوشیدہ ہے کہ جس نے تمھیں پیدا کیا ہے؟ تم عالم وجود میں نہیں تھے، پھر تمھیں کس نے خلق کیا ہے؟ اور یہ اعضا و جوارح اور نعمتیں کس نے تمھیں عطا کی ہیں۔ تم گوناگوں حالات کو اپنے وجود میں مشاہدہ کر رہے ہو، کبھی بیمار ہو جاتے، کبھی صحت مند، اس صورت میں تمھاری بیماری کے بعد خدا تمھیں صحت دیتا ہے اور تم پر ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی تم قوی و طاقت ور ہوتے اور کبھی کم زور و ناتواں۔ اس وقت بھی خدا تمھیں تمھاری طاقت و ناتوانی کا احساس دلاتا ہے، غضب کے بعد خوش نودی اور اس خوش نودی کے بعد غضب سے تمھیں آگاہ کرتا ہے۔ شکم سیری کے بعد بھوک اور سیرابی کے بعد تشنگی کا احساس دلاتا ہے۔

عزت کے بعد ذلت اور بہت سی چیزوں کی طرف رغبت کے بعد ان سے نفرت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس طرح امام صادق علیہ السلام ان کیفیتوں کو یکے بعد دیگرے بیان کرتے رہے جو انسان کے دل پر طاری ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ابن ابی العوجاء اُٹھا اور عبداللہ بن مقفع کے پاس گیا۔

ابن مقفع نے پوچھا: کیا ہوا؟

ابن ابی العوجاء نے جواب دیا: وائے ہو تمھارے اوپر یہ شخص (امام صادق علیہ السلام) بشر نہیں ہے یہ تو انسان کامل ہے۔ یہ انسان کی صورت میں فرشتہ ہے۔ انھوں نے مجھ سے اس طرح گفتگو کی ہے کہ گویا میں نے آشکارا خدا کو دیکھ لیا چناں چہ میں ان کے پاس سے اُٹھ کر تمھارے پاس آیا ہوں (کافی، ج۱، ص۷۴)۔

مختصر یہ کہ خدا ہر چیز سے زیادہ آشکار و ظاہر ہے، وہ اپنے آشکار ہونے کی وجہ سے مخفی ہے:

Presented by Ziaraat.Com

یا من قد اختفی لفرط نورہٖ
الظاهر و الباطن فی ظهورہٖ

"اے وہ ذات جو اپنے نور کی شدت کی وجہ سے پوشیدہ ہے وہ اپنے ظاہر و باطن میں ظہور رکھتا ہے" (منظومۂ ملا ہادی سبزواری)۔

نیک پیدا و سخت دوری
طرفہ نزدیک و بوالعجب دوری
دور و نزدیک چون در آب......
خویش و بیگانہ چون در آئنہ مہر

"بشر کی عقلوں سے خدا کے پوشیدہ ہونے کی دوری کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کوئی ضد نہیں ہے اور لوگ ہر چیز کو اس کی ضد سے پہچانتے ہیں مثلاً تاریکی نہ ہوتی تو کوئی بھی یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ نور کیا ہے' انسان کو نور کا ادراک اس وقت ہوتا ہے جب اس کی ضد تاریکی ہوتی ہے۔

بنابرایں ہر چیز کی شناخت اس کی ضد کے پہچاننے پر موقوف ہے لیکن خدا کی کوئی ضد نہیں ہے لہٰذا خدا بعض عقلوں پر مخفی ہے" (کلمات مکنونہ ملا فیض کاشانی)۔

ظہور جملہ ی اشیاء بہ ضد است
ولی حق را نہ مانند و نہ ند است
اگر خورشید بریک حال بودی؟
شعاع او بہ یک منوال بودی؟
ندانستی کسی کاین پرتو اوست
نبودی ہیچ فرق از مغز تا پوست
جہان جملہ فروغ نور حق دان
حق اندروی زپیدایی است پنہان

Presented by Ziaraat.Com

چو نور حق ندارد نقل و تحویل
نیابد ذات او تغییر و تبدیل
تو پنداری جهان خود هست دایم؟
بہ ذات خویشتن پیوستہ قایم؟
خردرا نیست تاب نور آن روی
برو از بہر او چشمی دگر جوی

"ساری چیزیں ایک دوسرے کی ضد سے پہچانی جاتی ہیں لیکن خدا کا کوئی مثل ہے نہ کوئی ضد ہے۔ اگر سورج ہمیشہ درخشاں رہتا ہے اور اس کی شعاعیں یکساں پڑتی رہتیں تو یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ یہ اس کا پرتو ہے' کوئی فرق ہی نظر نہ آتا۔ ساری کائنات نورِ حق سے منور ہے' نور کی کثرت سے حق تعالیٰ آشکار ہوتے ہوئے بھی مخفی ہے۔ چوں کہ خدا کا نور یکساں ہے اس میں ردو بدل نہیں ہوتی ہے' لہٰذا اس کی ذات میں تغیر نہیں ہے۔ تم یہ سوچتے ہو کہ کائنات خود ہی ہمیشہ سے قائم ہے؟ عقل اس کے پیدا کرنے والے کے نور کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی' اس لیے دوسری آنکھ تلاش کرو" (گلشن راز" مجموعہ آثار" شیخ محمود شبستری' ص ۷۰-۷۱)۔

بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ خدا ہر چیز سے زیادہ آشکار ہے۔ ان اشعار میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ اگر یہ آفتاب ہمیشہ درخشاں رہتا تو کوئی بھی یہ سمجھ پاتا کہ یہ آفتاب کا نور ہے لیکن چوں کہ سورج طلوع وغروب ہوتا ہے تو اس کی جگہ اس کی ضد آجاتی ہے جس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نور سورج کا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۂ یونس' آیت ۱۰۱)

"اے رسولؐ! ان سے کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین کو دیکھو ان میں کیا

Presented by Ziaraat.Com

چیزیں خدا کی نشانیاں موجود ہیں۔"

صاحبانِ علم و حکمت کا دلچسپ مشغلہ کتاب کائنات کا مطالعہ ہے۔ وہ خدا کی عظمت، حکمت و قدرت اور اس کے علم کے بارے میں غور کرتے ہیں اور اس لذت کی طرف دعوت دینے والوں میں قرآن سرفہرست ہے۔ شاید سات سو جگہوں پر قرآن نے لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت دی ہے کہ ان موجودات اور ممکنات کے بارے میں غور کرو تاکہ تم خدا کی قدرت کا مشاہدہ کر سکو۔

ارشاد ہے:

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (سورۂ یونس، آیت ۱۰۱)

"اے رسولؐ! ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین کو دیکھو ان میں کیا چیزیں (آیتیں اور نشانیاں) موجود ہیں۔"

دوسری جگہ فرماتا ہے:

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (سورۂ قٓ، آیت ۶)

"کیا ان لوگوں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا، جو کہ ان کے سروں پر ہے، کہ ہم نے اسے کیسے بنایا ہے، اسے کیسے بلند کیا ہے؟ ان میں کوئی شگاف خلل دکھائی نہیں دیتا۔"

پھر فرماتا ہے:

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

(سورۂ ذاریات، آیت ۲۰-۲۱)

"اور خدا کی وحدانیت و یگانگی پر یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں اور خود تمھارے نفسوں میں نشانیاں موجود ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟"

ان عجیب و غریب چیزوں کو جو تمھارے نفسوں میں موجود ہیں اور ان نعمتوں کو دیکھو جو

Presented by Ziaraat.Com

خدا نے تمھیں مرحمت کی ہیں۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ (سورۂ عبس' آیت ۲۴)

"انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کو دیکھے۔"

کھانے کی طرف دیکھنے سے ایک قسم کی لذت بھی ملتی ہے۔ اگر انسان بغیر دیکھے کھانا کھائے تو کم لذت محسوس ہوگی اور کھانے کی طرف دیکھ کر کھانے سے زیادہ لذت ملے گی۔

لیکن یہاں آیت کے یہ معنی مراد نہیں ہیں کہ انسان اس کھانے کو دیکھے جسے کھا رہا ہے اور یہ غور کرے کہ یہ کھانا کن اسباب کے ذریعے فراہم ہوا ہے:

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ٥ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ٥ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ٥ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ٥ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ٥ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ٥ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ٥ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (سورۂ عبس' آیات ۲۵تا۳۲)

"بے شک ہم نے پانی برسانے کی طرح برسایا' پھر ہم نے زمین کو شگافتہ کرنے کی طرح شگافتہ کیا پھر ہم نے اس میں دانے پیدا کیے اور انگور و ترکاریاں اور زیتون و کھجور اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا ہے۔ یہ تمھارے جانوروں کے لیے سرمایۂ حیات ہے۔"

آیت میں خداوند عالم انسانوں کو یہ دعوت دے رہا ہے کہ وہ اس غذا کے بارے میں غور کرے کہ جس کو کھاتا ہے اور یہ سوچے کہ اس غذا میں کون سے عوامل کارفرما ہیں:

ابرو بادو مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانی بکف آری و بہ غفلت نہ خوری
ھمہ از بھر تو سر گشتہ و فرمان بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

"بادل' ہوا' چاند' سورج اور آسمان سبھی اس لیے کام میں مشغول ہیں تا کہ

Presented by Ziaraat.Com

تمھیں روٹی مل سکے اور تم غفلت سے نہ کھاؤ۔ سب تمھارے لیے پریشان اور تابع فرماں ہیں۔ یہ انصاف نہیں ہے کہ تم خدا کے فرماں بردار نہ ہو" (کلیات سعدی گلستان دیباچہ)۔

انسان کی زندگی میں ان تمام عوامل کا دخل ہے۔ اگر آفتاب نہ ہوتا تو زمین سے کوئی چیز نہ اُگتی اور انسان و حیوان زندہ نہیں رہتا اور اگر ہماری زمین کا فاصلہ اس سے کم ہوتا جتنا ہے تو روئے زمین کے سارے ذی روح جل جاتے اور اگر اس سے زیادہ فاصلہ ہوتا تو پیڑ پودے نہ اُگتے اور انسان و حیوان زندہ نہ رہتے۔ یہ خدا کی مشیت کا تقاضا ہے کہ اس نے زمین کو مخصوص و معین فاصلہ پر رکھا ہے۔

ان عوامل کے علاوہ ایک زارع اور بونے والا بھی ہو تاکہ وہ دانہ ڈالے اور اس سے پہلے زمین کی جتائی کرے اور پھر موقعہ بہ موقعہ اس کی سینچائی کرے اور آفتوں سے بچائے تاکہ محصول میسر ہو' کھیتی کاٹنا' اس کی گٹھڑی باندھنا' دانہ نکالنا اور پھر چکی میں پسوانا' آٹا گوندھنا' روٹی پکانا' اتنے مراحل طے کرنے کے بعد انسانی کو روٹی ملتی ہے۔ یہ تمام عوامل و اسباب انسان کو روٹی فراہم کرنے میں شریک ہیں۔ پس غور کریں کہ روٹی کی فراہمی میں اتنے انسان اور اتنے آلات درکار ہیں۔

جب انسان موجودات کی حیرت انگیزیوں کے بارے میں غور کرتا ہے' زمین' دریا' آسمان اور دوسرے موجودات کا مطالعہ کرتا ہے مثلاً زمین کو دیکھتا ہے کہ گرمیوں میں مردہ ہو جاتی ہے اور برسات میں بارش ہونے کے بعد زندہ ہو جاتی ہے۔ ہر جگہ سبزہ لہلہانے لگتا ہے' مختلف رنگ و ذائقے کے پھل آ جاتے ہیں۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس وسیع و عریض کائنات کو ایک عالم و قادر کارساز چلا رہا ہے:

بامدادی کہ تفاوت نکند لیل و نہار
خوش بود دامن صحرا و تماشائے بہار
بلبلانِ وقت گل آمد کہ بنا لند از شوق

Presented by Ziaraat.Com

نه که از بلبل مستی تو بنال ای هوشیار
آفرینش همه تنبیه خداوند دل است
دل ندارد که ندارد به خداوند اقرار
این همه نقش عجب بر در و دیوار وجود
هر که فکرت نکند نقش بود بر دیوار
کوه و دریا و درختان همه در تسبیح اند
نه همه مستمعی فهم کنند این اسرار
خبرت هست که مرغان سحر می گویند
آخر ای خفته سر از خواب جهالت بردار؟
هر که امروز نبیند اثر قدرت او
غالب آنست که فرداش نبیند دیدار
تا کی آخر چو بنفشه سر غفلت درپیش
حیف باشد که تو در خوابی و نرگس بیدار
که تواند که دهد میوه ی الوان از چوب
یا که داند که بر آرد گل صد برک از خار؟
عقل حیران شود از خوشه ی زرین عنب
فهم عاجز شود از حقه ی یاقوت انار
آب دریا پای ترنج و به و بادام روان
هم چو در زیر درختان بهشتی انهار
گو نظر باز کن و طلعت نارنج ببین
ای که باور نکنی فی الشجر الاخضر نار
پاک و بی عیب خدایی که به تقدیر عزیز

Presented by Ziaraat.Com

ماہ و خورشید مسخر کند و لیل و نہار
پادشاہی نہ بہ دستور کند یا گنجور
نقش بندی نہ بہ شنگرف کند یا زنگار
نعمت بار خدایا ز عدد بیرون است
شکر انعام تو ھرگز نکند شکرگزار

"صبح کے وقت رات اور دن میں فرق محسوس نہیں ہوتا اور دامن صحرا خوش نما اور بہار کا منظر سہانا لگتا ہے۔ بلبلیں شوق میں آنسو بہا رہی ہیں کہ بہار کا موسم آ گیا ہے۔ اے ہوشیار! سرمست بلبل سے تُو بھی کم گریہ نہ کر' ساری کائنات یہ اشارہ دے رہی ہے کہ دل کو پیدا کرنے والا خدا ہے۔ اس شخص کے پاس عقل و دل نہیں ہے جس کو خدا کا اقرار نہیں ہے۔ وجود کے در و دیوار پر عجیب وغریب قسم کے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں جو شخص ان نقوش کے بارے میں غور نہیں کرتا وہ بھی ایک نقش ہی کی مانند ہے۔ پہاڑ' دریا اور اشجار خدا کی تسبیح کر رہے ہیں' صرف سنتے ہی نہیں ہیں بلکہ ان اسرار کو سمجھتے بھی ہیں۔ تمھیں خبر ہے کہ سحر کے وقت چہچہاتے ہوئے پرند کہتے ہیں' اُٹھو بھی جاؤ خواب جہالت وغفلت میں سونے والو! جو شخص اس کی قدرت کی نشانی کو آج نہیں دیکھ رہا ہے کل اسے خدا کا دیدار بھی نہیں ہو گا۔ تم بنفشہ کی مانند کب تک سر جھکائے خواب غفلت میں رہو گے۔ افسوس ہے کہ تم خواب غفلت میں پڑے ہو اور نرگس بیدار ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ سوکھی شاخ پر رنگ برنگ کے پھل لگیں۔ کیا کانٹے پر بہترین پھل کھل سکتا ہے؟ انگور کے سنہرے گچھے کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے اور انار کے قوت کو دیکھ کر خرد درماندہ رہ جاتی ہے۔ ترنج' بہی اور بادام کے درختوں کے نیچے اس طرح پانی بہہ رہا ہے جیسے جنت کے درختوں کے

Presented by Ziaraat.Com

نیچے نہریں جاری ہیں۔ آنکھ کھولو! اور نارنگی کے حسن و خوب صورتی کو دیکھو! اے وہ شخص کہ جو ہرے درخت سے آگ کے وجود کا انکار کرتا ہے۔ پاک اور بے عیب خدا نے زبردست اندازہ کے تحت چاند، سورج اور رات دن کو مسخر کیا ہے۔ خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں اور اگر تم اس کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہو تو بھی اس کا شکر گزار نہیں بن سکتے۔"

......☆......

Presented by Ziaraat.Com

# دوسری تقریر

## آفاق کی نشانیاں ایک حکمت والے خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہیں

زبانوں کا اختلاف وجودِ خدا کی دلیل ہے

رنگوں میں اختلاف وجودِ خدا کی دلیل ہے

موجودات کی تسبیح

ہر موجود ضروری صلاحیت کا حامل ہے یہ بھی وجودِ خدا کی دلیل ہے

انسان کی تخلیق کا مقصد خدا کی معرفت و عبادت ہے

Presented by Ziaraat.Com

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فی محکم کتابہ:

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (سورۂ روم آیت ۲۲)

''اس کی نشانیوں میں سے آسمان و زمین کی خلقت اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے بے شک اس میں صاحبانِ علم کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

علما اور دانش ور اس کائنات میں خدا کی قدرت کے آثار دیکھ کر لذت اندوز ہوتے ہیں' زمین و آسمان کے عجائب کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔

اس آیت میں خداوند عالم نے زمین و آسمان کی خلقت کو بیان کرنے اور کتاب کائنات کا ایک صفحہ پیش کرنے کے بعد فرمایا ہے:

خدا کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی خلقت بھی ہے۔ یہ اس کتاب کا ایک صفحہ ہے۔ تمھاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی اس کی نشانیوں میں سے (یہ اس کتاب کا ایک دوسرا صفحہ) ہے۔

زبانوں کے اختلاف میں سے لفظوں کا اختلاف بھی ہے مثلاً اُردو' عربی' انگلش اور فارسی وغیرہ دوسرا اختلاف آوازوں کا اختلاف ہے باوجود یہ کہ سارے انسان اسی خطۂ زمین پر زندگی گزارتے ہیں پھر بھی ان کے لہجوں میں اشتباہ نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ دو آدمیوں کے لہجہ میں اشتباہ نہیں ہوتا ہے چناں چہ جب کوئی شخص بولتا ہے تو (پس دیوار سے بھی) آپ یہ بتا دیں گے فلاں شخص بول رہا ہے اشتباہ نہیں ہوتا ہے۔

روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کا لہجہ جدا ہے حالاں کہ ان سب کا جسم انھیں آنکھوں' کانوں اور اعضا و جوارح سے بنا ہے۔ لیکن ان کا لہجہ کچھ اس طرح کا ہے کہ دوسرے

Presented by Ziaraat.Com

سے کسی کا لہجہ نہیں ملتا ہے۔ ہر شخص کا مخصوص لہجہ ہے۔ اگر سب کا لہجہ جدا نہ ہوتا تو یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ کون بول رہا ہے؟ لوگوں کے لیے جینا دشوار ہو جاتا اس لیے خدا کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ سب کا لہجہ جدا ہوتا کہ اشتباہ نہ ہو (العَظَمَۃُ لِلّٰہ)۔

ایک اختلاف رنگوں میں اختلاف ہے' سیاہ' سفید' زرد و سرخ اسی طرح دوسرے رنگ لیکن اس کا ایک مفہوم اور ہے اور وہ یہ کہ ساری سفیدیاں' ساری سیاہیاں' ساری زردیاں یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں بھی کمی بیشی ہے یا انسانوں میں رنگوں کے اختلاف کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک کی شکل وصورت جدا ہے اور ایک دوسرے بالکل مشابہہ نہیں ہے چناں چہ سب ہی ایک شکل وصورت کے ہوتے تو شناخت دشوار ہو جاتی' باپ' بیٹا لگتا اور بیٹا باپ یہاں تک کہ بھائی بھائی میں تمیز مشکل ہو جاتی اور انسان کی زندگی محال ہو جاتی۔ جب انسان اس سلسلہ میں غور کرتا ہے تو خدا کی قدرت کی کرشمہ سازیوں کو دیکھ کر مبہوت رہ جاتا ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کی آواز ولہجہ اور ان کی شکل وصورت جدا جدا ہے یکساں نہیں ہے۔

البتہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو بھائی ایک حد تک (نہ ہر لحاظ سے) ایک دوسرے سے مشابہہ ہوتے ہیں (قم میں دو بھائی طالب علم تھے وہ ایک دوسرے سے بہت مشابہہ تھے ان کے پہچاننے میں لوگوں کو اشتباہ ہوتا تھا لیکن غور کرنے سے معلوم ہو جاتا تھا کیوں کہ بالکل مشابہہ نہیں تھے)۔

بعض موقعوں پر خدا کچھ چیزوں کو خلافِ دستور انجام دیتا ہے تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ خدا نے کس طرح قدرت نمائی کی ہے۔ زبانوں کے اختلاف کو بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے:

> "ان تمام چیزوں' لغتوں' لہجوں' زبانوں' شکل اور صورتوں میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو علم رکھتے ہیں۔"

رنگوں کے اس اختلاف کو دوسری آیت میں اس طرح بیان کرتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ

Presented by Ziaraat.Com

غَرَابِیْبُ سُوْدٌ ○ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۂ فاطر: آیت ۲۷-۲۸)

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے آسمان سے پانی نازل کیا ہے اور پھر ہم نے اس کے ذریعے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کیے اور پہاڑوں میں سرخ و سفید راستے بنائے اور بعض بالکل سیاہ رنگ تھے اور انسان، چوپایوں اور جانوروں میں بھی مختلف رنگ کی مخلوق پائی جاتی ہے لیکن اس کے بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے صرف صاحبانِ علم ہیں۔"

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (سورۂ نحل: آیت ۱۳)

"یعنی یہ رنگوں کا اختلاف تمام چیزوں میں پایا جاتا ہے، یہ تمام موجودات خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔"

ارشاد ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (سورۂ اسرائیل: آیت ۴۴)

"ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے وہ خدا کی تسبیح کرتا ہے اور کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ خدا کی حمد و ثنا کرتی ہے۔"

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ حکم ملا کہ فرعون کو خدا پرستی کی دعوت دو تو انھوں نے اسے جا کر خدا کی عبادت کی دعوت دی۔ اس کے بعد کے مرحلہ کو قرآن اس طرح بیان کرتا ہے:

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ○ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (سورۂ طٰہٰ: آیات ۴۹-۵۰)

Presented by Ziaraat.Com

''فرعون نے کہا: اے موسیٰ! تم دونوں کا پروردگار کون ہے؟ موسیٰ نے کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی مناسب خلقت عطا کی ہے اور پھر ہدایت بھی دی ہے۔''

در گنجینۂ حق را گشادند
بھر کس ھرچہ لائق بود دادند

یا

جہان چون خد و خال و زلف و ابر و است
کہ ھر چیزی بہ جائے خود نیکوست

''خدا نے ہر مخلوق و موجود کو ہر وہ چیز عطا کی ہے جو اس کی خلقت کے لیے ضروری تھی مثلاً انسان کو جس چیز کی ضرورت تھی وہ اسے عطا کی ہے۔ یہ اعضا و جوارح اس کے مناسب حال خلق کیے ہیں۔ حیوانات کو بھی ہر وہ چیز عطا کی ہے جو اس کی خلقت کے لیے ضروری تھی، جو خشکی میں زندگی گزارنے والے تھے انھیں اس طرح پیدا کیا کہ خشکی میں نبھا کرسکیں اور دریائی جانوروں کو اس طرح خلق کیا کہ وہ دریا میں زندہ رہ سکیں اور پرندوں کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ ہوا میں اُڑ سکیں......'' (گلشن راز شبستری، ص ۹۷)۔

ارشاد ہے:

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (سورۂ نحل، آیت ۷۹)

''کیا ان لوگوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا جو آسمان کی فضا میں اُڑتے ہیں؟ خدا کی قدرت کے علاوہ انھیں کوئی اور چیز نہیں روکے ہوئے ہے بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو خدا اور اس کی قدرت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔''

Presented by Ziaraat.Com

ایک اہم نکتہ جس پر توجہ رکھنا چاہیے یہ ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد خدا کی معرفت و عبادت ہے۔ اس سلسلہ میں خدا کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (سورۂ طلاق، آیت ۱۲)

"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمانوں کو اور اسی کے مثل زمین کو پیدا کیا ہے انھیں کے درمیان حکم خدا نازل ہوتا ہے تاکہ تم یہ جان لو کہ خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔"

ہر چیز کو اپنے علم کے احاطہ میں لیے ہوئے ہے اور ان کے تقاضوں کا علم بھی رکھتا ہے۔ ہر ایک ضرورت و احتیاج کو پورا کرتا ہے:

حاجت موری بہ علم غیب بداند
در بن چاھی بہ زیر صخرہ ی صما
از در بخشندگی و بندہ نوازی
مرغ ھوا را نصیب ماھی دریا

"وہ علم غیب سے کنویں کے اندر کالے پتھر کے نیچے رہنے والی چیونٹی کی حاجت کو جانتا ہے۔ معافی و بندہ نوازی کی رو سے ہوا میں اُڑنے والے پرندہ کو دریا کی مچھلی عطا کرتا ہے۔ ہواؤں میں اُڑنے والے پرندوں کو دریا کی مچھلیاں دیتا ہے اور بڑی مچھلیاں چھوٹے چھوٹے پرندوں کو کھا لیتی ہیں" (کلیات سعدی ۴۳۱)۔

آخری مصرع کو اس طرح بھی پڑھا جا سکتا ہے: مرغ ھوا را نصیب، ماھی دریا۔

یعنی ہوا میں اُڑنے والے بڑے بڑے پرندوں کو دریا کی چھوٹی مچھلی نصیب ہوتی ہے اور اس کو اس طرح بھی پڑھا جا سکتا ہے: مرغ: ھوا را نصیب، ماھیٔ دریا۔

Presented by Ziaraat.Com

یعنی خدا نے مرغ کو ہوا عطا کی ہے کہ وہ ہوا میں زندگی گزارے اور مچھلی کو دریا عطا کیا ہے وہ اس میں زندگی بسر کرے:

شربت نوش آفرید از مگس نحل
نخل تناور کند ز هسته ی خرما
جانور از نطفه می کند شکر ازنی
برک تر از چوب خوشک چشمه ز خارا
از همگان بی نیاز و بر همه مشفق
از همه عالم نهان و بر همه پیدا
پرتو نور سرادقات جلالش
از عظمت ماورای فکرت دانا
هر که نداند سپاس نعمت امروز
حیف خورد بر نسیم رحمت فردا
بار خدایا مهیمنی و مدبر
و ز همه عیبی منزهی ومبرا
ما نتوانیم حق حمد تو گفتن
با همه کرو بیان عالم بالا

”شہد کی مکھی سے پینے کے لیے شربت پیدا کیا اور خرمہ کی گٹھلی سے کھجور کا تناور درخت بنایا۔ نطفہ سے جان دار اور گنے سے شکر پیدا کیا ہے۔ سوکھی لکڑی سے تر و تازہ پتا اور پتھروں سے چشمہ جاری کرتا ہے۔ سب سے بے نیاز ہے اور سب پر مہربان ہے۔ سب سے پوشیدہ اور سب پر آشکار ہے۔ اس کے جلال کے پردوں پر اس کی عظمت کے نور کا پرتو اور تمھاری فکر سے آگے جو چیزیں ہیں ان سے واقف ہے۔ جو شخص آج اس کی نعمت کا شکر

Presented by Ziaraat.Com

ادا نہیں کرتا کل وہ رحمت کی ہوا پر افسوس کرے گا۔ اے غالب و مدبر خدا!
تُو ہر عیب سے منزہ و مبرا ہے۔ ہم تیری حمد و ثنا کا حق ادا نہیں کر سکتے بلکہ
عالم بالا کے فرشتے بھی ادا نہیں کر سکتے" (کلیات سعدی سابق حوالہ)۔

پس انسان اس دنیا میں اس لیے آیا ہے کہ وہ اس کتاب وجود اس وسیع و عریض دنیا سے علم و حکمت اور معرفتِ خدا کا درس حاصل کرے۔

اس عالم کے موجودات اور اس کی وسعت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان ستاروں اور کہکشاؤں ہی کو نہیں گنا جا سکتا۔ آج تک ان کی گنتی ختم نہیں ہوئی ہے' بشر اس کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتا۔ جہاں تک انسان کی دست رس ہوئی ہے اگر آپ اسی کے بارے میں غور کریں گے تو بخوبی سمجھ لیں گے کہ کیا قیامت ہے' ان میں اتنی وسعت ہے' اس عالم کو اس لیے پیدا کیا ہے تا کہ انسان اس سے فائدہ حاصل کرے اور معرفتِ خدا کا درس سیکھے۔ بنا بر ایں کائنات اسی عظیم کتاب کی مانند ہے کہ جس کی انتہا تک نہیں پہنچا جا سکتا لیکن اس کی معرفت کے ذریعے خدا کی قدرت و حکمت کو پہچانا جا سکتا ہے۔

قرآنِ مجید کہتا ہے:

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ

(سورۂ لقمان' آیت ۲۷)

"اگر روئے زمین کے سارے درخت قلم اور سمندر کو سہارا دینے کے لیے سات سمندر اور آ جائیں تو بھی کلماتِ خدا کو نہیں لکھا جا سکے گا' خدا کی مخلوقات' عالم کو شمار نہیں کر سکتی۔ بے شک اللہ عزت والا اور حکمت والا ہے۔"

......❀......

Presented by Ziaraat.Com

......*......

# تیسری تقریر

## خدا کی ذات کی معرفت کا ممکن نہ ہونا اور اس کی صفات کی معرفت کا امکان اور عبادت موحد کا وظیفہ

خدا کی حقیقت قابل شناخت نہیں ہے

خدا کی حقیقت کی معرفت ممکن نہیں ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی داستان میں صفات اور آثار کے ذریعے معرفت کا ممکن ہونا

آفاقی آیات کے ذریعے خدا کی پہچان

خدا کی معرفت رکھنے والوں کا وظیفہ عبادت ہے

وہ اُمور جو ظاہراً عبادت نہیں ہیں لیکن انھیں بعنوان عبادت انجام دیا جا سکتا ہے

جنلا بہ مسائل کا جاننا ضروری ہے

......*......

Presented by Ziaraat.Com

قال اللہ تبارک و تعالیٰ:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى (سورۂ اعلیٰ آیت ۱-۲)

''اس خدا کے نام سے جو (دنیا میں مومنوں اور کافروں اور آخرت میں مومنوں کو) روزی دینے والا ہے۔ اپنے پروردگار کے نام سے تسبیح پڑھیے جو بزرگ و برتر ہے کہ جس نے خلق کیا اور سنوارا ہے۔''

خداوند عالم اس سے بزرگ و برتر ہے کہ طائر فکر و خیال اُس کی حقیقت کا ادراک کر سکے یا عقل اس کی حقیقت کو پا سکے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ احتَجَبَ عَنِ العُقولِ كما احتَجَبَ عَنِ الأبصارِ و إِنَّ المَلَأ الأعلىٰ يَطلبونَهُ كَما تَطلبونَهُ أنتم [1]

''خداوند متعال (عقلوں کی پرواز سے بہت بلند ہے) عقلوں سے اسی طرح پوشیدہ ہے جس طرح آنکھوں سے مخفی ہے (جس طرح آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں اسی طرح عقلیں اسے پا نہیں سکتیں)۔''

ملائے اعلیٰ والے بھی اسے اسی طرح ڈھونڈتے ہیں جس طرح تم لوگ:

به بینند گان آفرید نندہ را
نبینی مرنجان دو بیندہ را [2]

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

(۱) بحار الانوار ج ۶۹، ص ۲۹۲، یہ حدیث اربعین شیخ بہائی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری حدیث کی شرح میں لکھی ہے اور تحف العقول میں خطبہ توحیدیہ کے ذیل میں امام صادق علیہ السلام سے: احتجب عن العقول کما احتجب عن الابصار تک تحریر ہے۔

(۲) شاہنامہ فردوسی آغاز کتاب، اس کا مطلع یہ ہے: بنام خداوند جان و خرد۔

Presented by Ziaraat.Com

كلّما مَيّز تُموه بأوهامِكُم في أدَقّ معانيه مَخلوقٌ مَصنوعٌ مِثلكُم مَردودٌ اِلَيكُم

"تم اپنے وہم وخیال میں جس چیز کو خدا جیسا تصور کرتے ہو وہ تمھاری پیدا کی ہوئی اور بنائی ہوئی چیز ہے وہ تمھارا تراشا ہوا پیکر، خدا نہیں ہے۔"

(بحار الانوار ج۶۹، ص ۲۹۳ بحوالہ اربع شیخ بہائی رحمۃ اللہ علیہ......(اصل:۹۸)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا یُدرِکُهُ بُعدُ الهِمَمِ ولا یَنالُهُ غَوصُ الفِطَنِ

"بلند پرواز ہمتیں اسے پا نہیں سکتیں اور عقل وفہم کی گہرائی اس تک پہنچ نہیں سکتی" (نہج البلاغہ خطبہ اوّل)۔

ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں:

فیكَ یا أُعجُوبَةَ الكَونِ غَدا الفِكرُ كَلیلا
انتَ حَیّرتَ ذَوی اللُّبِّ وَ بَلبَلتَ العقولا
كُلّما أقدَمَ فِكری فِیكَ شِبراً فَرَّمِیلا
ناكِصاً یَخبُطُ فِی عَمیاء لا یَهدِی السَّبِیلا

"اے جامع الصفات حسنہ! اے یکتائے زمانہ! میری عقل تیری حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ میری کیا بساط، تُو نے تمام صاحبانِ عقل کو اپنی حقیقت سمجھنے کے سلسلہ میں متحیر کر دیا ہے۔ میں اپنی فکر کو مرتکز کر کے یہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ تُو ایسا ہے اور اس سلسلہ میں اگر بالشت بھر آگے بڑھتا ہوں تو تیرے کمالات کی وجہ سے میلوں پیچھے ہٹ جاتا ہوں۔"

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۳، ص ۵۱)

ایک فارسی شاعر کہتا ہے:

به عقل نازی حکیم تا کی
به فکرت این ره نمی شود طی

Presented by Ziaraat.Com

بہ کنہ ذاتش خرد برد پی
اگر رسد خس بہ قعر دریا

"اے حکیم و عقل مند! تم اپنی عقل پر کب تک ناز کرو گے؟ یہ راستہ تمھاری فکر سے طے نہیں ہو گا۔ اس کی حقیقت کا اندازہ اتنا ہی دشوار ہے جتنا کہ تنکے کا دریا کی تہہ تک پہنچنا۔"

دوسرا شاعر کہتا ہے:

جہاں متفق بر الٰہیتش
فر و ماندہ در کنہ ماہیتش
نہ بر اوج ذاتش پرد مرغ وہم
نہ بر ذیل وصفش رسد دست فہم
در این ورطہ کشتی فر و شد ہزار
کہ نامد یکی تختہ ای بر کنار
نہ ادراک در کنہ ذاتش رسد
نہ فکرت بہ غور صفاتش رسد
کہ نہ خاصان در این فرس راندہ اند
بہ لا احصی از تک فر و ماندہ اند

"اس کے خدا ہونے پر پوری دنیا کے لوگوں کا اتفاق ہے۔ اس کی حقیقت کو جاننے سے ہر ایک قاصر ہے۔ اس کی ذات کی بلندی تک طائر فکر بھی پَر نہیں مار سکتا اور فہم و خرد اس کے دامنِ صفت تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس گرداب میں ہزاروں کشتیاں غرق ہو چکی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی نہیں بچا ہے یہاں تک کہ کوئی تختہ بھی کنارے تک نہیں پہنچا ہے۔ ادراک اس کی ذات کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کی صفات کی تھاہ تک

Presented by Ziaraat.Com

تمھارا طائرِ فکر پر مار سکتا ہے۔ اس میدان میں خاصانِ خدا نے بہت گھوڑے دوڑائے ہیں لیکن وہ منزل تک نہیں پہنچ پائے۔"

مختصر یہ کہ خدا کی ذات کا ادراک نہیں ہو سکتا۔

جس وقت خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تبلیغ کے لیے بھیجا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا:

اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورۂ اعراف، آیت ۱۰۴)

"میں عالمین کے پروردگار کا رسولؐ ہوں۔"

تو فرعون نے کہا:

وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (سورۂ شعراء، آیت ۲۳)

"یعنی اس (رب العالمین کی) حقیقت کیا ہے؟"

اور چوں کہ اس کی حقیقت کو کبھی بیان نہیں کیا جا سکتا لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے ذاتِ حق کے صفات بیان کرنا شروع کیے۔ کہا:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ (سورۂ شعراء، آیت ۲۴)

"وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔"

یعنی یہ خدا وہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ اس کی قدرت اس کی ذات پر دلالت کرتی ہے اگرچہ اس کی قدرت ہی اس کی ذات ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تو فرعون نے اپنے درباروالوں کی طرف رُخ کیا اور کہا:

لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ (سورۂ شعراء، آیت ۲۵)

"کیا تم نے نہیں سنا؟ اب میں دوسری بات پوچھتا ہوں۔"

لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اس کا بھی جواب دے دیا، فرعون نے کہا: میں اس کی ذات کی حقیقت کے بارے میں سوال کرتا ہوں، تو یہ اس کی صفات بیان کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (سورۂ شعرا آیت ۲۶)

''وہ تمھارا بھی پروردگار ہے اور تمھارے گذشتہ آبا کا بھی پروردگار ہے۔''

فرعون نے کہا:

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ (سورۂ شعرا آیت ۲۷)

''(میں نے اس کی ذات کے بارے میں سوال کیا ہے وہ اس کی صفات کو بیان کر رہے ہیں) جو پیغمبر تمھاری طرف بھیجا گیا ہے وہ مجنوں ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام بن عمران نے پھر فرمایا:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۂ شعرا آیت ۲۸)

''اگر تم عقل سے کام لو تو یہ خدا وہ ہے جو مشرق و مغرب اور ان کے درمیان کی چیزوں کا پروردگار ہے۔''

فرعون نے غیظ میں آ کر کہا:

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (سورۂ شعرا آیت ۲۹)

''اگر تم نے میرے علاوہ کسی کو خدا و معبود بنایا تو میں تمھیں قید میں ڈال دوں گا۔''

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ شعرا آیت ۳۰)

''خواہ میں کھلا ہوا معجزہ بھی دکھا دوں، تب بھی تم یہی کہو گے۔''

فرعون نے کہا:

فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۂ شعرا آیت ۳۱)

''اگر تم سچے ہو تو معجزہ دکھاؤ۔''

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ (سورۂ شعرا آیات ۳۲-۳۳)

Presented by Ziaraat.Com

"موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا' وہ دیکھتے ہی دیکھتے اژدھا بن گیا' اپنے ہاتھ کو گریبان سے نکالا تو وہ نورانی بن گیا۔"

اس سورہ کی ان آیتوں کو ملاحظہ فرمائیں جن میں سحر و جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون سے بحث کا ذکر ہے۔

ہم صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خدا کی حقیقت کا ادراک کسی بھی طرح سے نہیں کیا جاسکتا' ان آیتوں میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی صفات ہی بیان کی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر خدا کو کس طرح پہچانیں؟

اس کا جواب یہ ہے: خدا کو اس کی مخلوقات کے بارے میں غور وفکر کر کے پہچانیں اور یہی وجہ ہے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (سورۂ اعلیٰ' آیت ۱)

"اپنے رب کی تسبیح کرو' اس کی حمد و ثنا کرو' وہ اس سے بزرگ و برتر ہے کہ اس کی حقیقت کو پہچانا جاسکے۔"

اس کے بعد کہتا ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی (سورۂ اعلیٰ' آیت ۲)

"اس خدا کی تسبیح کرو جس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور پھر اسے سنوارا۔"

یعنی ان کے درمیان ایک دستور قائم کیا۔

پس خدا کو ان نشانیوں کے ذریعے پہچانا جاسکتا ہے جو زمین و آسمانوں میں موجود ہیں۔

دعائے جوشن کبیر کے چند جملے ملاحظہ فرمائیں:

يَا مَن فِي السَّماءِ عَظَمَتُهُ يَا مَن فِي الأَرضِ آيَاتُهُ يَا مَن فِي كُلِّ شَيءٍ دلائِلُهُ يَا مَن فِي البِحارِ عَجَائِبُهُ يَا مَن فِي الجِبَالِ خَزائِنُهُ

"اے وہ خدا! جس کی عظمت و بزرگی آسمانوں میں (بھی) ہے' اے وہ خدا! جس کی دلیلیں ہر چیز میں ہیں' اے وہ خدا! جس کے عجائب دریاؤں

Presented by Ziaraat.Com

میں ہیں اے وہ خدا! جس کے خزانے پہاڑوں میں ہیں۔"

مختصر یہ کہ موجودات اور خدا کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور وفکر کرنے سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ فرماتا ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

(سورۂ ذاریات آیات ۲۰-۲۱)

"اہل یقین کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور تمھارے وجود میں بھی پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟"

اگر ہم اپنے وجود کے بارے میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ایک وقت ایسا بھی تھا جس میں ہمارا وجود نہیں تھا۔ قدرت نے ہمیں پیدا (کیا) دیکھتے ہیں کہ ہمارے جسم میں اعضا و جوارح کان آنکھ اور ظاہری و باطنی قویٰ ہیں۔ ہمارے پاس قوت باصرہ ہے جس کے ذریعے ہم چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ ہمارے بدن میں قوت سامعہ ہے جس کے وسیلہ سے ہم آوازوں کو سنتے ہیں۔ ہم قوتِ ذائقہ کے حامل ہیں جس کے وسیلہ سے کھانوں کا مزہ چکھتے ہیں قوت لامسہ کے مالک ہیں اس کے واسطہ سے ہم چیزوں کی نرمی سختی ان کے ہلکے اور بھاری پن کو سمجھتے ہیں۔ سرد و گرم اور خشک و تر کو محسوس کرتے ہیں۔ قوت شامہ کے حامل ہیں اس کے سبب ہم اچھی بُری بو میں تمیز کرتے ہیں۔ ہم ان قوائے ظاہری کے ذریعے اشیا کا ادراک کرتے ہیں۔

خداوند عالم نے ایک آیت میں قوت سامعہ و باصرہ کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ فرماتا ہے:

وَاللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (سورۂ نحل آیت ۷۸)

"اور خدا نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تمھیں تمھاری ماؤں کے شکموں سے نکالا جب کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور (علوم حاصل کرنے کے لیے) تم کو آنکھ کان عطا کیے اور تمھارے وجود میں دل قرار دیا۔"

یہ دونوں قویٰ یعنی آنکھ و کان قوائے ظاہر ہیں اور جس چیز کا ادراک کرتے ہیں اسے دل کے پاس بھیج دیتے ہیں باطن میں بھی کچھ قویٰ ہیں جیسے قوتِ حافظہ جو کچھ انسان دیکھتا ہے یا

Presented by Ziaraat.Com

زندگی بھر سنتا ہے یا قوت شامہ کے ذریعے جو کچھ سونگھتا ہے یا قوت ذائقہ کے وسیلہ سے محسوس کرتا ہے یا قوت لامسہ کے توسط سے درک کرتا ہے وہ سب قوتِ حافظہ میں جمع ہو جاتا ہے۔

قوتِ حافظہ خدا کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک ہے۔ اگر ان قویٰ میں سے ایک بھی نہ ہوتی تو زندگی کا کوئی لطف نہ رہتا اور اگر قوتِ حافظہ نہ ہوتی تو انسان کی زندگی دشوار ہو جاتی کیوں کہ لحہ بھر میں بہت سی چیزوں کا ادراک ہوتا اور دوسرے لحہ ان کا نشان تک نہ ملتا اور دوبارہ ان کا حصول ممکن نہ ہوتا۔

قویٰ باطنی میں عقل سب سے اہم قوت ہے اچھے بُرے اور نیک و بد کو انسان عقل ہی کے ذریعے سمجھتا ہے۔

بنابرایں ہم موجودات اور خدا کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور وفکر کر کے اس کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اس دنیا کی مثال ایک مدرسہ کی سی ہے جس میں خدا نے ہمیں اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ ہم اس کی معرفت حاصل کریں۔

جن وسائل سے علم حاصل ہوتا ہے ان میں سے عقل اور دوسری قوت سامعہ ہے۔

قوتِ باصرہ خدا کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہے۔ ہم اسی کے وسیلہ سے مخلوقات و مصنوعات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جس چیز کو بھی ہم دیکھتے ہیں اس میں خدا کی قدرت کے آثار دیکھتے ہیں۔ ہوا کو لیجئے کہ جس کے ذریعے ہم سانس لیتے ہیں یہ کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے اگر اس میں ذرا بھی ردو بدل ہو جائے تو ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ موسم کو دیکھئے اس کی چاروں فصلوں کے بارے میں غور کیجیے (ایران کے لحاظ سے) سردیوں میں زمین مردہ ہو جاتی ہے لیکن بارانِ رحمت کے نازل ہوتے ہی یہ زمین خدا کے حکم سے زندہ ہو جاتی ہے۔ پیڑ پودے اُگ آتے ہیں' زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے' درختوں پر پتے آ جاتے ہیں' پھول کھلنے لگتے ہیں' مختلف رنگ و بو اور گوناگوں قسم کے ذائقہ والے پھل آتے ہیں:

چشم بکشا بہ گلستان و ببین
جلوہ آب صاف در گل و خار

Presented by Ziaraat.Com

ز آب بی رنگ صد هزاران رنگ
لالہ و گل نگر در این گل زار
تا بہ جایی رسی کہ می نرسد
پای اوهام و دیدہ ی افکار
کہ یکی هست و هیچ نیست جز او
وحدہ لا الہ الا هو

"آنکھیں کھولو اور گلستاں کا نظارہ کرو' پھول اور کانٹے میں صاف پانی کا جلوہ دیکھو' بے رنگ پانی سے ہزاروں رنگ پیدا ہو گئے ہیں۔ اس چمن میں لالہ اور دوسرے پھولوں کو دیکھو۔ اس طرح تم اس جگہ پہنچ جاؤ گے جہاں فکر وخیال کی رسائی نہیں ہوتی۔ وہی ایک ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے' وہ یکتا ہے اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے" (دیوان ہاتف اصفہانی' ترجیع بند)۔

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ جب ہم نے خدا کو پہچان لیا تو ہمارا کیا فرض ہے؟
خدا کی معرفت حاصل کرنے والے کا فرض یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (سورۂ ذاریات' آیت ۵۶)

"جن و انس اس لیے دنیا میں آئے ہیں تا کہ پہلے وہ خدا کی معرفت حاصل کریں اور پھر اس کی عبادت کریں۔"

یہ دنیا ایک کتاب کی مانند ہے' اس کتاب تکوین میں خدا کی قدرت کے مشاہدہ کے ذریعے انسان خدا کی معرفت حاصل کرسکتا ہے:

بہ نزد آن کہ جانش در تجلی است
همہ عالم کتاب حق تعالی است

"جس شخص کا باطن روشن ہے اس کے نزدیک یہ ساری دنیا خدا کی کتاب ہے" (گلشن راز مجموعہ آثار شبستری' ص ۷۵)۔

Presented by Ziaraat.Com

جب انسان خدا کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو اس کی عبادت کرتا ہے۔ عبادت کی دو قسمیں ہیں: عبادت کی ایک قسم کو اصطلاح میں عبادات کہتے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور خمس وغیرہ۔ دوسری قسم کو اصطلاح میں عبادات نہیں کہتے لیکن انھیں عبادت کی طرح انجام دیا جا سکتا ہے یعنی عبادی اُمور، نماز، روزہ، حج و جہاد وغیرہ کے علاوہ انسان، تجارت، کام، کمائی، صنعت و زراعت کو عبادت بھی قرار دے سکتا ہے یعنی جب یہ اُمور خدا کی خوشنودی، شریعت کے مطابق اور حلال طریقہ سے انجام پذیر ہوں گے تو عبادت کی شکل اختیار کر لیں گے۔ منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ

''جو شخص شریعت کے قانون کے مطابق روزی حاصل کرتا ہے وہ خدا کا دوست ہے۔''

دوسری روایت میں اس طرح منقول ہے: جو شخص اپنے اہل و عیال کے اخراجات پورا کرنے، لوگوں کی احتیاج برطرف کرنے اور اپنے دینی بھائیوں کی مدد کرنے کے لیے مشقت و تکلیف اُٹھاتا ہے وہ خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا ہو گا (بحارالانوار ج ۱۰۳، ص ۸ بحوالہ ثواب الاعمال صدوق، ص ۱۶۴...... (اصل: ۱۰۷)۔

اس بنا پر انسان کو چاہیے کہ تجارت وغیرہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مسائل کا علم حاصل کرے اور دیکھے کہ شریعت نے اس کے لیے کون سے احکام مقرر کیے ہیں۔

ایک روایت میں حضرت علی علیہ السلام کا قول نقل ہوا ہے:

اَلْفِقْهُ ثُمَّ الْمَتْجَرُ [1]

''پہلے خدا کے حلال و حرام کا علم حاصل کرے اور یہ دیکھے کہ فقہ کے لحاظ سے کون سا کام حلال ہے اور کون سا حرام؟ اس کے بعد کسب و تجارت کرے۔''

ایک روایت میں وارد ہوا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَحَرِّفَ الْاَمِیْنَ [2]

Presented by Ziaraat.Com

"بے شک خداوند عالم صنعت حرفت جاننے والے کو دوست رکھتا ہے۔"

چناں چہ میدانِ تجارت میں قدم رکھنے والوں کا یہ اہم ترین فریضہ ہے کہ سچائی اور درستی کو اپنائیں۔ رسول اکرمؐ کی ایک حدیث میں منقول ہے:

مَن عَامَلَ النَّاسَ فَلَم يَظلِمهُم، وحَدَّثَهُم فَلَم يَكذِبهُم و وَعَدَهُم فَلَم يَخلِفهُم فَهُوَ مِمَّن كَمُلَت مُرُوَّتُه، ظَهَرَت عدالتُهُ و وَجَبَت أُخوَّتُه و حَرُمَت غِيبَتُه

"جو شخص لوگوں کے ساتھ لین دین یا ان کے ساتھ معاشرت کرے اور کسی پر کسی قسم کا ظلم نہ کرے، لوگوں سے گفتگو کرے لیکن جھوٹ نہ بولے۔ ان سے وعدہ کرے اور اس کے خلاف نہ کرے تو وہ مردانگی و مروت میں کامل ہو چکا ہے اور اس کی عدالت ثابت و آشکار ہو گئی ہے۔ انسان پر واجب ہے کہ اسے بھائی بنائے، اس کی طرف اُخوت و برادری کا ہاتھ بڑھائے اور اس کا دینی بھائی بن جائے۔ واضح رہے کہ اس کی غیبت کرنا حرام ہے۔"

مختصر یہ کہ انسان اپنے تمام کاموں مثلاً تجارت، لین دین یہاں تک کہ مباح اُمور کو بھی عبادت قرار دے سکتا ہے۔ کھانا کھانے کو بھی خدا کی عبادت قرار دے سکتا ہے (بشرطیکہ وہ حلال ہو، حلال طریقہ سے حاصل ہوا ہو)، کھانے سے اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ خدا کی عبادت کے لیے طاقت پیدا کرنے کے لیے کھانا کھا رہا ہے یا اگر سوتا ہے تو اس نیت کے ساتھ کہ نشاط و چستی کے ساتھ خدا کی عبادت کرے گا۔ اس صورت میں اس کی زندگی، خدا کی بندگی قرار پائے گی۔

......❋......

---

(۱) بحارالانوار، ج۱۰۳، ص۱۱۷، قال امیرالمومنینؑ: معاشر النّاس الفقه ثم المتجر والله للربا فی هذه الأُمّةِ اخفیٰ من دبیب النمل علیٰ الصفا۔

(۲) بحارالانوار، ج۱۰۳، ص۹۶ بحوالہ خصال صدوق، ج۲، ص۶۱۳، قال امیرالمومنینؑ: تعرّضوا للتجارة فانّ فیها غنی لکم عما فی أیدی النّاس و إنّ الله یُحبُّ المُتحرّف الأمین

Presented by Ziaraat.Com

# چوتھی تقریر

## کائنات کے اجزا کا باہم ارتباط اس بات کی دلیل ہے اس کائنات کا کوئی صانع ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے

خدا کا کوئی شریک نہیں ہے

کائنات کے اجزا کا باہم ارتباط وجود صانع کی دلیل ہے

خدا کی معرفت کا ایک فائدہ اس کی عبادت کرنا ہے

Presented by Ziaraat.Com

وَ اعلَم یَا بُنَیَّ اَنَّہٗ لَو کَانَ لِرَبِّکَ شَرِیکٌ لَاَتَتکَ رُسُلُہٗ وَلَرَأَیتَ آثَارَ مُلکِہٖ وَ سُلطَانِہٖ وَ لَعَرَفتَ أَفعَالَہٗ وَ صِفَاتَہٗ وَلٰکِنَّہٗ اِلٰہٌ وَاحِدٌ کَمَا وَصَفَ نَفسَہٗ لَا یُضَادُّہٗ فِی مُلکِہٖ اَحَدٌ وَلَا یَزُولُ اَبَداً وَ لَم یَزَل اَوَّلٌ قَبلَ الاَشیَاءِ بِلَا اَوَّلِیَّۃٍ وَ آخِرٌ بَعدَ الاَشیَاءِ بِلَا نِہَایَۃٍ عَظُمَ عَن أَن تَثبُتَ رُبُوبِیَّتُہٗ بِاِحَاطَۃِ قَلبٍ اَو بَصَرٍ

"فرزندا یقین رکھو کہ اگر تمہارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے اور اس کی مملکت و سلطنت کے آثار دکھائی دیتے اور اس کے افعال و صفات بھی معلوم ہوتے مگر وہ اکیلا خدا ہے جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے۔ اس کے ملک میں کوئی بھی اس سے ٹکر نہیں لے سکتا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ بغیر کسی آغاز کے تمام چیزوں سے پہلے ہے اور بغیر کسی انتہائی حد کے ساری چیزوں کے بعد ہے وہ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کی ربوبیت کا اثبات قلب یا نگاہ سے احاطہ میں آئے۔"

(نہج البلاغہ، حکمت:۳۱)

مذکورہ بالا عبارت حضرت علی علیہ السلام کے اس وصیت نامہ کا اقتباس ہے جو آپؑ نے جنگ صفین سے واپسی پر اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کے لیے لکھی تھی۔[1]

بادی النظر میں یہ بات نہایت ہی سادہ معلوم ہوتی ہے حالاں کہ بہت عمیق ہے اور خدا کے شریک کی نفی پر محکم استدلال ہے کیوں کہ اگر انسان اس عالم ہستی کے بارے میں غور کرے

(۱) بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ وصیت نامہ حضرت محمد حنفیہ علیہ السلام کے لیے تھا لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ امام حسن علیہ السلام ہی کے لیے تھا اگرچہ اس کے بعض جملے امام حسن علیہ السلام کی شان کے مطابق نہیں ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر امام حسن علیہ السلام مخاطب ہیں حقیقت میں یہ تمام لوگوں کے لیے ہے جیسا کہ دیگر آئمہؑ نے اپنے بیٹوں کو مخاطب قرار دے کر لوگوں کو بہت سی چیزوں کی تعلیم دی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تو معلوم ہوگا کہ سب کا مجموعہ ایک مشین کی مانند ہے کہ جس کے تمام پرزے مربوط ہیں اور اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ ان کا بنانے والا علم وحکمت کا مالک ہے مثلاً ہم ہوا سے مربوط ہیں اگر ہوا نہ ہو تو ہماری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا:

هر نفسی که فرو می رود ممد حیات است
و چون بیرون بر می آید مفرح ذات
پس در نفسی دو نعمت موجود است
و بر هر نعمتی شکری واجب

"جو سانس اندر جاتی ہے وہ ممد حیات ہے اور جو باہر آتی ہے اس سے فرحت ملتی ہے۔ پس ہر سانس میں دو نعمتیں ہیں اور ہر نعمت کا ایک بار شکر ادا کرنا واجب ہے" (کلیات سعدی' گلستان' دیباچہ)۔

حیوانات ونباتات بھی اس ہوا سے مربوط ہیں۔ اسی طرح پانی سے بھی زندگی کا تعلق ہے۔ پانی ہماری پیاس بجھاتا ہے۔ پھلوں اور کھانوں کا تعلق ہمارے ذائقہ سے ہے اور ان کے رنگوں کا تعلق ہماری بصارت ہے بلکہ تمام موجودات ہماری قوت باصرہ سے مربوط ہیں۔ صرف ہم ہی پانی سے وابستہ نہیں ہیں کہ اگر نہ ملے تو ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ اسی طرح تمام حیوانات اور تمام موجودات بھی پانی سے وابستہ ہیں۔

زمین کے تمام اجزا بھی مربوط ہیں' اس کے علاوہ پوری زمین آسمان سے مربوط ہے مثلاً اگر آفتاب کی حرارت نہ ہو تو ہم زمین پر زندہ نہیں رہ سکتے' بلکہ تمام حیوانات اور نباتات بھی فنا ہو جاتے' نیز کرۂ زمین دوسرے کروں سے بھی مربوط ہے اور شمسی نظام دوسرے شمسی نظام سے مرجبط ہے۔ یہ کہکشائیں اور نظام شمسی کہ جن کا ابھی تک انکشاف ہوا ہے وہ بھی ایک دوسرے سے مرجبط ہیں' یعنی کائنات کی مثال ایک مشین کی سی ہے کہ جس کے مختلف پرزے ہوتے ہیں۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کے موجودات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشین ایک قانون ونظم کے ساتھ چل رہی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَلٰکِنَّہٗ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

"لیکن اس کائنات کا پروردگار ایک ہی ہے۔"

جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اور جو بھی انبیاءؑ نے بیان کیا ہے اس کا تعلق ایک خدا سے ہے اور جن چیزوں کو آپ آفاق میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ بھی ایک ہی ذات سے مربوط ہیں۔ یہ کائنات خود گواہی دے رہی ہے اس کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہم موجودات و ممکنات میں غور کریں۔ ان پر ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ان کے پیدا کرنے والے نے ان میں ہر وہ چیز رکھ دی ہے جس کی انھیں ضرورت تھی مثلاً اس نے مچھر کو پیدا کیا تو اس کے اندر ہر وہ چیز رکھ دی کہ جو اس کے لیے ضروری تھی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ خدا نے ایک طرف تو مچھر کو ہر وہ چیز عطا کی جو اس کے لیے ضروری تھی اور دوسری طرف ہاتھی کو وہ چیز عطا کی جس کی اسے ضرورت تھی چناں چہ ان دونوں میں کوئی نقص نہیں ہے۔

زمین پر رینگنے والوں اور تمام جان داروں کا یہی حال ہے۔ دریائی جانوروں کو جس چیز کی ضرورت تھی انھیں اس سے محروم نہیں رکھا اور خشکی کے جانوروں کو ان کی ضرورت کی ہر چیز مرحمت فرمائی مثلاً اگر کوئی پالتو پرندہ دریا میں گر جائے تو زندہ نہیں رہے گا۔ لیکن بعض پرندے ایسے ہیں کہ وہ دریا میں بھی زندہ رہتے ہیں اور خشکی میں بھی جیسے مرغابی' اس جانور کو خدا نے ہر وہ چیز عطا کی جس کی اسے ضرورت تھی۔

پس یہاں سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ چیونٹی کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے جس نے تمام حیوانوں' مثلاً موز' اونٹ اور ہاتھی کو پیدا کیا ہے اور ان کا خالق وہی خدا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے' سب یہی گواہی دیتے ہیں کہ خدا ایک ہے' اسی بنا پر امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے:

یہ کائنات گواہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کسی نے آ کر یہ نہیں کہا کہ دوسرا خدا بھی ہے۔ دوسرے خدا کے اوصاف و افعال کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ ہاں اس کائنات کی ہر چیز

Presented by Ziaraat.Com

دوسری سے مربوط ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے کارخانے اور کسی مشین کے اجزا ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں۔ یہ ارتباط اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا ایک ہے اور وہ لامتناہی ہے۔

اے ھمہ ھستی ز تو پیدا شدہ
خاک ضعیف از تو توانا شدہ
زیر نشین علمت کائنات
ما بہ تو قائم چو تو قائم بذات
ھستی تو صورت پیوندنی
تو بہ کس و کس بہ تو مانندنی
ان چہ تغیر نپذیرد تویی
و آن کہ نمردہ است و نمیرد تویی
ما ھمہ فانی و بقا بس تر است
ملک تعالی و تقدس تر است
پیش وجود ھمہ آیند گان
پیش بقای ھمہ پایند گان
کیست در این دستگہ دیر پای
کا و لمن الملک زند جز خدای
بہ جبروتش کہ دو عالم کم است
اوّل ما و آخر ما یک دم است

”اے وہ ذات جس کی قدرت سے یہ کائنات پیدا ہوئی ہے۔ یہ فرومایہ خاک تیرے سبب سے طاقت ور ہوگئی ہے۔ ساری کائنات کا تعلق تیرے علم سے ہے ہمارا وجود تجھ سے قائم ہے اور تُو اپنی ہی ذات سے قائم ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تیری ہستی کی کوئی شکل نہیں ہے۔ تُو کسی سے اور کوئی تجھ سے مشابہ نہیں ہے۔ تیری ذات میں تغیر نہیں ہو سکتا' تجھے نہ کبھی موت آئی ہے اور نہ آئے گی۔ ہم سب فانی ہیں صرف تُو باقی ہے۔ سلطنت و بلندی اور تقدس تجھے ہی زیب دیتے ہیں۔ آنے والوں سے پہلے تیرا وجود ہے اور رہنے والوں سے کے بعد بھی تُو باقی ہے۔ اس دنیا میں کوئی مدتوں رہتا ہے لیکن خدا کے علاوہ کون کہہ سکتا ہے کہ آج بادشاہت کس کی ہے؟ اس کے جبروت کے سامنے دو عالم کم ہیں اور ہمارا اوّل و آخر ایک سانس ہے۔"

(مخزن الاسرار نظامی گنجوی آغاز سخن)

اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ولکنّهُ اِلٰهٌ واحِدٌ کما وَصَفَ نَفسَهُ

"لیکن وہ یکتا و یگانہ ہے جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے۔"

خداوند کریم نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی وحدانیت و یگانگی کو بیان کیا ہے:

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورۂ بقرہ آیت ۱۶۳)

"تمھارا خدا ایک ہے اس رحمان رحیم کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے (دنیا میں مومن و کافر سب پر مہربان ہے لیکن آخرت میں صرف مومنوں پر مہربان ہوگا)"۔

اس کے بعد محکم طریقہ سے استدلال فرماتا ہے:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۱۶۴)

Presented by Ziaraat.Com

"بے شک زمین و آسمان کے پیدا کرنے' رات' دن کے آنے جانے اور دریا میں ان کشتیوں کے چلنے میں کہ جن کے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے اور اس پانی میں جو خدا نے آسمان سے برسایا اور پھر اس کے وسیلہ سے مردہ ہو جانے کے بعد زمین کو زندہ کیا اور پھر اس میں ہر قسم کے چوپایوں کو چلایا اور ہواؤں کے چلنے میں اور اس بادل میں جو زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے' صاحبانِ عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔"

چشم بگشا بہ گلستان و ببین
جلوہ ی آب صاف در گل و خار
ز آب بی رنگ صد هزاران رنگ
لالہ و گل نگر در این گلزار
تا بہ جای رسی کہ می نرسد
پای اوھام و پایہ ی افکار
کہ یکی ھست و نیست غیر از او
وحدہ لا الہ الا ھو

(دیوان ہاتف اصفہانی ترجیع بند)

آیہ شریفہ میں ساری مخلوقات کا ذکر ہے اور ان چیزوں میں خدا کی قدرت کی نشانیوں کو بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے: یہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

ان سب کو خدا نے مذکورہ آیت میں بیان کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان ایک ربط ہے اور کائنات کے وجود میں ایک ہی خالق ہے اور ان موجودات میں کوئی خلل و رخنہ نہیں ہے۔ اس مشین کا مجموعہ خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے۔

جب آپ خدا کی معرفت حاصل کر لیں گے تب اس کی عبادت کر پائیں گے۔ پہلے انسان کو خدا کی معرفت ہونی چاہیے کیوں کہ اگر معرفت نہ ہوگی تو وہ اس کی عبادت نہیں کر سکے

Presented by Ziaraat.Com

گا۔ یہ علم ہی ہے جس کے ذریعے انسان حلال و حرام کو پہچانتا ہے۔ لہٰذا تحصیل علم کے لیے ثابت قدمی اور سنجیدگی کے ساتھ کوشش کرنا چاہیے اور دین کا جو علم حاصل کر چکے ہیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔

رسولؐ سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَضَعَ أَرْبَعاً فِي أَرْبَعٍ...... وَ بَقَاءَ الْإِيمَانِ فِي تَعْظِيمِ اللّٰهِ [1]

"ایمان کی بقا خدا کی عظمت کی معرفت حاصل کرنے میں ہے۔"

انسان کو چاہیے کہ موجودات کے بارے میں غور و فکر کرے تاکہ اس کا ایمان باقی رہ سکے اور وہ خدا کو پہچان سکے کیوں کہ خدا کی عظمت و بزرگی کی معرفت اسی وقت ہوتی ہے جب وہ خدا کے سامنے ہر چیز کو چھوٹی سمجھتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوقَ فِي عَيْنِكَ [1]

"جب تمھارے نزدیک خالق عظیم ہو گا تو پھر ساری مخلوق تمھاری نظر میں حقیر ہو جائے گی" (نہج البلاغہ، حکمت: ۱۲۹)۔

رہ عقل جز پیچ بر پیچ نیست
بر عارفان جز خدا ہیچ نیست
توان گفتن این با حقایق شناس
ولی خردہ گیرند اہل قیاس
کہ پس آسمان و زمین چیستند
بنی آدم و دام و دو کیستند؟

(۱) اثنا عشریۃ فیما یرویہ العالمۃ من الأخبار النبویۃ، ان اللّٰہ تعالٰی وضع اربعاً فی اربع: برکۃ العلم فی تعظیم الاستاذ و بقاء الایمان فی تعظیم اللّٰہ و لذۃ العیش فی برّ الوالدین و النجاۃ من النار فی ترک ایذاء الخلق۔

Presented by Ziaraat.Com

پسندیده پر سیدی ای هوشمند
بگویم گر آید جوابت پسند
که هامون و دریا و کوه و فلک
پری آدمیزاد و دیو و ملک
همه هرچه هستند از آن کمترند
که با هستیش نام هستی برند
عظیم است پیش تو دریا به موج
بلند است خورشید تابان به اوج
ولی اهل صورت کجا پی برند
که ارباب معنی به ملی درند
که گر آفتاب است یک ذره نیست
و گر کوه و دریاست یک قطره نیست
چو سلطان عزت علم بر کشد
جهان سر به جیب عدم در کشد

''راہ عقل پیچیدہ نہیں ہے' عارفوں کے لیے خدا کے علاوہ کچھ اور ہے ہی نہیں۔ یہ بات حقائق کی معرفت رکھنے والے ہی سے کہی جا سکتی ہے کیوں کہ قیاس کرنے والے قیل و قال کرتے ہیں کہ پھر یہ آسمان و زمین کیا ہیں؟ اے عقل مند! تم نے پسندیدہ چیز کے بارے میں سوال کیا ہے اگر تمھیں میرا جواب پسند آئے تو میں بتاتا ہوں۔ دریا' پہاڑ اور آسمان' پری' آدمی' دیو اور فرشتے جو بھی ہو' سب اس سے نیچے ہیں ان کا وجود اسی کے

Presented by Ziaraat.Com

وجود سے ہے۔تم موجزن دریا کو بہت عظیم سمجھتے ہو اور آفتاب درخشاں کو بلند خیال کرتے ہو۔ظاہری صورت دیکھنے والے حقیقت تک کہاں پہنچ سکتے ہیں اس کو صاحبانِ علم ہی سمجھتے ہیں۔آفتاب تو ایک ذرہ ہے اور دریا و پہاڑ ایک قطرہ کی مانند ہیں۔جب عزت کا بادشاہ علم بلند کرے گا تو سارا جہاں آغوشِ عدم میں چلا جائے گا" (کلیات سعدی بوستان' ص ۲۰۵)۔

.......*.......

Presented by Ziaraat.Com

# پانچویں تقریر

## خدا کی صفات

خدا کے شایانِ شان نہ اس کی عبادت کی جا سکتی ہے اور
نہ اس کا شکر ادا کیا جا سکتا ہے

خدا کی حمد وحمد و مدح میں فرق

خدا کی نعمتوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا

خدا کے شایانِ شان اس کی عبادت نہیں کی جا سکتی

خدا کی حقیقت کی معرفت محال ہے

ان آنکھوں سے خدا کا دیدار نہیں ہو سکتا

دل کی آنکھوں سے دیدار ہو سکتا ہے

اشیا سے خدا کا قرب و بعد

خدا کا تکلم

خدا کا ارادہ

خدا سمیع و بصیر ہے

خدا رحیم ہے

Presented by Ziaraat.Com

ہمارے مولا حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

الحَمدُلِلّٰهِ الَّذِی لا یَبلُغُ مِدحَتَهُ القَائِلُونَ ولا یُحصِی نَعمَائَهُ العادُّونَ ولا یُؤدّی حَقَّهُ المُجتَهِدُونَ، الّذی لا یُدرِکُهُ بُعدُ الهِمَمِ ولا یَنَالُهُ غَوصُ الفِطَنِ

''ساری تعریف اس خدا سے مخصوص ہے کہ اگر تمام کہنے والے اس کی حمد و ثنا کریں تو بھی اس کی حمد کا حق ادا نہیں کر سکتے اور اگر ساری دنیا کے گننے والے جمع ہو جائیں اور اس کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے اور عبادت و بندگی میں تمام کوشش کرنے والے اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتے، بلند ہمتیں اسے پا نہیں سکتیں اور ذہین و زیرک لوگ دریائے فکر میں غوطہ زنی کر کے اس کی ذات تک پہنچ نہیں سکتے'' (نہج البلاغہ، خطبہ اوّل)۔

بار خدا مہیمنی و مقدر
و زھمہ غیبی منزھی و مبرا
ما نہ توانیم حق حمد تو گفتن
با ھمہ کرو بیان عالم بالا

''اے نگہبان و تقدیر بنانے والے خدا! تُو ہر عیب و نقص سے مبرا و منزہ ہے۔ ہم تیری حمد کا حق ادا نہیں کر سکتے بلکہ عالم بالا کے فرشتے بھی حق ادا نہیں کر سکتے'' (کلیات سعدی غزلیات، ص ۴۱)۔

رسولؐ کے فرمودات میں سے یہ بھی ہے کہ آپؐ خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے:

Presented by Ziaraat.Com

لاأُحصِی ثَناءً عَلَیکَ، أنتَ کما أثنَیتَ علیٰ نَفسِکَ [1]

''معبُودا میں تیری ایسی حمد نہیں کر سکتا کہ جس کا تو اہل ہے تو ایسا ہی ہے کہ جیسی تُو نے خود اپنی حمد کی ہے۔''

بعض علما نے حمد، مدح اور شکر کے فرق کو اس طرح بیان کیا ہے:

الحَمدُ هو الثّناءُ بِاللّسان علیٰ الجَمیلِ الاختیاری نعمةً کان او غیرها

''حمد اس ثنا و ستائش کو کہتے ہیں جو اس نیک کام کو دیکھ کر کی جاتی ہے جو صاحبِ اختیار نے کیا ہو۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ یہ نیکی و خوبی کوئی نعمت ہو یا غیر نعمت۔''

اور شکر اس حمد و ثنا کو کہتے ہیں جو اس نیک اور اچھے کام کے مقابل میں کی جاتی ہے جو کسی بااختیار سے صادر ہوا ہو جب کہ یہ کام نیک ہو۔

بنابراین شکر نعمت کی وجہ سے کیا جاتا ہے لیکن حمد نعمت کے عوض میں بھی کی جاتی ہے اور اس کے علاوہ بھی خواہ نعمت مدنظر نہ ہو:

المَدحُ هُوَ الثناءُ بِالجَمیلِ اِختیاریاً کان او غیر اختیاری

''مدح ایسی ثنا کو کہتے ہیں کہ جو نیکی و خوبی کے مقابل کی جاتی ہے، خواہ یہ نیکی و خوبی اختیار سے ہوئی ہو یا بے اختیاری میں'' (حاشیۂ حاشیہ مولیٰ عبداللہ، ص ۴)۔

مثلاً ہم کسی انسان کی بھی مدح کرتے ہیں اور کبھی گل و ریحان کی بھی لیکن گل و ریحان کے لیے مدح نہیں کی جاتی کیوں کہ ان کی خوش بو و خوبی ان کا اختیاری فعل نہیں ہے لیکن حمد نیکی و خوبی کے مقابل کی جاتی ہے خواہ وہ نیکی اختیار سے وجود میں آئی ہو، خواہ غیر اختیار سے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام اور بعض شائستہ لوگوں کے لیے حمد و مدح دونوں استعمال ہوتے ہیں جب کہ گل و ریحان کے لیے صرف حمد کا استعمال ہوتا ہے:

---

(۱) مصباح الشریعة الباب الخامس فی الذکر بحار الانوار، ج ۹۷، ص ۳۲۸ بحوالہ کتاب الدروع، سید بن طاؤس، پانچویں اعمال میں نقل ہوئی ہے: اَللّٰھم اِنّی أعوذُ برضاك من سخطك و بعافیتك من عقوبتك و بك منك لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علیٰ نفسك۔

Presented by Ziaraat.Com

ولا یُحصی نعمائہُ العادّونَ

"اگر دنیا کے سارے شمار کرنے والے جمع ہو جائیں اور اس کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہیں تو ہرگز نہیں کر سکتے۔"

یہ ممکن نہیں ہے کہ بشر خدا کی نعمتوں کو شمار کر سکے چہ جائیکہ ان کا شکر ادا کرے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (سورۂ ابراہیم آیت ۳۴)

"اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہیں کر سکتے (تم کسی طرح بھی انہیں شمار نہیں کر سکتے)"۔

فضل خدای را کہ تواند شمار کرد
یا کیست ان کہ شکر یکی از ھزار کرد
آن صانع قدیم کہ بر فرش کاینا
چندین ھزار صورت الوان نگار کرد
بحر آفرید و بر و درختان و آدمی
خورشید و ماہ و انجم و لیل و نھار کرد
اجزای خاک مردہ بہ تاثیر آفتاب
بستان میوہ و چمن و لالہ زار کرد
ابر آب داد بیخ درختان تشنہ را
شاخ برھنہ پیرھن نو بھار کرد

"فضل خدا کا اندازہ کون لگا سکتا ہے یا ہزاروں نعمتوں میں کسی ایک کا شکر کون ادا کر سکتا ہے۔ اس قدیم صانع نے کائنات کے فرش پر رنگ و برنگی ہزاروں تصویریں بنائی ہیں۔ اس نے سمندر، بیابان، درخت اور آدمی، سورج، چاند، ستارے اور رات و دن کو خلق کیا۔ آفتاب کی تاثیر سے مردہ

Presented by Ziaraat.Com

زمین کے اجزا کو پھل دار باغ اور چمن و لالہ زار بنا دیا' پیاسے درختوں کو بادل نے سیراب کر دیا اور بے برگ شاخوں کو نو بہار کا پیرہن دیا۔"

(کلیاتِ سعدی مواعظ ص۱۱۷)

مختصر یہ کہ بشر خدا کی نعمتوں کو شمار کرنے سے عاجز ہے چہ جائیکہ اُن کا شکریہ ادا کرے:

ھر نفسی کہ فرو می رود ممد حیات اس و
چون بیرون بر می آید مفرح ذات
پس در ھر نفسی دو نعمت موجود اسـت و بـر
ھر نعمتی شکری واجب

"جو سانس اندر جاتی ہے اس سے زندگی کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور جو خارج ہوتی ہے اس سے آرام ملتا ہے پس ہر سانس میں دو نعمتیں ہیں اور ہر نعمت کا ایک بار شکر ادا کرنا واجب ہے" (کلیات سعدی گلستان دیباچہ)۔

امام زین العابدین علیہ السلام مناجاتِ شاکرین میں خدا کی نعمتوں کو بیان کرنے کے بعد عرض پرداز ہیں:

فَآلائُكَ جَمَّةٌ ضَعُفَ لِسانِي عن إحصائِها' و نَعمائُكَ كثيرةٌ قَصُرَ فَهمِي عن إدراكِها فَضلاً عَن إستِقصائِها' فكَيفَ لِي بِتَحصِيلِ الشكرِ' و شُكرِي إيّاكَ يَفتَقِرُ إلىٰ شُكرٍ' فَكُلَّما قُلتُ لَكَ الحمدُ' وَجَبَ عَلَيَّ لِذلِكَ أن أقُولَ لَكَ الحمدُ

"پروردگار تیری باطنی نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ میں انھیں شمار نہیں کر سکتا اور تیری ظاہری نعمتیں بھی بے شمار ہیں' میں انھیں درک نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ میں انھیں شمار کروں' پس میں کیسے ان کا شکر ادا کر سکتا ہوں؟ میں ہرگز تیرا شکر ادا نہیں کر سکتا اور اگر میں تیرا شکر ادا کرنے میں کامیاب بھی ہو جاؤں تو یہ بھی تیری ایک نعمت ہے کہ تُو نے مجھے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا کی

Presented by Ziaraat.Com

ہے' لہٰذا مجھے پھر شکر ادا کرنا ہے۔ بشر خدا کی نعمتوں کو شمار کرنے سے عاجز ہے چہ جائیکہ اس کریم کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔"

(مفاتیح الجنان' مناجات خمس عشر' مناجات ششم)

ولا یُؤدِّی حَقَّهُ المُجتَهِدُونَ

"عبادت و بندگی میں جاں فشانی کرنے والے اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔"

رسولؐ فرماتے ہیں:

مَا عَرَفناكَ حَقَّ مَعرِفَتِكَ وَما عَبَدناكَ حَقَّ عِبادَتِكَ(1)

"ہم نے تجھے اس طرح نہیں پہچانا جیسا کہ تیری معرفت کا حق تھا اور تیری عبادت اس طرح نہ کر سکے جیسا کہ تیری عبادت کا حق تھا۔"

مشہور ہے کہ شیخ ابوعلی سینا نے اس کو منظوم کیا ہے:

اعتصامُ الوریٰ بمعرفتك
عجزَ الواصفون عن صفتك
تُب علینا فاَنّنا بشرٌ
ما عرفناك حقَّ معرفتك

الّذی لا تُدرِکُهُ بُعدُ الهِمَمِ ولا یَنالُهُ غَوصُ الفِطَنِ

"جس کو بلند ہمتیں نہیں پا سکتیں اور ذہین و زیرک لوگوں کے افکار جس

---

(1) عوام الحالیٰ ج۲، ص۱۳۲ پر صرف پہلے جملہ کو بیان کیا ہے لیکن بحار الانوار ج ۷۱، ص ۲۳ مجلسی مرحوم نے روایت کی وضاحت کے لیے تحریم کیا: ولمّا کان الشکر بالجوارح التی هی من نعمه تعالیٰ و لا یتاتیٰ اِلّا بتوفیقه سبحانه فالشکر أیضاً نعمةٌ من نعمه و یوجب شکراً آخر فینتهی الیٰ الاعتراف بِالعَجزِ عَن الشُکرِ فآخر مراتب الشُکرِ الاعتراف بالعجز عنه کما أن آخر مراتب المعرفة و الثناء الاعتراف بالعجز عنهما و کذا العبادة کما قال سید العابدین و الشاکرین: لا احصی ثناءً علیك انت کما أثنیتَ علیٰ نفسك و قال: ما عبدناك حقّ عبادتك وما عرفناك حقّ معرفتك۔

Presented by Ziaraat.Com

تک نہیں پہنچ سکتے۔"

کیا یہ ممکن ہے کہ مخلوق و بشر خالق کی حقیقت کو سمجھ جائے؟

کسی کو آدمی را کرد بنیاد

ندام چہ ای؟ ھر چہ ھستی توئی[1]

"کوئی چیز بھی خدا کے مثل نہیں ہے اور جب خدا کی مانند اور شبیہ کوئی چیز نہیں ہے تو اس کی حقیقت بھی قابل ادراک نہیں ہے۔"

قرآن فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (سورۂ شوریٰ آیت ۱۱)

"اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔"

جس طرح خدا کی حقیقت کو نہیں پہچانا جا سکتا' اس کو ظاہری آنکھوں سے نہ دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے اور نہ آخرت میں' یہاں تک کہ انبیاء و اوصیا بھی اسے ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے کیوں کہ اس کی ذات ایسی حقیقت نہیں ہے کہ جس کا مشاہدہ ظاہری آنکھیں کر سکیں:

بہ بندگانِ آفریندہ را

نبینی مرجان دو بینندہ را

حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے وعدہ کے مطابق خدا سے مناجات کے لیے میقات گئے تھے اور اپنے ساتھ بنی اسرائیل میں سے ستر (۷۰) آدمیوں کو لے گئے تھے۔ اس واقعہ کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا (سورۂ اعراف' آیت ۱۵۵)

"اور جب موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے مناجات کے لیے میقات جانے کا ارادہ کیا تو بنی اسرائیل میں سے میقات لے جانے کے لیے ستر (۷۰)

---

(۱) جامی (گزید ھفت رنگ سر آغاز) کہتے ہیں: نہ تنہا بلندی و پستی توی۔ کہ ہستی دہ و ہست و ھستی توی
نظامی۔ شرف نامہ بہ نام یز دبخشائندہ۔ کہتے ہیں: پناہ بلندی و پستی توئی۔ ھمہ نیست...... آنچہ ہستی توی۔

Presented by Ziaraat.Com

آدمیوں کو منتخب کیا۔"

جب خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تو ان لوگوں نے کہا:

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (سورۂ بقرہ آیت ۵۵)

"ہم آپ پر اس وقت ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ خدا کو آشکارا طور پر نہیں دیکھ لیں گے۔"

لہٰذا (اکثر مفسرین کے بقول) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بارگاہِ خدا میں عرض کیا:

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ اعراف آیت ۱۴۳)

"پروردگارا! مجھے اپنا جلوہ دکھا دے۔ ارشاد ہوا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ گیا تو پھر مجھے دیکھ سکتے ہو۔ اس کے بعد جب پہاڑ پر پروردگار کی تجلی ہوئی تو وہ چور چور ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب انہیں افاقہ ہوا تو کہنے لگے: پروردگارا! تو پاک و پاکیزہ ہے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔"

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں حالاں کہ ان سے پہلے بہت سے مومنین گزر چکے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے: موسیٰ علیہ السلام یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دیدار کے تقاضے کے بعد میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں، مجھے یقین ہے کہ ظاہری آنکھوں سے تیرا دیدار ہرگز نہیں ہوگا۔

یہ تھا اکثر مفسرین کا نظریہ، لیکن علامہ طباطبائی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول "رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ" کے بارے میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

Presented by Ziaraat.Com

مقصد ظاہری دیدار نہیں تھا بلکہ آپؑ کی مراد باطنی جلوہ تھا' وہی قلبی دیدار جو کہ مرنے کے بعد انسان کو نصیب ہوتا ہے۔ حجاب اور پردے اُٹھ جاتے ہیں اس وقت انسان اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ تمام چیزوں کو دیکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے یہی درخواست کی تھی کہ جس طرح آخرت میں دل کی آنکھوں سے تیرا دیدار ہوتا ہے اسی طرح مجھے دنیا میں عطا کر دے۔

یہ مفہوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے ملتا جلتا ہے:

رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی (سورۂ بقرۂ آیت ۲۶۰)

"پروردگار! مجھے دکھا دے کہ تُو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟"

ندا آئی:

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (سورۂ بقرۂ آیت ۲۶۰)

"کیا تم ابھی ایمان نہیں لائے؟ عرض کیا: میں نے اطمینانِ قلب کے لیے یہ تقاضا کیا ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ایسی ہی درخواست کی تھی وہ قلب کی آنکھوں سے اسی دنیا میں خدا کا دیدار کرنا چاہتے تھے جو کہ مرنے کے بعد ہوتا ہے۔ وہ یہیں باطنی دیدار کرنا چاہتے تھے (المیزان' ج۸، ص۲۴۸ تا ص۲۵۵)۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے مطالبہ کے مطابق دیدار کی درخواست نہیں کی تھی بلکہ باطنی طور پر حق کا دیدار چاہتے تھے تو اس سے ہم حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے بلند مرتبہ کا اندازہ لگا سکتے ہیں' آپؑ فرماتے تھے: لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْناً[1]

(۱) بحارالانوار' ج۷۸، ص۳۰۴' تذکرۃ الخواص' مناقب ابن شہر آشوب' ج۲، ص۳۸: کنانی نے روایت کی ہے کہ انھوں نے سنا' حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: میں تبلیغ رسالت' بلند مقامات وتمام کلمات کا علم رکھتا ہوں۔ میرے سینہ میں سارا علم جمع ہے اے کاش! کوئی اس کا لینے والا ہوتا' اگر پردے اُٹھا لیے جائیں تو بھی میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا۔ ارشاد القلوب' ج۱، ص۱۲۳ غررالحکم اور کشف الغمہ' ج۱، ص۱۷۰ پر اس طرح تحریر ہے: واعلم ان انواع العبادۃ کثیرۃ و ھی متوقفۃ علیٰ قوۃ الیقین باللّٰہ تعالیٰ وما عندہ و ما أعدّہ لأولیائہ فی دار الجزاء و علیٰ شدۃ الخوف من اللّٰہ تعالیٰ و ألیم عقابہ نعوذ باللّٰہ و علی القائل: لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً، فشدّۃ یقینہ دالّۃ علیٰ قوۃ دینہ و رجاحۃ موازینہ و قد تظاھرت الروایات' انّہ لم یکن نوع من أنواع العبادۃ و الزھد و الورع إلّا حظہ منہ و افر الاقسام و نصیبہ منہ تام بل زائد علیٰ التمام۔

Presented by Ziaraat.Com

''اگر پردے اُٹھا لیے جائیں تو بھی میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا۔''

یعنی جو یقین انسان کو مرنے کے بعد اور پردے اُٹھ جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو اسی دنیا میں حاصل تھا۔ اب اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت امیر علیہ السلام کا مرتبہ کتنا بلند ہے۔

بہرحال خدا کے دیدار کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی آیتیں اور بکثرت روایتیں موجود ہیں۔ مثلاً ذعلب یمانی نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

هَل رَأيتَ رَبَّكَ يَا أميرَالمؤمِنينَ؟ فقال: أفأ عبُدُ ما لا أرىٰ؟ فقال: كَيفَ تَراهُ؟

''اے امیرالمومنین علیہ السلام! کیا آپؑ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیا میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جس کو میں نے نہیں دیکھا؟ اس نے عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! تو آپؑ نے اپنے خدا کو کیسے دیکھا ہے؟'' (نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۹)

آپؑ نے فرمایا:

لا تُدرِكُهُ العُيونُ بمشاهَدَةِ العَيانِ ولكن تُدرِكُهُ القُلُوبُ بحقائِقِ الايمان

''آنکھیں اس کو ظاہر بظاہر نہیں دیکھ سکتیں لیکن ایمان کی حقیقتوں کے ساتھ اس پاک ذات کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔''

چشم دل باز کن کہ جان بینی
آنچہ نادیدنی است آن بینی
آن چہ بینی دلت ھمان خواھد
آن چہ خواھد دلت ھمان بینی

Presented by Ziaraat.Com

از مضیق جہات در گذری
وسعت ملک لا مکان بینی
تا بہ جایی رسانَدت کہ یکی
از جہان و جہانیان بینی
با یکی مہر و رز از دل و جان
تا بہ عین الیقین عیان بینی
کہ یکی هست و هیچ نیست جز او
وحدہ لا الٰہ الا ھو

”دل کی آنکھیں کھولو تاکہ روح و جان ہستی کو دیکھ سکو جس کو دیکھا نہیں جا سکتا اس کو دیکھ سکو۔ تم وہی دیکھو گے تمھارا دل اس کا طلب گار ہے اور اسی کا دیدار کرو گے جس کو دیکھنے کے لیے تمھارا دل تڑپتا ہے جس کو دل چاہتا ہے اسی کو دیکھو گے۔ سمتوں اور حدود کی تنگنائیوں سے گزر جاؤ تاکہ لامکان (خدا) کے مالک کی وسعتوں کو دیکھ لو۔ خود کو اس جگہ پر پہنچاؤ جہاں تم ایک دوسرے عالم اور اس کے باشندوں کو مشاہدہ کرو۔ صرف ایک سے دل و جان کے ساتھ محبت کرو تاکہ عین الیقین کے ساتھ اس کو آشکار دیکھ سکو۔ فقط ایک وہی ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے وہ واحد ہے اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے“ (دیوان ہاتف اصفہانی ترجیع بند)۔

درج ذیل آیت سے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ○ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (سورۂ قیامہ آیات ۲۲-۲۳)

”روزِ قیامت کچھ چہرے بشاش و شاداب ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف نظر جمائے ہوں گے۔“

Presented by Ziaraat.Com

خدا کا دیدار آنکھوں سے نہیں بلکہ آئمہ معصومینؑ کی روایتوں کے مطابق دل کی آنکھوں سے ہوگا۔ سید مرتضیٰ نے بھی اپنی کتاب "المحکم و المتشابہ" میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ روزِ قیامت اس طرح پردے ہٹ جائیں گے کہ انسان کو خدا کے وجود کا پورا یقین ہو جائے گا:

قَرِیبٌ مِنَ الْاَشْیَاءِ غَیرَ مُلَابِسٍ بَعِیدٌ مِنھا غَیرَ مُبَایِنٍ

"خداوند عالم اشیا سے قریب ہے لیکن ان سے متصل نہیں ہے (اس کا علم و قدرت ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے) وہ ہر چیز سے دور ہے لیکن اس سے جدا نہیں ہے۔"

نیک پیدا و سخت مستوری
خویش و بیگانہ چون در آینہ مہر

مُتَکَلِّمٌ لا بِرَوِیَّۃٍ

"خداوند عالم متکلم ہے لیکن زبان وفکر کے ساتھ نہیں۔"

خدا متکلم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوتا تھا۔ شبِ معراج رسولؐ سے ہم کلام ہوا، لیکن اس کا کلام زبان سے نہیں ہوتا نہ اسے کلام کرنے میں غور وفکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپؑ کے بیان کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا کلام غور وفکر کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ "کُن" کے ذریعے چیزوں میں کلام پیدا کرتا ہے۔

خدا کے متکلم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ کلام کو پیدا کرتا ہے۔ قرآن بھی خدا کا کلام ہے۔ خدا نے اسے پیدا کیا ہے لہٰذا وہ اس کی مخلوق ہے۔ ہاں اس کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ خدا کے حکم سے وجود میں آیا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے قلب پر اُترا ہے:

مُرِیدٌ لا بِھِمَّۃٍ

"خداوندِ عالم اشیا کو خلق کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن ہماری طرح نہیں کہ

Presented by Ziaraat.Com

پہلے اس کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں اور جب قطعی فیصلہ کر لیتے ہیں تب اسے انجام دیتے ہیں۔"

خدا تمام چیزوں کو "کُن" کے ذریعے پیدا کرتا ہے:

إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ (سورہ یٰس، آیت ۸۲)

"خدا کا امر تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو فرماتا ہے: ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔"

صانِعٌ لا بجارِحَةٍ، لَطيفٌ لا يوصَفُ بالخَفاءِ، كبيرٌ لا يوصَفُ بالجَفاءِ، بصيرٌ لا يوصَفُ بالحاسَّةِ

"کائنات اور اس کی تمام چیزوں کو خدا نے ہی پیدا کیا ہے لیکن اعضا و جوارح کی مدد سے نہیں، وہ نہایت ہی باریکی و لطافت کے ساتھ اُمور کو انجام دیتا ہے لیکن اسے پوشیدہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ بڑا ہے مگر اسے ظلم سے متصف نہیں کیا جا سکتا ہے۔ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے لیکن اسے آنکھ یا دوسرے حواس سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔"

وہ ان تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو دید کے قابل ہیں، اسی طرح وہ سمیع (سننے والا) بھی ہے۔ مگر ہماری طرح کان سے نہیں سنتا ہے بلکہ وہ تمام دیکھی جانے والی اور تمام سنی جانے والی چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

بنابرایں خدا کے سمیع و بصیر ہونے کا تعلق اس کی صفات ذات سے ہے، جیسا کہ علم کا تعلق اس کی ذات سے ہے۔

تکلم کا تعلق اس کی صفات فعل سے ہے۔ وہ کلام کو پیدا کرتا ہے، لیکن سنی جانے والی اور دیکھے جانے والی چیزوں کا علم رکھتا ہے، اس کا تعلق خدا کے علم سے ہے:

رَحيمٌ لا يوصَفُ بالرِقَّةِ

Presented by Ziaraat.Com

"خدا مہربان ہے لیکن ہماری طرح دل کی رقت و نرمی کے ساتھ نہیں بلکہ اس کے مہربان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مخلوق کو بخشش و انعام سے سرفراز کرتا ہے۔"

تَعنوا الوُجُوہُ لِعَظَمَتِهٖ

"اس کی عظمت کے سبب چہرے (سر) جھکے ہوئے ہیں۔"

و تَجِبُ القُلُوبُ مِن مِخَافَتِهٖ

"اس کے خوف سے دل لرزاں رہے ہیں۔"

Presented by Ziaraat.Com

......*......

# چھٹی تقریر

## آفاق وانفس کی آیتوں سے خدا کی معرفت اور یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے

خدا کے لیے خالص ہونے کے معنی

خدا کی صفات کی کیفیت

آفاق وانفس کی آیتوں سے خدا کی معرفت

رنگوں کا اختلاف خدا کے وجود کی دلیل ہے

خدا سے صرف علما ڈرتے ہیں

......✿......

Presented by Ziaraat.Com

اَوّلُ الدّینِ مَعرِفَتُہٗ و کَمَالُ معرِفَتِہٖ التَصدیقُ بِہٖ و کَمَالُ التَّصدِیقِ بِہٖ تَوحِیدُہٗ و کَمَالُ تَوحِیدِہٖ الاخلاصُ لَہٗ و کَمَالُ الاخلاصِ لَہٗ نَفیُ الصِّفَاتِ عَنہُ فَمَن وَصفَ اللّٰہَ سُبحَانَہٗ فقد قَرَنَہٗ و مَن قَرَنَہٗ فَقَد ثَنَّاہُ وَمَن ثَنَّاہُ فَقَد جَزّاَہُ وَمَن جَزَّاَہُ فَقَد جَہِلَہٗ (نہج البلاغہ، خطبہ اوّل)

دین کی ابتداء معرفتِ خدا سے ہوتی ہے جیسا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے:

”دین کا سر آغاز خدا کی معرفت ہے اور اس کی معرفت کا کمال، اس کی تصدیق ہے اور اس کی تصدیق کا کمال توحید ہے اور اس کی توحید کا کمال، اخلاص ہے۔“

اخلاص کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں:

① اخلاص کے مشہور معنی یہ ہیں کہ عمل کو خدا کے لیے خالص کیا جائے یعنی جب انسان موحد ہو جاتا ہے تو اس کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے اور جب اس کی عبادت کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ صرف خدا کی عبادت کرے، اپنی عبادت کو خالص خدا کے لیے قرار دے۔

② اخلاص کے دوسرے معنی وہی ہیں جو ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں تحریر کیے ہیں: اخلاص یعنی خدا کو خالص و بسیط جاننا اور جو کہا ہے کہ توحید کا کمال اخلاص ہے تو اس کے معنی یہ ہیں: خداوند تعالیٰ بسیط ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز مرکب ہے۔[1]

(۱) شرح نہج البلاغہ، ج۱، ص۷۳، لیکن یہاں اخلاص کے معنی ہیں اس سے جسم و عرض اور اس کے لوازم کی نفی کرنا اس لیے جسم مرکب ہے اور ہر مرکب ممکن ہے اور وہ واجب الوجود ہے ممکن نہیں ہے اور عرض واجب کا محتاج ہوتا ہے اور واجب الوجود کسی کا محتاج نہیں ہے پس واجب الوجود عرض نہیں ہے اور ہر جزء مقدمہ محدث ہوتا ہے اور واجب الوجود محدث نہیں ہے پس واجب الوجود نہ جزء مقدمہ ہے نہ عرض: نہ وہ کسی سمت میں ہے پس جو شخص خدا کی وحدانیت کی معرفت رکھتا ہے اور ان اُمور سے نابلد ہے اس کا توحید کا عقیدہ ناقص ہے اور جس نے اس کی وحدانیت کی معرفت کے بعد ان اُمور کا علم بھی حاصل کر لیا وہ خدا کی معرفت میں مخلص ہے اور اس کی معرفت کامل ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مختصر یہ کہ خواہ اخلاص کے معنی خدا کے لیے عمل کو خالص کرنا ہو خواہ اسے بسیط جاننا ہو۔

اس کے تمام کا کمال یہ ہے کہ اس سے صفات کی نفی کریں' یعنی موجودات میں جو صفات ہیں ان کی نسبت خدا کی طرف نہ دی جائے۔ مثلاً زید قادر و عالم ہے' تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک زمانہ میں زید قادر و عالم نہیں تھا' بعد میں قادر ہوا۔ درحقیقت علم زید کا زید کے ساتھ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دو چیزیں ہیں۔ ہر صفت کو جب زید کے ساتھ دیکھیں گے تو وہ مرکب نظر آئے گا۔ لیکن خدا کی صفات کی یہ کیفیت نہیں ہے بلکہ خدا ہمیشہ سے ہے۔ اس کی صفات بھی ہمیشہ سے ہیں اور خدا ہمیشہ رہے گا اور اس کی صفات بھی ہمیشہ رہیں گی۔ اس کی صفات کمال اس کی عین ذات ہیں' اس سے جدا نہیں ہیں۔ اس کی ذات عین قدرت وعلم وحیات ہے پس جو شخص خدا کی صفات کو مخلوق جیسی صفات سمجھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ خدا کی صفات اس کی ذات کے علاوہ ہیں (یعنی اس کی صفات زائد برذات ہیں) وہ خدا کو دوسری چیز سے متصل و مقرون کرتا ہے اور جو خدا کو دوسری چیز سے متصل کرتا ہے وہ خدا کے جز قرار دیتا ہے اور جس نے خدا کے جز قرار دیئے وہ اس کی معرفت سے بے خبر رہا۔

بنابرایں اس کی صفات زائد برذات نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ کی صفات اس کے عین ذات ہیں۔

پس انسان پر سب سے پہلے خدا کی معرفت واجب ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کو ہم کس طرح پہچانیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی معرفت کا بہترین طریقہ آفاق وانفس کی آیات ونشانیاں ہیں وہی نشانیاں جو زمین وآسمان میں موجود ہیں' وہی عجیب وغریب آیتیں جو کائنات میں سب پر آشکار ہیں:

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ
تَدُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ الْوَاحِدُ

"ہر چیز میں ایک نشانی موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خدا

Presented by Ziaraat.Com

ایک ہے۔"[1]

در ہر چہ بنگرم کو پدیدار بودہ ای

ای نا نمودہ رخ تو چہ بسیار بودہ ای

"میں جس چیز کو بھی دیکھتا ہوں اس میں تیرا ہی جلوہ ہے اے رُخ سے نقاب نہ اُٹھانے والے تو ہر جگہ نظر آتا ہے" (جام جم اوحدی مراغائی غزل نمبر ۷۵)۔

جو آیتیں خدا کی قدرت کو بیان کرتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا

(سورۂ فاطر، آیت ۲۷)

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے آسمان سے پانی نازل کیا اور پھر اپنی قدرتِ کاملہ سے مختلف رنگ کے درختوں، پھلوں کو وجود بخشا۔"

الوان کے ایک معنی پھلوں کی قسم اور انواع کے ہیں یعنی ہم نے مختلف قسم کے بے شمار پھل پیدا کیے ہیں اور ان انواع میں سے ہر ایک کی الگ الگ قسمیں ہیں، انگور کی کئی قسمیں ہیں، اسی طرح خرمہ، سیب اور دوسرے پھلوں کی بھی متعدد قسمیں ہیں۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۱، ص ۱۴۸، ج ۸۶، ص ۲۶۵، تفسیر قمی، ج ۲، ص ۲۶۷، ج ۲، ص ۳۳۰، عدۃ الداعی، ص ۳۲۱، مصباح کفعمی، ص ۳۳۱، شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۳۳۸، ج ۶، ص ۳۱۲، المقام الاسنیٰ، ص ۵۸، دیوان ابی العتاہیہ، حرف الدال ۹۲۔ روایت ہے کہ وہ کتاب فروش کی دُکان پر بیٹھا تھا اس نے ایک کتاب اُٹھائی اور فی البدیہہ اس کی پشت پر یہ اشعار لکھے:

اَلا اِنّنا کلُّنا بائِدُ ... و ای بَنِی آدم خالِدُ

و بَدؤھُم کانَ مِن رَبِّھِم ... و کلٌ اِلیٰ رَبِّہٖ عائِدُ

فیا عَجَباً کَیفَ یُعصَیٰ الالٰہُ ... ام کَیفَ یَجحَدُہُ الجَاحِدُ

وللّٰہِ فِي کُلِّ تَحرِیکَۃٍ ... وفِي کُلِّ تَسکِینۃٍ شَاھِدُ

وفی کل شیءٍ لَہٗ آیۃٌ ... تَدُلُّ علیٰ اَنّہٗ الواحِدُ

پھر وہاں سے واپس آ گیا کچھ دیر بعد ادھر سے ابونواس کا گزر ہوا، اس نے وہ اشعار دیکھے معلوم کیا: یہ اشعار کس کے ہیں؟ بتایا گیا: ابو العتاہیہ کے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ وہ میرے تمام اشعار کے بدلے یہ اشعار مجھے دے دے۔

Presented by Ziaraat.Com

ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا (سورۂ فاطر آیت ۲۷)

"پھلوں کی انواع و اقسام"۔

الوانہا کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کے ظاہری رنگ مختلف ہیں۔ دیکھئے تو ان پھلوں کے کتنے مختلف رنگ ہیں' حالاں کہ یہ سب ایک ہی پانی' ایک ہی ہوا اور ایک ہی زمین سے وجود میں آئے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے رنگ جدا جدا ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے مزے بھی الگ الگ ہیں' ان کی بو بھی مختلف ہے۔

یہ سب خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ انھیں نعمتوں میں غور کر کے انسان دل کی آنکھوں سے ذاتِ خدا کو مشاہدہ کر سکتا ہے۔

خدا تو آشکار اور اپنے اس آشکار ہونے ہی کی بنا پر مخفی ہے:

یَا مَنْ هُوَ اَخْتَفیٰ لِفَرطِ نُورِہٖ

الظَّاهِرُ البَاطِنُ فِی ظُهُورِہٖ

"اے وہ خدا جو اپنے نور کی شدت سے مخفی ہے تُو اپنے ظہور میں ظاہر بھی باطن" (منظومہ حاج مولیٰ ہادی سبزواری)۔

ایک فارسی شاعر کہتا ہے:

شمع جوی و آفتاب بلند
روز بس روشن و در شب تار
گرز ظلمات خود رمی بینی
همه عالم مشارق الانوار
کوروش قاید و عصا - طلبی
بهر این راه روشن و هموار
چشم بگشابه گلستان و ببین
جلوه ی آب صاف در گل و خار

Presented by Ziaraat.Com

ز آب بی رنگ صد هزاران رنگ
لاله و گل نگر در آن گلزار
تا به جائی رسی که می نرسد
پای اوهام و پایه ی افکار
که یکی هست و هیچ نیست جز او
وحده لا اله الا هو

"آفتاب کی اس کثیر نور پاشی میں تم شمع ڈھونڈ رہے ہو' دن پورے طریقہ سے روشن ہے اور تم ابھی تک اندھیری رات میں ہو اگر تم اپنی تاریکیوں سے نجات پا جاؤ تو سارا جہاں روشن و درخشاں ہے۔ اس روشن راستہ کے لیے اندھے' راہ نما اور عصا ڈھونڈ رہے ہو' آنکھیں کھولو چمنستان کو دیکھو اور خار و گل میں صاف پانی کا کرشمہ اور جلوہ دیکھو۔ بے رنگ پانی میں ہزاروں رنگ ہیں' اس گلستاں میں لالہ و گل کو دیکھو تا کہ اس طرح تم اس مقام پر پہنچ جاؤ جہاں تک خیالات و افکار کا پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔ وہ ایک ہے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے' ایک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے" (دیوان ہاتف اصفہانی' ترجیع بند)۔

وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيبُ سُودٌ (سورۂ فاطر آیت ۲۸)

"پہاڑوں اور ذروں کو دیکھو مختلف رنگوں کو دیکھو سفید' سرخ اور سیاہ نہایت ہی شدید ہیں ان سب میں تم خدا کی قدرت کی نشانی دیکھو۔"

وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ

(سورۂ فاطر آیت ۲۸)

"اسی طرح زمین پر رینگنے والوں اور چوپایوں کے بھی مختلف رنگ ہیں۔"

Presented by Ziaraat.Com

جب آپ لوگوں کو دیکھیں گے تو یہی رنگ اور نسل کا فرق ان میں بھی مشاہدہ کریں گے۔ ان میں سے دو بھی یکساں نہیں ہیں۔ یہ شبہ نہیں ہوتا کہ یہ وہی ہے۔ یہی حال روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کا ہے۔ یہ اس کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ لیکن اگر ہم ان رنگوں اور ان نشانیوں میں رہتے ہوئے ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے تو خدا کی معرفت حاصل نہیں ہوگی۔ وہ کہتے ہیں: کہاں ہے خدا؟ حالاں کہ ہم دل کی آنکھوں سے ہر چیز میں خدا کو دیکھتے ہیں، سر کی آنکھوں سے نہیں۔ اس سلسلہ میں علما ایک مثال دیتے ہیں:

ایک مرتبہ مچھلیاں جمع ہوئیں اور کہنے لگیں: ہم نے بارہا پانی کا قصہ سنا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ ہم پانی کے طفیل میں زندہ ہیں لیکن ابھی تک ہم نے پانی نہیں دیکھا ہے؟ کسی نے سنا تھا کہ فلاں دریا میں ایک مچھلی ہے اس نے پانی کو دیکھا ہے اس کے پاس چلا جائے تاکہ وہ ہمیں پانی دکھا دے۔ اس کے پاس جا کر معلوم کیا کہ پانی کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: تم مجھے پانی کے علاوہ کوئی اور چیز دکھا دو تو میں تمھیں پانی دکھا دوں گی (کلمات مکنونہ، ص ٦)۔

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (سورۂ فاطر، آیت ۲۸)

"حقیقت میں خدا سے علما ہی ڈرتے ہیں۔"

اس آیت میں علما سے وہ صاحبانِ علم مراد ہیں جو موجودات کے حقائق اور ان میں خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھتے ہیں۔ اس کائنات میں ایک عجیب نظم و نسق ہے، غور کیجیے:

وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا (سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۹۱)

"اور جو لوگ آسمان و زمین کی خلقت کے بارے میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا یہ عظیم و عجیب کائنات فضول و عبث پیدا کی گئی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! تُو نے اسے عبث نہیں پیدا کیا ہے۔"

جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دوسرا جہان معاد بھی ہے جہاں سوال و باز پرس ہوگی، وہ یہ کہتے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۹۱)

"تو پاک و پاکیزہ ہے ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا۔"

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْعَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ

(سورۂ آلِ عمران آیت ۱۹۳)

"(صاحبانِ علم تو وہی ہیں) جو یہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہم نے منادی (حضرت محمدؐ) کی ندا سنی کہ وہ ہمیں تیری وحدانیت کی طرف بلاتے ہیں۔ پس معبود ہم تیرے اوپر ایمان لائے تو بھی ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم کو نیک افراد سے ملحق کرتے ہوئے اس دنیا سے اُٹھا لے۔"

......★......

Presented by Ziaraat.Com

.......*.......

# ساتویں تقریر

## انسان کا اصلی فریضہ یہ ہے کہ پہلے خدا کی معرفت حاصل کرے اور پھر اس کی عبادت کرے

عبادت سے تقویٰ اور یقین کا ربط

ایمان کے استحکام کے طریقے

زمین کا گہوارہ ہونا خدا کی حکمت پر دلالت کرتا ہے

خدا کا کوئی شریک نہیں ہے

.......*.......

Presented by Ziaraat.Com

قالَ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیات ۲۱-۲۲)

"انسان کا اوّلین فریضہ یہ ہے کہ خدا کی معرفت کرے اور خدا کو پہچاننے کے بعد اس کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ اس کی عبادت کرے۔ تمام انبیاءؑ اس لیے مبعوث ہوئے ہیں تا کہ لوگوں کو خدا اور کلمہ توحید کی طرف دعوت دیں اور انھیں خدا کی عبادت کی رغبت دلائیں۔"

خداوند عالم فرماتا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (سورۂ اعراف آیت ۵۹)

قرآنِ مجید میں ایسی ہی اور بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں لوگوں کو خدا اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دی گئی ہے کیوں کہ کائنات کی خلقت کا مقصد یہی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (سورۂ ذاریات آیت ۵۶)

"ہم نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔"

اور رسولؐ کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (سورۂ انبیاء آیت ۲۵)

"اے رسولؐ! ہم نے آپؐ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کی طرف یہ وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے پس میری ہی عبادت

Presented by Ziaraat.Com

کرو (اور لوگوں کو بھی میری عبادت کی طرف بلاؤ)۔"

خداوند عالم تمام لوگوں اور ہر طبقہ کو مخاطب قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۂ بقرۂ آیت ۲۱)

"اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو کہ جس نے تم کو اور تم سے پہلے والوں کو پیدا کیا ہے' ہوسکتا ہے اس طرح تم پرہیز بن جاؤ۔"

بندگی: یعنی انسان کو چاہیے کہ ہر کام خدا کے حکم کے مطابق انجام دے خواہ اس کام میں عبادی پہلو ہو یا اجتماعی' تمام کاموں کو خدا کے لیے انجام دے۔

یعنی خدا کی عبادت کے نتیجہ میں آپ کے اندر ایک طاقت' ملکہ و مہارت اور ایک اخلاق کو پیدا ہونا چاہیے' بھرپور طریقہ سے آپ کی توجہ خدا پر مرکوز ہو جائے' خدا کے احکام کو شائستہ طریقہ سے بجالانا چاہیے اور جس چیز سے اس نے روکا ہے اس سے باز رہنا چاہیے۔ مختصر یہ کہ خود کو تقویٰ کی صفت سے متصف کرنا چاہیے۔

تقویٰ کے بلند ترین درجات میں سے یقین بھی ہے اور معرفت و عبادت کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ انسان خدا کے وجود کا کامل یقین حاصل کرے۔

تقویٰ و یقین پیدا کرنے اور ایمان کو قوی و مستحکم بنانے کا یہی طریقہ ہے کہ انسان خدا کے دستورات پر عمل کرے تاکہ واجبات و مستحبات پر عمل کرنے اور حرام و مکروہ چیزوں سے باز رہنے کے نتیجہ میں اس کے اندر تقویٰ کا ملکہ پیدا ہو جائے اور ان چیزوں کے سبب اسے اس کا اصلی مقصد' کامل ایمان اور کامل یقین حاصل ہو جائے۔

عبادت و بندگی انسان کے ایمان کو محکم کرتی ہے اور ایمان' عبادت و بندگی کا ولولہ پیدا کرتا ہے درحقیقت یہ سب ایک دوسرے کو محکم کرتے ہیں۔

جو طریقہ انسان کے ایمان کے قوی و محکم ہونے کا سبب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان بہترین اخلاق اور پسندیدہ صفات سے آراستہ ہو جائے۔ جب وہ اچھی صفات' نیک چال چلن'

Presented by Ziaraat.Com

صداقت، تواضع، انکساری، محبت، مہربانی، توکل، تسلیم و رضا سے آراستہ ہو جاتا ہے اور اس کے اندر پسندیدہ اخلاق کامل ہو جاتا ہے وہ خود کو کما حقہ پاک و پاکیزہ بنا لیتا ہے اور اخلاق کو سنوار لیتا ہے تو اس کے دل میں نورِ علم چمک اُٹھتا ہے اور وہ جس یقین کو حاصل کرنا چاہتا تھا وہ اسے حاصل ہو جاتا ہے:

اَلْعِلْمُ نُوْرٌ يَقْذِفُهُ اللّٰهُ فِي قَلْبِ مَنْ يَّشَاءُ[1]

"علم نور ہے خدا جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔"

رسولؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: علم نہ آسمانوں پر ہے کہ کوئی یہ کہے: میں آسمان پر جاؤں گا اور وہاں سے لاؤں گا اور نہ زمین کے اندر ہے کہ کوئی یہ کہے: میں زمین کی تہہ میں جاؤں گا اور وہاں سے علم لاؤں گا بلکہ یہ علم خود تمھارے اندر موجود ہے اور اس کے حصول کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے نفس کو پاک کرو، مہذب بناؤ، پسندیدہ صفات و عادات اور فرشتوں کے اخلاق سے خود کو متصف کرو اس سے نورِ علم تمھارے وجود کے اندر چمک اُٹھے گا۔

عبادت کا مقصد اور علم حقیقی مبدا و معاد کا یقین ہے[2]

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (سورۂ بقرہ، آیت ۲۲)

"خدا وہ ہے جس نے اس زمین کو (جو کہ مستقل طور پر حرکت میں ہے)

---

(۱) مصباح الشریعہ ۱۶۔ قال الصادقؑ: لا يحل الفتيا لمن لا يصطفي من الله تعالىٰ بصفاء سرّه و اخلاص علمه و علانيته و برهانٍ مِن رَبِّهِ فِي كل حال لانَّ مَن أفتى فقد حكم و الحكم لا يصح إلّا بإذن مِنَ اللّٰهِ عزّ و جلّ و برهانه و من حكم بالخبر بلا معاينة فهو جاهل مأخوذ بجهله و مأثوم بحكمه كما دل البحر: العِلمُ نُورٌ يَقذِفُه اللّٰه فِي قلب من يشاء۔ حسن بصری کی حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: ليس العلم بالتعلّم انما هو نور يقع في قلب مَن يريد اللّٰه تبارك و تعالىٰ أن يَهدِيَه فإن أردتَ العلم فاطلب اوّلاً فِي نفسك حقيقة العبودية و اطلب العلم با ستعماله و استفهم اللّٰه يفهمك۔ (رجوع کریں بحار الانوار، ج ۱، ص ۲۲۵)۔

(۲) کشف الغطاء عن وجوہ مراسم الاھتداء "غرۃ الغراء" (مولی حسن قزوینی)، ص ۳۰، محجۃ البیضاء، ج ۱، ص ۱۴۹
پہلے زمانہ کی بعض کتابوں میں اس طرح تحریر ہے: اے بنی اسرائیل! یہ نہ کہو علم آسمان میں ہے اس کے ساتھ کون نازل ہوتا ہے اور نہ زمین میں ہے اسے وہاں سے کون لاتا ہے اور نہ سمندر کے پار ہے کہ جو عبور کرتا ہے وہ لاتا ہے بلکہ علم تو تمھارے دلوں میں رکھ دیا گیا ہے، روحانیوں کے آداب سے آراستہ ہو جاؤ اور صدیقین کا اخلاق اپنا کر میری بارگاہ میں آؤ گے تو تمھارا علم تمھارے دلوں سے ظاہر ہو گا اور اپنے نور میں تمھیں دھانک لے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

تمھارے لیے فرش بنایا ہے۔ یعنی اس زمین کو اس نے ایک قسم کا فرش بنایا
ہے تاکہ تم اس پر زندگی بسر کرسکو۔"

دوسری جگہ اس زمین کو گہوارہ سے تعبیر کیا ہے' ارشاد ہے:

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا (سورۂ طٰہٰ آیت ۵۳/سورۂ زخرف آیت ۱۰)

"تمھارا خدا وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا ہے۔"

مذکورہ آیات میں سطح زمین کو' جو کہ متحرک ہے' گہوارہ سے تشبیہ دی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمین کی حرکت کے مسئلہ کو قرآن نے اس وقت بیان کیا جس وقت سارے دانش ور زمین کو ساکن سمجھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ سورج زمین کے گرد گھومتا ہے' قرآن نے اس وقت زمین کو گہوارہ سے تشبیہ دی تھی اور اس بات کی تصدیق کی تھی کہ زمین حرکت میں ہے۔

البتہ زمین کی حرکت کو صریح طور پر بیان نہیں کیا ہے شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ جو چیزیں رسولؐ کے عہد میں محسوسات سے تعلق رکھتی تھیں اگر آنحضرتؐ ان کو صریح طور پر بیان کر دیتے تو لوگ آپؐ کی بات نہ مانتے چہ جائیکہ غیر محسوس چیزوں' مثلاً زمین کی حرکت کے بارے میں آپؐ کا قول تسلیم کرتے' لیکن اسی بات کو قرآن مجید نے اس انداز میں بیان کیا ہے کہ ہم آج یہ سمجھتے ہیں' یہ کلام اس ذات کا ہے جس نے زمین کو پیدا کیا ہے' جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے' ہر شے سے آگاہ ہے' حالاں کہ یہ بات کہ زمین حرکت میں ہے' دو یا تین صدی پہلے کشف ہوئی ہے ورنہ اس سے قبل اکثر علما یہی سمجھتے تھے کہ زمین ساکن ہے۔

زمین کی گہوارہ سے تشبیہ سے ایک بات اور سمجھ میں آتی ہے کہ جس کو مصر کے بعض مفسرین نے تحریر کیا ہے اور وہ ہے: جس طرح بچہ ہمیشہ گہوارہ میں نہیں رہتا ہے بلکہ مخصوص و معین وقت کے لیے اسے گہوارہ میں لٹاتے ہیں تاکہ وہ کچھ بڑا اور طاقت ور ہو جائے' پھر اسے گہوارہ میں نہیں لٹاتے بلکہ زمین پر چھوڑ دیتے ہیں تاکہ (اپنے ہاتھ' پاؤں سے کام لے کر) زمین پر زندگی گزارے۔ خدا نے بھی اس زمین کو گہوارہ سے تشبیہ دی ہے یعنی یہاں تمھیں ہمیشہ

Presented by Ziaraat.Com

نہیں رہتا ہے بلکہ اس کے بعد تمہیں اس سے کہیں وسیع و عریض عالم میں جانا ہے گویا یہ دنیا اس جہاں کا مقدمہ ہے۔[1]

قرآنِ مجید میں بہت سی لطیف و دقیق باتیں موجود ہیں مثلاً ارشاد ہے:

وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى○ كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى (سورۂ طٰہٰ آیات ۵۳-۵۴)

"اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں راستے بنا دیے ہیں اور آسمان سے پانی نازل کیا ہے اور اس کے ذریعے نباتات کے مختلف جوڑے پیدا کیے ہیں، اس سے اُگنے والی نباتات میں کچھ تم کھاؤ اور کچھ اپنے مویشیوں کو کھلاؤ، ان تمام چیزوں میں عقل مند کے لیے خدا کی قدرت و عظمت کی نشانیاں ہیں۔"

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

(سورۂ طٰہٰ، آیت ۵۵)

"ہم نے تمہیں اسی زمین سے پیدا کیا ہے اور پھر اسی میں لوٹا دیں گے اور ایک مرتبہ پھر تمہیں اس سے باہر نکال لائیں گے۔"

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (سورۂ مومن، آیت ۶۴)

"خدا نے آسمان کو عمارت کے مثل بنایا ہے۔"

خدا نے تمہارے لیے آسمان کو بلند کیا ہے تا کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو ایسا محسوس ہو کہ وہ تمہارے لیے چھت ہے گویا تم آسمان کی چھت کے نیچے زمین کے فرش پر ایک گھر میں بیٹھے ہو۔ اس وسیع و عریض گھر میں جس پر بلند و بالا آسمان کی چھت ہے۔ حالاں کہ یہ زمین

---

(۱) ملاحظہ فرمائیں: تفسیر طنطاوی (الجواہر ج ۲۰ ص ۱۶۴ (الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا) فانها یمکن الانتفاع بها و المهد موضع راحة الصبی و الخلق کلهم یتربون علی الارض و هی موضع راحتهم فلذلك جعلت مهاداً لعدد العباد۔

Presented by Ziaraat.Com

حرکت میں ہے اور تمام سیارے بھی گردش میں ہیں اگرچہ ہم انھیں حرکت میں نہیں دیکھتے ہیں' باوجود یہ کہ وہ معلق ہیں پھر بھی اپنے مدار پر استحکام کے ساتھ ٹھہرے ہوئے ہیں اور ہر ایک خاص قاعدہ و قانون اور مخصوص نظم کے تحت اپنے وزن کے ساتھ معین فاصلہ پر گردش کر رہا ہے اگر اس فاصلہ میں کمی' بیشی ہو جائے تو خلل واقع ہو جائے' یہی مخصوص نظم حکمت والے علم والے خدا کی طرف ہماری راہ نمائی کرتا ہے۔

پس اس خدا کی عبادت کرنا چاہیے جس نے اپنی قدرت سے ان چیزوں کو وجود بخشا ہے:

وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (سورۂ بقرہ' آیت ۲۲)

''(اور اس قادر مطلق نے) آسمان سے بارش برسائی۔''

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (سورۂ بقرہ' آیت ۲۲)

''(بارش کے نتیجہ میں) زمین سرسبز ہو گئی' زمین سے بھانت بھانت کے پیڑ پودے نکل آئے اور یہی تمھارا رزق ہے۔''

خدا ایسا ہی ہے' وہ عظمت و قدرت اور علم و حکمت والا ہے۔ یہ سب نعمتیں اسی نے ہمیں عطا کی ہیں حق یہی ہے کہ ہم اسی کی عبادت کریں:

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ' آیت ۲۲)

''اس کا شریک قرار نہ دو جب کہ تم جانتے ہو کہ جن چیزوں کو تم نے اس کا شریک بنایا ہے وہ تمھارا کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اسی طرح تم یہ بھی جانتے ہو کہ کائنات کا یہ تعجب خیز نظم و نسق' اس کی قدرت کی کرشمہ سازی اور آفاق و انفس کی آیتیں سبھی خالق و عالم خدا کی طرف توجہ دلانے کے لیے ہیں۔''

لیکن بشر ابتدا ہی سے ہلاکت کی طرف بڑھتا ہے اور خدا کے شریک قرار دیتا ہے۔ ایک گروہ سورج کی پوجا کرتا ہے' دوسرا چاند کی پرستش کرتا ہے' بعض ستاروں کو خدا مانتے ہیں' کچھ بتوں کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ لوگوں نے مختلف قسم کے خدا کے شریک بنا لیے تھے۔ اس وقت انبیاءؑ آئے تا کہ انسان کو توحید کی دعوت دیں اور اسے ضلالت و گم راہی سے

Presented by Ziaraat.Com

**نجات دلائیں:**

دین خدا ست وحدت و این مردم
بت کردہ اند کثرت اشیاء را
چنان خلیل آفل و طاری دان
این آفتاب و اختر رخشارا
ای سالک ار بہ مسلک توحیدی
بستای خاک یثرب و بطحارا
موسیٰ شنیدی و شجر و وادی
و ان آتش و تکلم اصغارا
از سوز سینہ و دل انسان بین
نار و درخت و سینہ سینارا
انسان نہ چند صورت بی معنا
انبان بلغم دم و صفرارا
دل مرکب خدای بود زین کن
آن رھنورد بادیہ پیمارا
خود بین خدای بیند اگر بیند
اعمیٰ سھیل را و ثریا را

(منتخب از دیوان حکیم صفا ص ۴–۹)

.......★.......

Presented by Ziaraat.Com

# آٹھویں تقریر

## خدا کی وحدانیت کا اقرار کرنا فطری ہے اور موجودات کا اس کی تسبیح کرنا بھی فطری ہے

### خدا کی معرفت فطری ہے

### موجودات کا خدا کی تسبیح کرنا فطری ہے

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

و اصطفیٰ سبحانه مِن وُلدِهِ (آدم) أنبیاءَ أخَذَ علیٰ الوحی میثاقَهُم و علیٰ تَبلیغ الرسالة أمانَتَهُم لمّا بدّل أكثرُ خَلقِهِ عَهدَ اللهِ إلَیهِم فَجَهِلُوا حَقَّهُ و اتَّخَذُوا الأنْدادَ مَعَهُ و اجتالَتهُمُ الشَّیاطینُ عَن مَعرِفَتِه و اقتَطَعَتهُم عَن عِبادَتِهِ فَبَعَثَ فِیهِم رَسَلَهُ و و اتَرَ إلَیهِم أنبیائَهُ لیستأدُ و هُم میثاقَ فِطرَتِه و یُذَكِّرُو هُم مَنسِیَّ نِعمَتِه و یَحتَجُّوا عَلَیهِم بِالتبلیغ و یُثیروا لَهُم دَفائِنَ العُقول و یُرُوهُم آیاتِ المَقدِرَةِ

"خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے انبیاءؑ کو منتخب کیا اور ان سے وحی پر عہد لیا اور ان سے یہ تقاضا کیا کہ اس کی امانت کی حفاظت کریں اور حکم خدا دوسروں تک پہنچائیں۔ ان انبیاءؑ کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی جب لوگوں نے خدا کو بالکل فراموش کر دیا تھا اور اس عہد کو بھلا چکے تھے جو خدا نے ان کی فطرت سے لیا تھا' وہ اس کے حق کو نہیں پہچانتے تھے۔ پیغمبر اس وقت آئے تھے جب لوگوں نے خدا کے شریک بنا لیے تھے اور شیطان نے انھیں حیلہ بہانے سے خدا کی معرفت و توحید سے منحرف کر دیا تھا اور انھیں شرک و بت پرستی میں مبتلا کر دیا تھا اس وقت خدا نے انبیاءؑ کو بھیجا' ان سے یہ عہد لیا کہ وہ رسالت کی تبلیغ کریں گے اور لوگوں کو وہ عہد یاد دلائیں گے جو ان کی فطرت سے لیا گیا تھا۔ یہ انبیاءؑ اس لیے آئے تا کہ انسان کو وہ نعمتیں یاد دلائیں جنھیں وہ فراموش کر چکا تھا اور خدا کے احکام پہنچا کر ان

Presented by Ziaraat.Com

پر حجت تمام کریں اور ان کی عقل کے خزانہ سے پردہ ہٹائیں اور انھیں خدا کی نشانیاں دکھائیں" (خطبہ اوّل نہج البلاغہ)۔

مثلاً یہی زمین کہ جس پر لوگ زندگی گزارتے ہیں اور یہ آسمان جو ان کے سروں پر سایہ کناں ہے اور یہ عمر جو خدا نے انھیں عطا کی ہے اور زندگی بسر کرنے کے دوسرے اسباب و وسائل جو ان کے لیے فراہم کیے ہیں یہ سبھی تو خدا کی نعمتیں ہیں۔ یہ چیزیں انھیں متوجہ کرتی ہیں کہ خدا ہے اس طرح انھیں انبیاءؑ خدا کی فرماں برداری پر اُبھارتے ہیں' یہی انبیاءؑ کی بعثت کا مقصد۔

سوال: اگر یہ سوال کیا جائے کہ دین فطرت میں موجود ہے یعنی چہ؟

جواب: خدا نے انسان کو عقل و خرد عطا کی ہے' اسی عقل کے ذریعے وہ خدا کی معرفت حاصل کرتا ہے اور خدا کی وحدانیت پر دلیل و برہان قائم کرتا ہے (فطرت عقل "م")۔

البتہ خدا کی معرفت' اسے یاد کرنے اور اس کی تسبیح و تہلیل کرنے کی صلاحیت تمام موجودات میں ہے یعنی سارے موجودات اپنی فطرت کے مطابق خدا کی معرفت رکھتے ہیں اور اسے پہچانتے ہیں' سبھی خدا کی بارگاہ میں خضوع و خشوع کرتے ہیں اور خدا نے انھیں جس ڈگر پر لگایا ہے وہ اسی پر چل رہے ہیں (فطرت دل "م"):

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ (سورہ حج' آیت ۱۸)

"جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب خدا کو سجدہ کرتے ہیں (یعنی ہر موجود اپنے لحاظ سے خدا کی بارگاہ میں خضوع و خشوع کرتا ہے) اور چاند' سورج' ستارے' پہاڑ' درخت اور زمین پر رینگنے والے اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ خدا کی معرفت رکھتے ہیں لیکن بہت سے انسان

Presented by Ziaraat.Com

ایسے بھی ہیں کہ جو خدا کا انکار کرتے ہیں یا انھوں نے خدا کو بھلا دیا ہے اور
خدا کے عذاب کے مستحق ہو گئے ہیں۔"

اسی چیز کو دوسری آیت میں بیان کیا ہے کہ تمام موجودات کی فطرت میں خدا کو پہچاننے کی صلاحیت موجود ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ

(سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۴۴)

"اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو خدا کی تسبیح نہ کرتی ہو (یعنی کائنات میں
جو بھی موجود ہے وہ خدا کو ہر عیب و نقص سے مبرا و منزہ جانتا ہے، خدا کی
تسبیح و تہلیل کرتا ہے) لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔"

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں بعض مفسرین نے لکھا ہے: یعنی ہر موجودات اپنے عالم میں اپنی دنیا میں خدا کا فرماں بردار ہے، لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں معلوم ہوتی کیوں کہ آیۂ شریفہ میں صریح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ وہ تسبیح کرتے ہیں جس طرح ہم اس کا ذکر کرتے ہیں اسی طرح وہ اس کا ذکر کرتے ہیں، جس طرح ہم اسے یاد کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی اسے یاد کرتے ہیں۔

شیخ بہاء الدین عاملی نے اسی بنیاد پر، رسولؐ کے ہاتھوں پر سنگ ریزوں کی فصیح زبان میں تسبیح کرنے اور سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، کہنے کو آپؐ کا معجزہ نہیں مانا ہے۔ وہ کہتے ہیں: سنگ ریزوں کا تسبیح کرنا معجزہ نہیں ہے کیوں کہ صرف سنگ ریزے ہی خدا کی تسبیح نہیں کرتے ہیں بلکہ ہر موجود خدا کی تسبیح کرتا ہے، ہاں ان کی تسبیح کو سنوا دینا، یہ معجزہ ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۂ حدید، آیت ۱/سورۂ حشر، آیت ۱/سورۂ صف، آیت ۱)

"زمین و آسمان کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (سورۂ جمعہ آیت ۱/سورۂ تغابن آیت ۱)

"آسمانوں کی ہر چیز اور زمین کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے۔"

ان آیتوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے وہ خدا کی معرفت رکھتا ہے۔ جب وہ خدا کی معرفت رکھتے ہیں تو اس کی بارگاہ میں تسلیم بھی ہے اور خدا نے انھیں جس راستہ پر لگایا ہے اسی پر چلتے ہیں۔

یہ ستارے اسی طرح گردش میں ہیں جس طرح خدا نے انھیں حکم دیا ہے اور حیوان جس ڈگر پر چل رہے ہیں اس ڈگر پر انھیں خدا ہی نے لگایا ہے۔ سبھی تسلیم ہیں اور معین شدہ راہ پر چل رہے ہیں۔ صرف انسان ایسا نہیں کرتا ہے کیوں کہ خدا نے اسے عقل عطا کی ہے اور اس کے لیے کچھ تکلیفیں معین کی ہیں تا کہ اپنے اختیار سے راہِ حق کو اپنائے یا راہِ باطل کو۔

بنابرایں تمام موجودات بارگاہِ خدا میں خشوع و خضوع کرتے ہیں، اسے پہچانتے ہیں اور پروردگار کی تسبیح کرتے ہیں:

گر تو را از غیب چشمی باز شد
با تو ذرات جہان ہم راز شد
نطق آب و نطق خاک و نطق گل
ہست محسوس حواس اہل دل
جملہ ذرات زمین و آسمان
با تو می گویند پیدا و نہان
ما سمیعیم و بصیریم و ہشیم
با شما نا محرمان ما خامشیم
از جمادی زی جہان جان شوید
غلغل اجزای عالم بشنوید

Presented by Ziaraat.Com

فاش تسبیح جمادات آیدت
وسوسہ تعبیر ھا بزدایدت (1)

''اگر غیب سے تمھاری آنکھیں روشن ہو جائیں تو دنیا کے ذرات تم سے ہم راز ہو جائیں گے۔ پانی کا نطق، خاک کی گویائی اور گارے کی زبان کو اہل دل سمجھتے ہیں۔ زمین و آسمان کے ذرے تم سے پوشیدہ و آشکارا بیان کرتے ہیں کہ ہم سنتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں اور ہوش و حواس رکھتے ہیں لیکن تم نامحرموں کے لیے ہم خاموش ہیں، تم جمادات کی تسبیح واضح طریقہ سے سنو گے، اس سے تمھارے وسوسہ دور ہو جائیں گے۔''

پھر کہتے ہیں:

کوہ و دریا و درختان ھمہ در تسبیح اند
نہ ھمہ مستمعان فہم کنند این اسرار

''پہاڑ دریا اور درخت سبھی خدا کی تسبیح میں مشغول ہیں، ان اسرار کو سننے والے نہیں سمجھتے ہیں۔''

پھر کہتے ہیں:

دوش مرغی بہ صبح می نالی
عقل و صبرم ببرد و طاقت و هوش
یکی از دوستان مخلص را
مگر آواز من رسید بہ گوش
گفت باور نداشتم کہ تو را
بانگ مرغی چنین کند مدهوش

(1) مثنوی معنوی، حکایت مارگیری، کہ جس میں ٹھنڈک کاٹے ہوئے سانپ کو مردہ سمجھ لیتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

گفتم این شرط آدمیت نیست
مرغ، تسبیح گوی و من خاموش

''کل صبح ایک پرندہ نالہ کر رہا تھا، جس سے میری عقل، صبر و ضبط اور ہوش گم ہو گئے۔ ایک مخلص دوست کے کان میں میری آواز پہنچی، کہنے لگا: مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ ایک پرندہ کی آواز اتنا مدہوش کر دے گی۔ میں نے عرض کیا: یہ آدمیت کی شرط نہیں ہے کہ پرندہ تسبیح کرے اور میں چپ رہوں؟'' (کلیات سعدی، ص۹۰۵)

Presented by Ziaraat.Com

# نویں تقریر

## انسانیت کے کمال کا اولین مرتبہ معرفتِ خدا ہے
## خدا کی معرفت رکھنے والوں کی صفات
## اثباتِ صانع کے لیے آفاق و انفس کی نشانیاں

Presented by Ziaraat.Com

اولیائے خدا کے بارے میں رسولؐ فرماتے ہیں:

مَن عَرَفَ اللّٰهَ و عَظَّمَهُ مَنَعَ فاهُ مِنَ الكلامِ، و بَطنَهُ مِنَ الطَّعامِ و عَفَى نَفسَهُ بِالصيامِ و القيامِ قالوا: بآبائِنا و أُمَّهاتِنا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰؤلاءِ أولياءُ اللّٰهِ؟

قَالَ: إنَّ أولياءَ اللّٰهِ سَكَتوا فَكَانَ سُكُوتُهُم ذِكراً و نَظَروا فَكَانَ نَظَرُهُم عِبرَةً و نَطَقُوا فَكَانَ نُطقُهُم حِكمَةً و مَشَوا فَكَانَ مَشيُهُم بَينَ النَّاسِ بَرَكَةً لَولا الآجالُ التي قَد كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيهِم لَم تَقِرَّ أرواحُهُم فِي أجسادِهِم خَوفاً مِنَ العَذابِ و شَوقاً إِلَى الثَّوابِ

"جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور جو اس کی عظمت سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ اپنی زبان کو فضول کلام سے اور شکم کو حرام کھانے سے بچاتا ہے۔ روزہ، نماز کے ذریعے اپنے نفس کو سختی میں ڈالتا ہے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان، کیا یہ لوگ اولیائے خدا ہیں؟ فرمایا: بے شک اولیائے خدا خاموش رہتے ہیں تو ان کی خاموشی ذکر (خدا) ہوتی ہے۔ وہ دیکھتے ہیں تو عبرت کے لیے اور بولتے ہیں تو ان کا تکلم حکمت ہوتا ہے۔ وہ چلتے ہیں تو ان کی روش لوگوں کے لیے برکت ہوتی ہے۔ اگر ان کی موت کا وقت خدا کی طرف سے معین نہ ہو گیا ہوتا تو جنت کے شوق اور جہنم کے خوف میں ان کی روحیں ان کے بدن میں نہ ٹھہرتیں" (کافی، ج ۲، ص ۲۳۷/ بحارالانوار، ج ۶۹، ص ۲۸۹)۔

درحقیقت تمام علوم کی بنیاد معرفتِ خدا ہے اور دینی معاملات میں سب سے پہلے انسان

Presented by Ziaraat.Com

کو خدا کی معرفت حاصل کرنا چاہیے۔ رسولؐ فرماتے ہیں:

رأسُ الحکمۃِ معرفۃُ اللّٰہِ

"ساری حکمتوں کا سرچشمہ خدا کی معرفت ہے" (بحارالانوار ج ۳ ص ۲۶۹)۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَوَّلُ الدِّینِ مَعرِفَتُهُ و کَمَالُ مَعرِفَتِهِ التَّصدِیقُ بِهِ و کَمَالُ التَّصدِیقِ بِهِ تَوحِیدُهُ و کَمَالُ تَوحِیدِهِ الإخلاصُ لَهُ

"انسان کو چاہیے کہ دینی علوم میں سب سے پہلے خدا کی معرفت حاصل کرے اور اس کی معرفت کا کمال اس کی تصدیق ہے اور اُس کی تصدیق کا کمال اس کی وحدانیت کا اقرار و یقین ہے اور اس کی وحدانیت کا کمال یہ ہے کہ اپنے عمل کو اس کے لیے خالص کرے (یا خدا کو خالص و بسیط سمجھے)" (نہج البلاغہ خطبہ اوّل)۔

پس پہلے انسان کو خدا کی معرفت حاصل کرنا چاہیے کیوں کہ تمام علوم کا سرچشمہ یہی معرفتِ خدا ہے نبوت و امامت اور معاد اس کی فرع ہیں۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

مَن عَرفَ اللّٰہَ و عظّمَهُ منعَ فاهُ مِنَ الکلامِ و بطنَهُ مِنَ الطعامِ و عَفَی نفسَهُ بالصِّیامِ و القِیامِ

"جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور جو اس کی عظمت سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ اپنی زبان کو فضول باتوں سے اور اپنے شکم کو حرام کھانے سے بچاتا ہے اور روزہ و نماز کے ذریعے اپنے نفس کو مشقت و سختی میں ڈالتا ہے۔"

آپؐ نے یہ جملے بیان فرمائے تو آپؐ کے کسی صحابی نے عرض کیا:

یا رسول اللّٰہ ھو لاء أولیاء اللّٰہ؟

Presented by Ziaraat.Com

"اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ اولیائے خدا ہیں؟"

آپؐ نے فرمایا:

**اِنَّ أولیاءَ اللّٰهِ سَکَتُوا فکانَ سُکُوتُهُم ذِکراً و نظروافکانَ نظر هُم عِبرَةً و نَطَقُوا فَکَانَ نُطقُهُم حِکمَةً و مَشَوا فکانَ مَشیُهُم بَینَ النّاسِ بَرَکَةً لو لا الآجالُ الَّتِی قَد کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیهِم لَم تَقِرَّ أرواحُهُم فِی أجسادِهِم خَوفاً مِنَ العَذابِ و شَوقاً اِلیٰ الثّوابِ**

"اولیائے خدا وہ لوگ ہیں کہ اگر وہ خاموش رہتے ہیں تو ان کا سکوت ذکر خدا ہوتا ہے اور اگر بولتے ہیں تو ان کا کلام حکمت ہے (وہ یا قرآن کی تلاوت کرتے ہیں یا دعا کرتے ہیں' یا نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور بُرائیوں سے روکتے ہیں' خدا کی تسبیح وتہلیل کرتے ہیں یا لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک حکمت ہے) جب وہ موجودات کو دیکھتے ہیں تو ان کی نگاہ عبرت ہوتی ہے۔ وہ ساری دنیا کو خدا کی نشانی سمجھتے ہیں اور ان موجودات میں غور وفکر کر کے وہ خدا کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں۔"

موجودات کے بارے میں غور وفکر کرنے اور خدا کی قدرت کی کرشمہ سازی کے متعلق غور کرنے کی قرآنِ مجید میں ترغیب دی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

**اَفَلاَ یَنظُرُونَ اِلَی الاِبِلِ کَیفَ خُلِقَت ○ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیفَ رُفِعَت ○ وَاِلَی الجِبَالِ کَیفَ نُصِبَت ○ وَاِلَی الاَرضِ کَیفَ سُطِحَت** (سورۂ غاشیہ آیت ۱۷-۲۰)

"تو کیا یہ لوگ اُونٹ کی طرف غور نہیں کرتے کہ کیسا (عجیب) پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند بنایا گیا ہے اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

حقیقت یہ ہے کہ اس جانور کی عجیب خلقت ہے اگرچہ اس کی گردن لمبی اور اس کے اعضا و جوارح میں تناسب ہے اگرچہ اس کا ڈھانچہ بڑا ہے اس کے باوجود وہ بُردبار ہے اور آسانی سے راستہ چلتا ہے۔ اگر ایک بچہ بھی اس کی مہار پکڑ لے تو یہ بے چون و چرا اس کے پیچھے پیچھے چل دیتا ہے دسیوں روز تک بے آب و دانہ رہتا ہے اسی لیے اسے حلیم کہتے ہیں:

سبک روحی حلیمی بُردباری
ز گلزار جہان قانع بہ خاری

"نہایت ہی نرم خو اور برد بار ہے دنیا کے پھولوں کو چھوڑ کر کانٹوں پر قناعت کرتا ہے۔"

اگر کوئی بادیہ نشین اُونٹ پر سوار ہو اور وہ آسمان' زمین اور پہاڑوں کو دیکھے تو وہ خدا کی عظمت کا سراغ لگا سکتا ہے۔ اگر کوئی پڑھا لکھا انسان اُونٹ اور اس کی صفات کے بارے میں غور کرے تو اسے دوسری عجیب و غریب چیزیں نظر آئیں گی۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

(سورۂ ذاریات' آیات ۲۰-۲۱)

"اور خدا کی معرفت کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں تم اپنے وجود کے بارے میں کیوں غور و فکر نہیں کرتے تاکہ تمھیں یہ معلوم ہو جائے کہ تمھارے وجود میں کتنی عجیب و غریب چیزیں ہیں۔"

پھر فرماتا ہے:

أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ

(سورۂ ق' آیات ۶-۸)

Presented by Ziaraat.Com

"وہ اپنے اوپر آسمان کو کیوں نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسے بنایا ہے؟ اسے ستاروں سے کیسے مزین کیا ہے؟ اور دیکھیں کہ ہم نے اسے کیسے بنایا ہے کہ اس میں کسی قسم کا شگاف و جھول نہیں ہے۔ ہم نے لوگوں کے لیے اس زمین کو چادر کی طرح بچھایا ہے تاکہ اس پر زندگی گزاریں اور راستہ چلیں اور ان پہاڑوں کو ہم نے زمین کو قائم کرنے کے لیے میخ بنایا ہے تاکہ وہ اپنی گردش کی وجہ سے بکھر نہ جائے۔ اسی زمین سے ہم نے کثیر مقدار میں مختلف قسم کی سبزیاں اور نباتات پیدا کی ہیں جو انسان کو خوش کرتی ہیں۔ یہ سب اس شخص کو خدا کی قدرت و حکمت کی یاد دلاتی ہیں جو خدا سے لو لگائے رہتا ہے۔"

نیز فرماتا ہے:

مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ۝ ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیۡرٌ (سورۂ ملک' آیات ۳-۴)

"تم رحمٰن کی خلقت و مخلوق میں کوئی تفاوت نہیں پاؤ گے (کہ کہا جا سکے یہ ہونا چاہیے تھا اور یہ نہیں) ہم نے موجودات میں سے ہر ایک کو وہ چیز عطا کی ہے جو اس کے لیے ضروری تھی دیکھو اور بار بار دیکھو کیا مخلوقات میں کہیں کوئی نقص و خلل دکھائی دیتا ہے؟"

اسی کا ارشاد ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَیۡنٰهَا بِاَیۡىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ ۝ وَالۡاَرۡضَ فَرَشۡنٰهَا فَنِعۡمَ الۡمٰهِدُوۡنَ ۝ وَمِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ

(سورۂ ذاریات' آیات ۴۷-۴۹)

"اور اس آسمان کو ہم نے اپنی قدرت ہی سے بنایا ہے اور اس عالم کو

Presented by Ziaraat.Com

وسعت دینے والے ہم ہی ہیں۔ اس زمین کو ہم نے ہی فرش بنایا ہے اور
ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے تا کہ تم خدا کی قدرت وحکمت کو یاد کرو۔"

ہر چیز کے جوڑے کی بات ان حقائق میں سے ہے کہ جن کو قرآن نے بہت پہلے بیان کیا تھا جب کہ دنیا ادھر چند صدی قبل اس کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔

دنیا کے موجودات میں جو خاص نظم ونسق نظر آتا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا ایک ہے۔ لکھا ہے: باد صبا سے کہا: زمردی فرش بچھائے اور بہار کے بادل سے کہا: زمین کے گہوارے میں نباتات کی پرورش کرے۔

زمین کا سبز پوش ہونا' مختلف قسم کے درخت' شگوفے' پھل' گوناگوں قسم کے رنگ متفاوت ذائقے' مختلف قسم کی بو یہ سب خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں:

عالم قدیم نیست بر دانا
شنو محال دھری شیدا را
چندین ھزار بوی و صورت
برد ھربان بس است گوامارا
رنگین کہ کرد و شیرین در خرما
خاک درشت ناخوش غبرارا
خرما گری ز خاک' کہ آختہ است
این نغز پیشہ ای' دانہ ی خرمارا؟
خط خط کہ کرد جزع یمانی را
بوی از کجاست' عنبر سارا را؟
بنگر بہ چشم خاطر و چشم سر
ترکیب خویش و گنبد مینارا
بر رس کہ کردگار چرا کردہ است

Presented by Ziaraat.Com

این گنبد مدور خضراء را؟
ویران همی ز بہر چہ خواهد کرد
باز این بزرگ صنع مہیارا؟
چون بند کرد در تن پیدایی
این جان کار جوی نہ پیدا را
وین جان کی شوود چو مجرد شد
وین جا گذاشت این تن رسوا را

(دیوان ناصر خسرو قصیدہ ی ۷۰)

رسول اکرمؐ اولیائے خدا کے بارے میں فرماتے ہیں:

اِنَّ أولیاءَ اللّٰہِ سَکَتُوا فکانَ سُکُوتُہُم ذِکراً و نظروافکانَ نظرهُم عِبرَۃً

"اولیائے اللہ وہی ہیں جو بولتے ہیں تو علم وحکمت کے موتی نثار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں تو ان کی نگاہ عبرت ہوتی ہے۔"

اولیائے خدا آنے اور جانے والے لوگوں کے حالات دیکھ کر' گذشتہ اور رفتہ گاں کے باقی ماندہ آثار دیکھ کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے۔ اس لیے وہ دنیا سے دل نہیں لگاتے ہیں:

اَوَ لَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ کَانُوۡا ہُمۡ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً وَّ اٰثَارًا فِی الۡاَرۡضِ

(سورۂ مومن (غافر)' آیت ۲۱)

"کیا وہ زمین کی سیر نہیں کرتے کہ یہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا؟ وہ ان سے زیادہ قوت رکھنے والے تھے اور زمین آثار کے مالک تھے۔"

Presented by Ziaraat.Com

وَ مَشَوا فَکَانَ مَشیُهُم بَینَ النَّاسِ بَرَکَةً

"وہ لوگوں کے درمیان چلتے تھے ان کا چلنا بھی برکت تھا۔"

لَولا الآجالُ التی قَد کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیهِم لَم تَقِرَّ اَرواحُهُم فِی اَجسادِهِم خَوفاً مِنَ العَذابِ و شَوقاً اِلیٰ الثَّوابِ

"اگر خدا نے ان کی مدت (عمر) کو مقرر نہ کر دیا ہوتا تو عذاب کے خوف اور ثواب کے شوق میں ان کی روحیں ان کے بدن میں (چشم زدن کے لیے بھی) نہ ٹھہرتیں۔"

ایک طرف وہ خدا کا خوف رکھتے ہیں دوسری طرف خدا سے اُمید رکھتے ہیں۔ مومن کو خدا سے ڈرنا بھی چاہیے اور اس کے کرم کا اُمیدوار بھی رہنا چاہیے۔ مختصر یہ کہ اس کو خوف و رجا کی زندگی گزارنا چاہیے۔

ایک روایت میں منقول ہے:

"اگر مومن کے دل کو چیرا جائے تو اس سے دو نور نکلیں گے ان میں سے ایک خوف اور دوسرے رجا ہوتی ہے۔"[1]

......✱......

(۱) عدۃ الداعی، ص ۳۲/ بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۴۱۱/ تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۴، لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: یا بنی لو شق جوف المومن لوجد علی قلبه سطران من نور لو وزنا لم یرجح احدهما علی الآخر مثقال حبة من خردل احدهما الرجاء و الاخر الخوف۔

Presented by Ziaraat.Com

# دسویں تقریر

## خدا کی بہترین معرفت اس کی اعلیٰ ترین اطاعت اور خدا کے بارے میں حُسنِ ظن عقل کا پتہ دیتا ہے

خدا کی بہترین معرفت

خدا کی بہترین عبادت واطاعت

خدا کے بارے میں حُسنِ ظن

Presented by Ziaraat.Com

قال رسولُ الله:

العقلُ ثلاثةُ أجزاءٍ فمَن تكن فيهِ فهوَ العاقلُ و مَن لَم تكُن فيهِ فلا عَقلَ لَهُ حُسنُ المَعرِفَةِ باللّٰهِ و حُسنُ الطّاعةِ للّٰه و حُسنُ الظّنِّ باللّٰهِ (جامع الاخبار، ص۱۸۶ اعلام الوریٰ، ص۱۶۹ تحف العقول، ص۵۴ کنز الفوائد، ج۱، ص۵۵ اثنا عشریہ)

عقل کے تین جز ہیں: (معنوی تقسیم سے مراد ہے نہ کہ مادی)

① حُسنُ المَعرِفَةِ بِاللّٰهِ

"بہترین طریقہ سے خدا کی معرفت حاصل کرنا۔"

خدا کو بہترین طریقہ سے پہچاننا ایک تہائی عقل ہے یعنی انسان کو چاہیے کہ صحیح طریقہ سے خدا کی معرفت رکھتا ہوا اسے تمام صفات کمال و جلال اور صفات جمال کا حامل سمجھتا ہوا اسے جسم سے منزہ جانے اور یہ تصور رکھے کہ وہ موجودات میں سے کسی کے مثل نہیں ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (سورۂ شوریٰ آیت ۱۱)

"کوئی بھی خدا کے مثل نہیں ہے۔"

خدا کو دوسری چیز سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ چاند، یا سورج یا ستارے کی مانند ہے۔

خدا کی حقیقت کو نہیں پہچانا جا سکتا کیوں کہ اس کا کوئی مثل نہیں ہے، وہ جسم نہیں رکھتا ہے اور اجزا سے مل کر نہیں بنا ہے۔

ہم جس چیز کو بھی مشاہدہ کرتے ہیں وہ اجزا سے مرکب ہے۔ انسان ہزاروں اجزا سے مرکب ہے۔ اسی طرح یہ پانی، ہوا، زمین، نباتات اور حیوانات بھی مرکب ہیں لیکن خدا کے

Presented by Ziaraat.Com

بارے میں نہ مادی ترکیب کا تصور کیا جا سکتا ہے اور نہ معنوی ترکیب کا۔

خدا کو دیکھا بھی نہیں جا سکتا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (سورۂ انعام' آیت ۱۰۳)

"آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں لیکن وہ آنکھوں کو درک کرتا ہے (وہ آنکھوں اور تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔"

خدا محل حوادث نہیں ہے۔ یہ عالم' جسے تم دیکھ رہے ہو' اس میں حوادث و تغیرات آتے رہتے ہیں اور اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ انسان بھی حوادث سے محفوظ نہیں ہے ایک زمانہ میں طفل ہوتا ہے' اس کے بعد جوان پھر بوڑھا ہو جاتا ہے۔ یہ مادی موجودات' نباتات و حیوانات سبھی تغیر پذیر ہیں۔ درخت ایک زمانہ میں ہرے بھرے اور شاداب ہوتے ہیں۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب پتے جھڑ جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس دنیا کی ہر چیز تغیر پذیر ہے' بدلتی رہتی ہے لیکن خدا میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہو سکتا۔ وہ محل حوادث نہیں ہے۔

خدا کسی چیز میں حلول نہیں کر سکتا جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں: خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کیے ہوئے ہے' ان کا یہ عقیدہ باطل ہے۔

خدا کا کوئی شریک بھی نہیں ہے۔ اس کی ذات و صفات اور افعال میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے اور عبادتوں میں ہرگز کسی کو اس کا شریک قرار نہیں دینا چاہیے۔

صفاتِ خدا' اس کی عین ذات ہے۔ موجودات کی صفات کے مانند اس کی صفات نہیں ہیں۔ موجودات کی صفات زائد بر ذات ہیں یعنی پہلے انسان کا وجود ہوتا ہے' بعد میں صفات پیدا ہوتی ہیں مثلاً ایک زمانہ میں انسان علم نہیں رکھتا تھا' بعد میں علم حاصل کر لیا تو عالم بن گیا۔ لہٰذا صفتِ علم انسان کی ذات کے علاوہ ہے۔ اسی طرح ایک زمانہ تھا کہ وہ ناتواں تھا' طاقت و قدرت نہیں رکھتا تھا' بعد میں طاقت و قدرت پیدا ہوئی تو قادر ہو گیا لہٰذا صفت قدرت بھی اس کی ذات سے جدا ہے لیکن خدا کی صفات ایسے نہیں ہیں' بلکہ خدا کی صفات اس کے عین ذات

Presented by Ziaraat.Com

ہیں' یعنی خدا عین علم ہے' عین قدرت ہے' عین حیات و زندگی ہے۔ اس کا علم اور اس کی قدرت سب اس کی عین ذات ہیں۔

خداوند عالم محتاج نہیں ہے' سارے موجودات اس کے محتاج ہیں وہ بالذات غنی ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ

(سورۂ فاطر' آیت ۱۵)

"اے لوگو! تم خدا کے محتاج ہو اور اللہ غنی و بے نیاز ہے۔"

خدا تمام موجودات کا خالق ہے اور خالقیت (اس کے خالق ہونے) میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔ جو موجودات دکھائی دیتے ہیں اور جو دکھائی نہیں دیتے ہیں ان سب کا خالق خدا ہی ہے اور موجودات کے دامن میں جو کچھ بھی ہے وہ خدا ہی کی عطا ہے' مثلاً کبھی انسان تندرست' کبھی بیمار' کبھی نادار اور کبھی غنی و مال دار ہوتا ہے تو یہ خدا کی مصلحت کی بنا پر ہوتا ہے۔

خدا کو ہر چیز کا علم ہے' وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' زندہ ہے' ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ ہر کام اپنے ارادہ سے کرتا ہے لیکن اس کا ارادہ انسان کے ارادہ کی مانند نہیں ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

(سورۂ یٰس' آیت ۸۲)

"جب خدا کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔"

خداوند عالم مدرک ہے' وہ دیکھتا بھی ہے سنتا بھی ہے لیکن انسان کی مانند آنکھ' کان سے نہیں بلکہ وہ کسی آلے و وسیلے سے نہیں دیکھتا اور سنتا ہے اور یہ جو خدا کو سمیع یا بصیر کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ان کا تعلق خدا کے علم سے ہے۔ یعنی خدا کو دیکھی جانے والی اور سنی جانے والی تمام چیزوں کا علم ہے۔ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے' اس کے سمیع و بصیر ہونے کا تعلق اسی علم سے ہے جو اس کی عین ذات ہے۔

خدا متکلم ہے لیکن زبان سے کلام نہیں کرتا ہے بلکہ اس کے متکلم ہونے کے معنی یہ ہیں

Presented by Ziaraat.Com

کہ وہ کلام کو پیدا کرتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے کلام کیا یا معراج میں حضرت محمد مصطفیٰؐ سے کلام کیا یعنی اس نے کلام پیدا کیا۔ قرآن کو بھی خدا نے خلق کیا ہے۔ وہ انسان کی طرح کلام نہیں کرتا ہے۔

خدا صادق ہے۔ اس نے جتنے وعدے کیے ہیں وہ سب کو وفا کرے گا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (سورۂ آلِ عمران آیت و سورۂ رعد آیت ۳۱)

"بنا برایں اچھی طرح خدا کی معرفت حاصل کرنا" عقل کا ایک جز ہے۔

۲) حُسْنُ الطَّاعَةِ لِلّٰهِ

"عقل مند وہی ہے جو اچھی طرح خدا کی اطاعت کرتا ہے۔"

اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو تمام شرطوں کے ساتھ اس کی نماز میں ذکر، سجود، رکوع اور اس کے تمام اجزا و شرائط شریعت کے حکم کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس کی نماز میں خلوص ہوتا ہے وہ خدا کے لیے ہوتی ہے ایسی نماز ہوتی ہے کہ جس میں انسان کی پوری توجہ خدا کی طرف ہوتی ہے۔ وہ صرف خدا کو دیکھتا ہے کسی اور چیز کو نہیں دیکھتا ہے۔ اپنی نماز پر توجہ رکھتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے؟ کس سے مخاطب ہے؟ وہ جانتا ہے کہ اس رکوع و سجود کا کیا مقصد ہے؟ وہ نماز میں خدا اس کی عظمت و بزرگی اور اس کی ربوبیت پر بھی توجہ رکھتا ہے۔

بلکہ وہ تمام واجب کاموں کو اسی طرح انجام دیتا ہے۔ اگر وہ روزہ رکھتا ہے تو اس کے سارے اعضا و جوارح روزہ رکھتے ہیں۔ اگر انفاق و قربانی کرتا ہے تو بہترین چیز کی قربانی کرتا ہے۔ اگر وہ نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تمام شرائط کی پابندی کرتا ہے۔

۳) حُسْنُ الظَّنِّ بِاللّٰهِ

"عقل کا تیسرا جز یہ ہے کہ انسان خدا کے بارے میں حُسنِ ظن رکھتا ہے۔"

خدا سے بدگمان ہونا بہت بُری بات ہے مثلاً کوئی ایسا عقیدہ قائم کرے کہ خدا مجھے ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ خدا سے بخشش کی اُمید رکھنا چاہیے اور خدا کے بارے

Presented by Ziaraat.Com

میں حُسنِ ظن رکھنا چاہیے۔

یہ اُمید رکھنا چاہیے کہ خدا مجھے بخش دے گا اور مجھ پر رحم کرے گا۔ اس خیال کے ساتھ عبادت کرنی چاہیے' یہی حُسنِ ظن ہے لیکن اُمید و رجا کے ساتھ ساتھ خوفِ خدا بھی ہونا چاہیے۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا:

"خداوند عالم سے اتنا ڈرو کہ اگر تم ساری مخلوقات کی اطاعت بھی لے جاؤ تو بھی خدا سے ڈرتے رہو کہ شاید بخشش نہ ہو اور خدا سے رحم و مغفرت کی اُمید اتنی قوی ہونی چاہیے کہ اگر تمام مخلوقات کے گناہ کے ساتھ اس کی بارگاہ میں جاؤ تو یہ اُمید رکھو کہ وہ رحیم ہے بخش دے گا۔"[1]

پس خوف و رجا کو مساوی مقدار میں ہونا چاہیے۔ ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ اگر مومن بندے کے دل کو چیرا جائے تو اس میں دو نور نظر آئیں گے' ان میں سے ایک خوف ہے اور دوسرا رجا ہے۔[2]

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لا يأمَنُ يومَ القيامَةِ إلّا مَن خَافَ اللّٰهَ فِي الدنيا [3]

"روزِ قیامت خدا کے عذاب سے کوئی نہیں بچے گا مگر وہ شخص جو دنیا میں خدا سے ڈرتا تھا (اس خوف کے سبب وہ خدا کی نافرمانی نہیں کرتا تھا)۔"

---

(۱) کافی' ج۲، ص۶۷' عن ابی عبد اللّٰہ قال: قلت له ما كان في وصية لقمان قال: كان فيها الأعاجيب و كان أعجب ما كان فيها أن قال لابنه: خف اللّٰه عزّ و جلّ خيفةً لو جئته ببرّ الثقلين لعذّبك و ارجُ اللّٰه رجاءً لو جئته بذنوب الثقلين لرحِمَكَ ثم قال ابو عبداللّٰه: كان ابي يقول: انّه ليس من عبدٍ مؤمن إلّا "و" في قلبه نوران نور خيفة و نور رجاء لو وزن هذا لم يزد علىٰ هذا و لو وزن هذا لم يزد علىٰ هذا۔

(۲) عدۃ الداعی ۲۴۳' بحار الانوار' ج۱۳، ص۴۱۱' تفسیر قمی' ج۲، ص۱۶۴' قال لقمان لابنه ناثان "ماثان": يا بُنَيَّ لو شُقَّ جوف المؤمن لوُجِدَ علىٰ قلبه سطران من نور لو وزنا لم يرجح احدهما علىٰ الآخر مثقال حبّة من خردل احدهما الرجاء والآخر الخوف۔

(۳) بحار الانوار' ج۴۴، ص۱۹۲' ومن زهده انّه قيل له: ما اعظم خوفك من ربك؟ قال لا يأمن من يوم القيامة إلّا من خاف اللّٰه في الدنيا۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری روایت میں آیا ہے:

أنا عِندَ حُسنِ ظَنِّ عَبدِی المؤمِنِ بی[1]

"میں اپنے بندے کے حُسنِ ظن کے پاس ہوں (وہ مجھے جیسا سمجھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا)۔"

انسان کو خدا کی رحمت و بخشش کی اُمید رکھنا چاہیے اور اس کے بارے میں حُسنِ ظن رکھنا چاہیے لیکن صرف اُمید اور حُسنِ ظن کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ خوفِ خدا بھی ہونا چاہیے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

أُوصیکُم بِخَمسٍ لو ضَرَبتُم إلیها آباطَ الابِلِ لکانَت لِذٰلِکَ أهلًا: لا یَرجُوَنَّ أحَدٌ مِنکُم إلّا رَبَّهُ ولا یَخافَنَّ إلّا ذَنبَهُ ولا یَستَحیِنَّ أحَدٌ مِنکُم إذا سُئِلَ عَمّا لا یَعلَمُ أن یَقُولَ لا أعلَمُ ولا یَستَحیِنَّ أحَدٌ إذا لَم یَعلَمِ الشَّیءَ أن یَتَعَلَّمَهُ و عَلَیکُم بالصَّبرِ فإنَّ الصَّبرَ مِنَ الایمانِ کالرَّأسِ مِنَ الجَسَدِ و لا خَیرَ فِی جَسَدٍ لا رأسَ مَعَهُ ولا فِی إیمانٍ لا صَبرَ مَعَهُ

"میں تمھیں پانچ چیزوں کی وصیّت کرتا ہوں ان کے حصول سے باز رکھنے کے لیے اگر تمھیں اُونٹ کے پہلو سے باندھا جائے (اور اسے ہنکا دیا جائے اور وہ دوڑنے لگے (کہ جس سے تمھیں تکلیف ہو)' تو بھی کوئی حرج نہیں ہے" (نہج البلاغہ کلمہ ۸۲)۔

① لا یَرجُوَنَّ احدٌ مِنکُم إلّا رَبَّهُ

"تمھیں اپنے خدا کے علاوہ کسی سے اُمید نہیں رکھنا چاہیے۔"

اس اُمید کے علاوہ کہ خدا تمھیں بخش دے گا' دوسرے اُمور میں بھی تمھیں کسی سے اُمید نہیں رکھنا چاہیے' خدا سے اُمید ہونا چاہیے اور بس۔

---

(۱) بحارالانوار' ج ۷۰' ص ۳۸۵' عن الرضاؑ: قالا حسن باللّٰه الظنَّ فانّ اللّٰه عزَّ و جلَّ یقول: انا عند حُسنِ ظَنِّ عبدی المؤمن بی إن خیرٌ فخیر و إن شرٌّ فشرٌّ۔

Presented by Ziaraat.Com

(۲) ولا یَخافَنَّ اِلّاذَنبَہُ

"اور اپنے گناہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو!"

خدا سے بھی گناہ کی وجہ سے ڈرا جاتا ہے۔ انسان خدا سے اس لیے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اسے اس کے گناہ کی پاداش میں عذاب نہ دے' ان دونوں کا تعلق بھی خوف ورجا ہی سے ہے۔

جب انسان کو خدا سے اُمید ہوتی ہے تو وہ اپنے فرائض کو انجام دیتا ہے۔ خدا سے اُمید وابستہ رکھنا کافی نہیں ہے۔ اگر وہ روزہ نہ رکھے' نماز نہ پڑھے اور کوئی دوسری عبادت نہ بجالائے تو ایسی اُمید سے کیا فائدہ ہوگا؟ اور اگر کوئی ایسی اُمید رکھتا ہے تو ایسے آدمی کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس نے نہ زمین جوتی ہو' نہ کھیتی کی ہو اور پھر یہ توقع رکھتا ہو کہ اس سال خدا اسے بہت سا غلہ عطا کرے گا۔ یہ خود فریبی ہے' اُمید نہیں ہے۔ اُمید کے ساتھ عمل ہوتا ہے' یہی اُمید کی حقیقت ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا تَكُن مِمَّن يَرجُو الآخِرَةَ بِغَيرِ عَمَلٍ[1]

---

(۱) نہج البلاغہ کلمہ حکمت ۱۵۰ وقال(ع) لرجل سأله ان يعظه: لا تكن ممّن يرجو الآخرة بغير عمل وَيُرَجِّي التوبة بطول الأمل يقول في الدنيا بقول الزاهدين و يعمل فيها بعمل الراغبين ان اعطي منها لم يشبع و ان منع منها لم يقنع يعجز عن شكر ما اوتي و يبتغي الزيادة فيما بقي ينهىٰ ولا ينتهي و يأمر بما لا ياتي يحب الصالحين ولا يعمل عملهم و يبغض المذنبين و هو أحدهم يكره الموت لكثرة ذنوبه و يقيم علىٰ ما يكره الموت من اجله ان سقم ظل نادما و ان صحه امن لاهيا يعجب بنفسه اذا عوفي و يقنط اذا ابتلي ان اصابه بلاء دعا مضطرا و ان ناله وخاء اعرض مغترا تغلبه نفسه علىٰ ما يظن ولا يغلبها علىٰ ما يستيقن يخاف علىٰ غيره بادنىٰ من ذنبه و يرجو لنفسه بأكثر من عمله ان استغنىٰ بطر و فتن و ان افتقر قنط و وهن يقصر اذا عمل و يبالغ اذا سأل ان عرضت له شهوة أسلف المعصية و سوف التوبة و ان عرته محنة انفرج عن شرائط الملة يصف العبرة ولا يعتبر و يبالغ في الموعظة ولا يتعظ فهو من القول مدل و من العمل مقل ينافس فيما يفني و يسامح فيما يبقي يرى الغنم مغرماً والغرم مغنماً يخشىٰ الموت ولا يبادرُ الفوت يستعظم من معصية غيره ما يستقل اكثر منه من نفسه و يستكثر من طاعته ما يحقره من طاعة غيره فهو على الناس طاعنٌ و لنفسه مداهن اللهو مع الاغنياء احب اليه من الذكر مع الفقراء يحكم علىٰ غيره لنفسه ولا يحكم عليها لغيره يرشد غيره و يغوى نفسه فهو يطاع و يعصي و يستوفي ولا يوفي و يخشىٰ الخلق في غير ربه ولا يخشىٰ ربه في خلقه۔

Presented by Ziaraat.Com

"اس شخص کی مانند نہ ہونا کہ جو عمل کے بغیر آخرت میں کام یابی کی اُمید رکھتا ہے۔"

خوف کی یہ صورت ہونی چاہیے کہ ایک طرف خداسے خوف بھی رکھتا ہو اور عبادت بھی کرتا ہو، اپنے فرائض بھی انجام دیتا ہو، اپنے گناہ اور اعمال کی کمی سے خائف بھی رہتا ہو، مختصر یہ کہ خوف ورجا کو عمل کے ساتھ ہونا چاہیے۔

③ ولا یَستَحِیَنَّ اَحَدٌ مِنکُم اِذا سُئِلَ عَمّا لا یَعلَمُ اَن یَقُولَ لا اَعلَمُ

"جب تم میں سے کسی سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے کہ جس کو وہ نہیں جانتا ہے تو اسے یہ کہنے میں کہ "میں نہیں جانتا" شرم نہیں آنا چاہیے۔"

④ وَلا یَستَحِیَنَّ اَحَدٌ اِذا لَم یَعلَم الشَّیءَ اَن یَتَعَلَّمَهُ

"اگر تم میں سے کوئی شخص کوئی بات نہیں جانتا ہے تو اسے سیکھنے میں شرم نہ کرے۔"

اگر لوگ اس سے کوئی بات معلوم کریں اور وہ اسے نہ جانتا ہو تو اسے صاف لفظوں میں یہ کہہ دینا چاہیے کہ میں نہیں جانتا' کیوں کہ انسان لوحِ محفوظ نہیں ہے کہ وہ ساری چیزیں جانتا ہو۔ اگر نہیں جانتا ہے تو یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ میں نہیں جانتا' دیکھ کے بتاؤں گا۔

⑤ وَ عَلَیکُم بالصَّبرِ فاِنَّ الصَّبرَ مِنَ الایمانِ کالرّأسِ مِنَ الجَسَدِ ولا خَیرَ فِی جَسَدٍ لا رَأسَ مَعَهُ ولا فِی اِیمانٍ لا صَبرَ مَعَهُ

"تمھارے لیے (تمام مشکلوں اور دشواریوں میں) صبر کرنا ضروری ہے۔ صبر ایمان کے لیے ایسا ہی ہے جیسے بدن کے لیے سر' اگر بدن پر سر نہ ہو تو بے کار ہے اور اگر ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

......✱......

Presented by Ziaraat.Com

# نبوت

Presented by Ziaraat.Com

# نُبوّتِ عامّہ

Presented by Ziaraat.Com

# پہلی تقریر

بشر کی زندگی کے لیے وجودِ انبیاءؑ اور قانونِ الٰہی ضروری ہے

روئے زمین پر حجتِ خدا کا وجود لازمی ہے۔ صفاتِ انبیاءؑ کی کیفیت

انبیاءؑ کی بعثت ضروری ہے

دین کی تعریف

نبیؑ، رسولؑ اور اولوالعزم میں فرق

انبیاءؑ کا وجود ضروری ہے (امام صادق علیہ السلام کے کلام کی روشنی میں)

انبیاءؑ کی صفات (عصمت وعلم اور قدرت وعلم)

حجتِ خدا کا قیامت تک زمین پر رہنا ضروری ہے

Presented by Ziaraat.Com

نبوت کے اثبات کے بارے میں حکما کہتے ہیں: ایک طرف بشر کی بے پناہ حاجتیں ہیں' اسے بیوی' بچوں اور روٹی' کپڑے کی ضرورت ہے' دوسری طرف یہ تنہا زندگی نہیں گزار سکتا اور نہ اپنی ضرورت کی تمام چیزوں کو فراہم کر سکتا ہے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اجتماعی زندگی بسر کرے اور معاشرہ کے ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ ایک کام کی انجام دہی کی ذمہ داری قبول کرے۔ کوئی تجارت کرے' کوئی سلائی کرے' کوئی تنور میں روٹی لگائے' مختصر یہ کہ ہر ایک کو کوئی کام کرنا چاہیے تا کہ لوگ زندہ رہ سکیں۔ انسان کو جس اجتماعی زندگی کی ضرورت ہے اس کا لازمہ یہ ہے کہ انسانوں کا ایک گروہ ایک جگہ جمع ہو کر زندگی بسر کرے نہ کہ جنگلوں اور بیابانوں میں پراگندہ رہیں۔ انسانوں کے اس اجتماع کو تمدن کہتے ہیں اور جہاں یہ جمع ہوتے ہیں اس جگہ کو مدینہ (شہر) کہتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے:

الانسانُ مُدُنیٌّ بالطبع. یا: مَدَنیٌّ بالطّبع

"یعنی انسان طبعی طور پر اجتماعی زندگی کا محتاج ہے۔"

انسان کے اندر قوتِ شہوت و قوتِ غضب موجود ہے اور قوتِ شہوت کی بنا پر ہر انسان اپنے منافع حاصل کرنا چاہتا ہے اور قوتِ غضبیہ کے ذریعے وہ ضرر و نقصان کو دفع کرتا ہے۔ وہ ایک جگہ اس لیے جمع ہوئے ہیں تا کہ باہم زندگی گزاریں۔ دوسری طرف چوں کہ ان کے اندر قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانیہ ہے لہٰذا ان میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے ایک قانون کی ضرورت ہے تا کہ ظلم و زیادتی سے ایک دوسرے کے حقوق غصب نہ کریں۔

بنابرایں اگر قانون سازی خود انسان کے ہاتھ میں ہو تو ہر گروہ ایسے قانون بنائے گا جس میں اس کا فائدہ اور دوسرے لوگوں کا نقصان ہو' وہ عدل پر مبنی قوانین نہیں بنا سکے گا۔ پس انسان کے بنائے ہوئے قوانین عادلانہ نہیں ہو سکتے لہٰذا انسان کی زندگی کا دستور اس کے خالق و مالک خدا کی طرف سے ہونا چاہیے اور نبیؐ کے ذریعے انسانوں تک پہنچنا چاہیے۔

اسی قانون کو ہم دین کہتے ہیں' یہی دین انسان کو خدا کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

دین' ایک ضابطہ ہے جس میں واجبات' احکام اور خدا کے بنائے ہوئے دستورات ہیں

Presented by Ziaraat.Com

جو خدا کی طرف سے تیار ہو کر آئے ہیں اور نبیؐ کے ذریعے انسانی معاشرہ تک پہنچے ہیں۔

مختصر یہ کہ انسان کی ضرورتیں بہت زیادہ ہیں' انھیں ضرورتوں کی بنا پر وہ اجتماع کا محتاج ہے' بشر ہے اس لیے اجتماعی قوانین درکار ہیں اور ان قوانین کو عدل پر مبنی ہونا چاہیے تا کہ ان سے معاشرہ کا فرد فرد مستفید ہو سکے اور کسی پر ظلم نہ ہو' ظاہر ہے یہ کام دین کے بغیر انجام پذیر نہیں ہوگا۔

یہ تو ثابت ہو گیا کہ بشر خدائی قانون کا محتاج ہے لیکن اس خدائی قانون اور دین کو بندوں تک کون پہنچائے؟

جواب: خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان وہی واسطہ بن سکتا ہے جو نبوت ایسے بلند مرتبہ پر فائز ہوتا ہے' اسی کو نبی کہتے ہیں۔

نبی میں اس بلند مرتبہ پر پہنچنے کے نتیجہ میں ایسی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ قرار پائے اور دین خدا کو کسی کمی زیادتی کے بغیر لوگوں تک پہنچادے۔

نبوت یہ ہے کہ پیغمبروں پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔

اگر کسی نبی کو یہ حکم ہو کہ دوسروں کو بھی ہدایت کرے تو وہ نبی ہی نہیں بلکہ رسول بھی ہے اور اگر اس کو اپنے زمانہ کے لوگوں کے علاوہ بعد والے زمانے کے لوگوں کو دعوت دینے کا بھی حکم ہو تو وہ اولوالعزم ہے اور اگر اس کا دین قیامت تک کے لیے ہو تو وہ خاتم النبین ہے۔[1]

---

(۱) کافی' ج۱، ص۱۷۶' عن زرارۃ قال: سالت ابا جعفر عن قول اللّٰہ عزّ و جلّ: (و کان رسولاً نبیاً) "مریم۵۱" ما الرسول وما النبی؟ قال: النبی الذی یریٰ فی منامه و یسمع الصوت ولا یعاین الملك و الرسول الذی یسمع الصوت و یریٰ فی المنام و یعاین الملك۔ قلت: الامام ما منزلته؟ قال: یسمع الصوت ولا یریٰ ولا یعاین الملك ثم تلا هذه الآیة: (وما أرسلنا من قبلك من رسول ولا نبی) "حج۵۲" ولا محدث۔ و فی العیون ج۲ ص۸۰ عن ابی الحسن الرضاً قال: انما سمی اولوالعزم اولی العزم لانهم کانوا اصحاب الشرائع و العزائم و ذلك ان کل نبی بعد نوحؑ کان علیٰ شریعته و منهاجه و تابعاً لکتابه الیٰ زمن ابراهیم الخلیلؑ و کل نبی کان فی ایام ابراهیم و بعده کان علیٰ شریعته و منهاجه و تابعاً لکتابه الیٰ زمن موسیٰؑ و کل نبیٍّ کان فی زمن موسیٰ و بعده کان علیٰ شریعة موسیٰ و منهاجه و تابعاً لکتابه الیٰ ایام عیسیٰؑ و کل نبی کان فی ایام عیسیٰؑ و بعده کان علیٰ منهاج عیسیٰ و شریعته و تابعا لکتابه الیٰ زمن نبینا محمدؐ فهولاء الخمسة أولوالعزم فهم أفضل الأنبیاء و الرّسلؑ و شریعة محمدؐ لا تنسخ الیٰ یوم القیامة ولا نبیٌّ بعده الیٰ یوم القیامة فمن ادّعیٰ بعده نبوّةً او اتی بعد القرآن بکتاب فدمه مباح لکلّ من سمع ذلك منه۔

Presented by Ziaraat.Com

واضح ہے کہ مقام خاتمیت' جس پر ہمارے رسولؐ فائز ہیں' رسالت کے تمام مراتب سے بلند ہے۔

نبوت کے اثبات کے سلسلہ میں بہت زیادہ روایتیں وارد ہوئی ہیں ان ہی میں سے امام صادق علیہ السلام کی روایت بھی ہے۔

اسلام مخالف اور نبوت کے منکروں میں سے ایک شخص نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا:

مِن أینَ أثبتَ الأنبیاءَ و الرّسُلَ؟

قال: إنّا لَمّا أثبَتنا أنّ لنا خالِقاً صانِعاً مُتعالیاً عنّا و عن جمیعِ ما خلَقَ و کانَ ذٰلِکَ الصّانِعُ حَکیماً مُتعالیاً لَم یَجُز أن یُشاهِدَهُ خَلقُهُ ولا یُلامِسُوهُ فَیُباشِرُهُم و یُباشِرُوهُ و یُحاجُّهُم و یُحاجُّوهُ' ثَبَتَ أنّ لَهُ سُفَراءَ فِی خَلقِهِ یُعَبِّرُونَ عَنهُ إلیٰ خَلقِهِ و عِبادِهِ و یَدُلُّونَهُم عَلیٰ مَصالِحِهِم و مَنافِعِهِم وما بِهِ بَقائُهُم وفِی تَرکِه فَنائُهُم' فَثَبَتَ الآمِرُونَ و النّاهُونَ عَنِ الحَکِیمِ العَلِیمِ فِی خَلقِهِ و المُعَبِّرُونَ عَنهُ جَلَّ و عَزَّ و هُمُ الأنبِیاءُ و صَفوَتُهُ مِن خَلقِهِ' حُکَماءُ مُؤَدَّبِینَ بالحِکمَةِ' مَبعُوثِینَ بِها' غَیرَ مُشارِکِینَ للنّاسِ علیٰ مُشارَکَتِهِم لهم فِی الخَلقِ و التَّرکِیبِ' فِی شیءٍ مِن أحوالِهِم' مؤیَّدِینَ مِن عِندِالحَکِیمِ العَلِیمِ بالحِکمَةِ' ثُمّ ثَبتَ ذلکَ فِی کلِّ دَهرٍ و زَمانٍ أتَت بِهِ الرُّسُلُ و الأنبیاءُ من الدّلائلِ و البَراهِینِ' لِکَیلا تَخلُوا أرضُ اللّهِ مِن حُجّةٍ یَکُونُ مَعَهُ عِلمٌ یَدِلُّ علیٰ صِدقِ مَقالَتِهِ و جوازِ عَدالَتِهِ

''آپ یہ بات کہاں سے ثابت کرتے ہیں کہ انبیاء اور رسل خدا کی طرف سے آئے ہیں؟ فرمایا: جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارا ایک خالق ہے اور وہی

Presented by Ziaraat.Com

صانع عالم ہے جو ہم سے اور تمام مخلوقات سے بلند و افضل ہے اور یہ حکمت والا صانع سب پر غالب ہے اور ہم اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مخلوقات میں کوئی اسے دیکھ نہیں سکتا اور نہ کوئی اسے چھو سکتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ رہے یا مخلوق اس کے ساتھ رہے یا وہ ان سے گفتگو کرے یا مخلوقات اس سے گفتگو کرے۔ پس ثابت ہوا کہ اس حکمت والے خدا کے سفیر ہوں تاکہ یہ سفرا اس کے بندوں کی ان کے نفع کی طرف راہ نمائی کریں اور ان چیزوں سے ہوشیار کریں جن سے ان کو ضرر ہو سکتا ہے اور انھیں یہ بتائیں کہ تمھیں فلاں کام کرنا ہے اور فلاں کام نہیں کرنا ہے تاکہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں اور انھیں یہ سمجھائیں کہ اگر نہیں کرو گے تو نابود ہو جاؤ گے اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہو گے۔"

معلوم ہوا کہ خدا کے کچھ سفیر ہیں انھیں کو انبیاء و رسل کہتے ہیں۔ یہ دانش ور اور صاحبانِ حکمت ہیں۔ یہ علم و دانش کے آخری درجہ پر فائز ہیں۔ ان میں اور دوسرے لوگوں میں یہ فرق ہے کہ وہ خدا کی طرف سے علم و دانش سے آراستہ ہوتے ہیں۔ خدا نے انھیں اپنی مخلوقات کی تعلیم و تربیت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔

یہ اپنی خلقت میں بشر کی مانند آنکھ، کان اور اعضا و جوارح رکھتے ہیں۔ راستہ چلتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایسے ہی دیگر اُمور میں بھی وہ لوگوں کے شریک ہیں۔ لیکن روحانی لحاظ سے وہ لوگوں سے کہیں بلند ہوتے ہیں (کیوں کہ ان کے اندر روح قدسی ہوتی ہے اور لوگوں میں یہ روح نہیں ہوتی) پس ثابت ہوا کہ کچھ ممتاز و نمایاں افراد بشر کی ہدایت کے لیے خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں تاکہ ان کے سامنے خدا کے اوامر و نواہی بیان کریں۔

البتہ یہ خدائی شخصیتیں، علم و حکمت اور صفات و اخلاقیات میں عام لوگوں کی مانند نہیں ہیں۔ یہ خدا کے اسما و صفات کے مظہر ہیں۔ انبیاءؑ میں چار صفات ہونی چاہئیں تاکہ خدا کی ذات کا مظہر قرار پائیں:

Presented by Ziaraat.Com

① انھیں حق کا مظہر ہونا چاہیے' اسی لیے انھیں صفت عصمت سے متصف ہونا چاہیے تاکہ ان کی فکر' گفتگو اور عمل میں خطا نہ ہو۔ انبیاءؑ کا معصوم ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ معاشرہ ان پر اعتماد کرے' وہ خدا کی وحی میں کمی بیشی نہیں کریں گے اور ان سے خطا و معصیت صادر نہیں ہوگی۔

② انبیاءؑ کو علم و حکمت کے لحاظ سے بھی ذاتِ خدا کا مظہر ہونا چاہیے تاکہ وہ خدائی احکام اور دستورات کو خدا سے حاصل کریں اور لوگوں تک پہنچائیں۔ انبیاءؑ کا علم و حکمت سے آراستہ ہونا بھی ضروری ہے کہ جس کے نتیجہ میں وہ تمام نیکیوں اور بدیوں سے واقف ہوں اور لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیں اور بُرائیوں سے روکیں۔

③ انبیاءؑ کو خدا کی قدرت کا مظہر ہونا چاہیے یعنی انھیں ایسے کام انجام دینا چاہئیں جن کو دوسرے لوگ انجام نہ دے سکیں' اسی کو معجزہ کہتے ہیں اور یہی ان کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے۔

④ انبیاءؑ کو خدا کی رحمت کا مظہر ہونا چاہیے تاکہ رحمت خدا کا مظہر ہونے کے نتیجہ میں اپنے اوپر ہونے والے ظلم و ستم پر صبر کریں اور اپنی رسالت کا فریضہ ادا کریں۔

امام صادق علیہ السلام نے انبیاءؑ کی بعثت کی ضرورت اور ان کی صفات کو بیان کرنے کے بعد اس اہم نکتہ کو بیان کیا ہے: خدا کی ان حجتوں کو ہر زمانہ میں قیامت تک رہنا چاہیے' برحق خلیفہ کو خدا کی طرف سے معین ہونا چاہیے تاکہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اور وہ کسی بھی زمانہ میں حجتِ خدا سے خالی نہ رہیں (حجتِ خدا یعنی انبیاءؑ اور ان کے اوصیا)۔

حدیث کے اس جملہ "ثم ثبت ذالك فی کل دھر و زمان" سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان ذواتِ مقدس' انبیاءؑ و آئمہؑ کو ہر زمانہ میں روئے زمین پر موجود اور زندہ رہنا چاہیے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (سورۂ بقرہ' آیت ۳۰)

"میں روئے زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔"

Presented by Ziaraat.Com

بشر کی خلقت کا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ روئے زمین پر ہمیشہ خدا کا خلیفہ رہے' جیسا کہ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۂ ذاریات' آیت ۵۶)

"اور ہم نے جن و انس کو نہیں خلق کیا مگر عبادت کے لیے۔"

خداوند عالم کے کلام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ہر عہد میں ایک انسانِ کامل ہونا چاہیے جو خدا کی عبادت اس طرح کرے جیسا کہ عبادت کا حق ہے کیوں کہ اگر روئے زمین پر خلیفۂ خدا' انسانِ کامل اور مردِ حق آگاہ نہیں ہوں گے تو پھر فرشتوں کی یہ بات صحیح ہو جائے گی:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ (سورۂ بقرۃ' آیت ۳۰)

"کیا روئے زمین پر اس کو خلیفہ بنائے گا کہ جو اس میں فساد و خون ریزی کرے گا' حالاں کہ ہم تو ہمیشہ تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جناب کمیل بن زیاد نخعی سے جو حدیث بیان فرمائی ہے اس میں بھی یہ بیان ہوا ہے کہ زمین حجتِ خدا سے خالی نہیں ہے۔ ارشاد ہے:

اَللّٰهُمَّ بَلَىٰ لَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ قَائِمٍ لِلّٰهِ بِحُجَّةٍ اِمَّا ظَاهِراً مَشْهُوراً وَ اِمَّا خَائِفاً مَغْمُوراً

"ہاں یہ زمین کبھی حجت سے خالی نہیں رہتی ہے' یہ حجت کبھی اس طرح ہوتی ہے کہ لوگ اسے دیکھتے ہیں اور کبھی لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتی ہے" (نہج البلاغۃ' کلمہ حکمت: ۱۴۷)۔

اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ اگر زمین حجتِ خدا سے خالی ہو گی تو اپنے بسنے والوں سمیت دھنس جائے گی:

لَوْ لَا الْحُجَّةُ لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا (بحار الانوار' ج ۶۰' ص ۲۱۳)

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ اپنے باشندوں سمیت موج مارے گی اور ایک روایت میں

Presented by Ziaraat.Com

یہ وارد ہوا ہے:[1]

النُّجُومُ أمانٌ لأهلِ السَّماءِ و أهلُ بَيتي أمانٌ لأمّتي فإذا ذَهَبَ النُّجُومُ ذَهَبَ أهلُ السَّماءِ و اذا ذَهَبَ بَيتي ذَهَبَ أهلُ الأرضِ

"ستارے آسمان والوں کے لیے باعثِ امان ہیں اور میرے اہل بیتؑ زمین والوں کے لیے باعثِ امان ہیں۔ جب ستارے نہیں رہیں گے تو آسمان والے ختم ہو جائیں گے اور میرے اہل بیتؑ نہیں رہیں گے تو زمین والے ختم ہو جائیں گے" (بحارالانوار، ج ۲۷، ص ۳۰۹)۔

معلوم ہوا اس زمین پر حجتِ خدا کا وجود ضروری ہے کیوں کہ اہل زمین اور آسمان والوں کا وجود حجتِ خدا ہی کے وسیلہ سے باقی ہے:

بِيُمنِهِ رُزِقَ الوَرَىٰ و بوجُودِهِ ثَبَتَتِ الأرضُ و السَّماءُ

"امام اور خدا کی حجت کی برکت سے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ زمین و آسمان انھیں کے طفیل میں باقی ہیں۔"

بنابرایں آج دنیا، زمین و آسمان، امامِ زمانہ علیہ السلام کے وجود کے طفیل میں قائم ہیں۔ اگرچہ آپؑ بظاہر لوگوں کے درمیان موجود نہیں ہیں کہ وہ براہِ راست آپؑ کے وجود سے استفادہ کریں لیکن آپؑ کا وجود ہی خدا کی طرف سے لوگوں کے لیے لطف ہے۔

اس سلسلہ میں خواجہ نصیرالدین طوسی لکھتے ہیں:

وجُودُهُ لُطفٌ و تَصَرُّفُهُ لُطفٌ آخَرُ و عَدَمُهُ مِنّا

"امامِ زمانہ علیہ السلام کا وجود خدا کی طرف سے لطف ہے اور اس دنیا میں آپؑ کا تصرف اور اس کے اُمور میں آپؑ کا دخل دوسرا لطف ہے۔ ان کے ظاہری تصرف میں ہم مانع ہیں، ان کے فیض سے محرومی کا باعث ہم خود

(۱) کافی، ج ۱، ص ۱۷۹؛ بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۳۴؛ عن أبي جعفرؑ لو أنَّ الإمام رُفِعَ مِنَ الأرضِ ساعة لماجت بأهلها كما يموج البحر بأهله۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں" (تجرید الاعتقاد بحث امامت)۔

یعنی لوگوں نے ایسی صلاحیت پیدا نہیں کی ہے کہ امامؑ ظاہر ہو جائیں اور زمین کو ظلم و جور سے بھر جانے کے بعد عدل و انصاف سے پُر کریں۔ پس ہماری طرف سے کوتاہی ہے۔ امامؑ کی طرف سے فیض جاری ہے:

ھرچہ ھست از قامت ناساز بی اندام ماست
ورنہ تشریف تو بر بالای کس کوتاہ نیست

"جو بھی کوتاہی ہے وہ ہماری طرف سے ہے ورنہ تیرا دست کرم ہر ایک کے اُوپر ہے" (دیوان حافظؒ اس کا مطلع یہ ہے: زاہد ظاہر پرست از ال ما آگاہ نیست)۔

......❁......

Presented by Ziaraat.Com

# نُبوّتِ خاصّہ

Presented by Ziaraat.Com

# پہلی تقریر

## بعثت کے وقت دنیا کی حالت
## اور
## پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے آثار

بعثت کے وقت دنیا کی حالت

پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے آثار

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے رسولؐ کی بعثت اور اس وقت کے لوگوں کی حالت سے متعلق بہت سے خطبے دیئے ہیں؛ ان میں سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

أَرْسَلَهُ وَ أَعْلَامُ الْهُدَىٰ دَارِسَةٌ وَ مَنَاهِجُ الدِّينِ طَامِسَةٌ فَصَدَعَ بِالْحَقِّ وَ نَصَحَ لِلْخَلْقِ وَ هَدَىٰ إِلَى الرُّشْدِ وَ أَمَرَ بِالْقَصْدِ

"خدا نے اپنے رسولؐ کو اس وقت مبعوث کیا جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے اور دین کے طریقے محو ہو چکے تھے؛ خدا پرستی کا نام و نشان نہیں تھا؛ تمام لوگ جہالت و نادانی؛ ضلالت و گم راہی اور بدکرداری میں غرق تھے" (نہج البلاغہ؛ خطبہ ۱۹۵)۔

وَ أَعْلَامُ الْهُدَىٰ دَارِسَةٌ

"ہدایت کے نشان ماند پڑ گئے تھے۔"

ایک گروہ چاند؛ سورج کی پوجا کر رہا تھا؛ کچھ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھ بیٹھے تھے اور بعض نے حضرت عزیرؑ کو خدا کا فرزند قرار دے لیا تھا۔ یہود و نصاریٰ کے درمیان مختلف قسم کے خرافات کا دور؛ دورہ تھا۔

پوری دنیا سے خدا پرستی اُٹھ چکی تھی۔ لوگ گم راہ ہو چکے تھے۔ ایسے زمانہ میں حقیقت محمدیہؐ کا آفتاب چمکا اور دنیا کو خدا پرستی؛ علم و حکمت؛ اخلاق اور پسندیدہ صفات کے نور سے منور کر دیا:

وَ مَنَاهِجُ الدِّينِ طَامِسَةٌ

"دین کے تمام راستے اُجڑ گئے تھے۔"

فَصَدَعَ بِالْحَقِّ وَ نَصَحَ لِلْخَلْقِ

"پس آپؐ نے حق کو آشکار کیا اور خلق خدا کو نصیحت کی۔"

Presented by Ziaraat.Com

خدا کے رسولؐ نے خدا کی عبادت، صلاح و درستی، اخلاق و پسندیدہ صفات اور مبداء و معاد کے عقیدہ کی طرف دعوت دی۔ یہ سب حق کے مصداق ہیں، ان سب کو آپؐ نے زندہ کیا۔ رسولؐ نے حق کو اتنا بلند کیا کہ جس سے زیادہ بلندی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا:

وَ هَدٰی اِلَی الرُّشْدِ وَ اَمَرَ بِالْقَصْدِ

"اور لوگوں کو سیدھے راستہ کی ہدایت کی اور اعتدال پسندی کا حکم دیا۔"

یعنی آپؐ نے انھیں ان چیزوں کی طرف دعوت دی جو دنیا و آخرت کی سعادت و کامیابی کا وسیلہ تھیں اور اس دین کی طرف بلایا جو معتدل اور دینِ وسط ہے اور اس عبادت کا طریقہ بتایا جس سے بلند عبادت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ بعبارت دیگر لوگوں کو میانہ روی کی طرف دعوت دی۔ یعنی انھیں عقائد و افعال اور اعمال میں حقیقی اعتدال کی طرف بلایا۔

رسولؐ نے یہ فرمایا: توحید و خدا پرستی کی دعوت کے بعد انبیاءؑ کی دعوت و تبلیغ، عدل و انصاف قائم کرنا اور ظلم و فساد کو برطرف کرنا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیت میں خداوند عالم کا ارشاد ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (سورۂ حدید، آیت ۲۵)

"ہم نے اپنے رسولوں کو آیتوں، نشانیوں، معجزوں اور واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا ہے اور اس کے ساتھ کتاب و میزان نازل کی ہے تاکہ لوگ حق کے ساتھ قیام کریں اور ان کے درمیان عدل و انصاف قائم ہو جائے اور فتنہ و فساد اور ستم کا خاتمہ ہو جائے۔"

رسولؐ نے لوگوں کو خدا کی وحدانیت و عبادت، عقیدہ معاد، عدل قائم کرنے اور ظلم و فساد کو ختم کرنے کی طرف دعوت دی۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَ اعلَمُوا عِبادَ اللّٰهِ اَنَّهٗ لَم يَخلُقكُم عَبَثاً و لَم يُرسِلكُم هَمَلًا

Presented by Ziaraat.Com

"اور جان لو کہ خدا نے تمھیں عبث و بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے۔"

آیت میں ارشاد ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ

(سورۂ مومنون' آیت ۱۱۵)

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹا کر نہیں لائے جاؤ گے۔"

پس جب یہ واضح ہو گیا کہ خدا نے معاشرۂ انسانی کو ایک بہت بلند مقصد کے لیے خلق کیا ہے تو اب اس بات کو سمجھنا آسان ہو گیا کہ دنیا و آخرت کی کام یابی و سعادت اسی چیز میں ہے جس کو رسولؐ لائے ہیں۔ ہمیں مبدا و معاد کو سمجھنے کی بھرپور طریقہ سے کوشش کرنا چاہیے' ان کا اعتقاد رکھنا چاہیے اور اس چیز کو اپنا نصب العین قرار دینا چاہیے۔ جس کو رسولؐ خدا کی طرف سے لائے ہیں اور ان احکام کو بجا لانا چاہیے جو شریعتِ مقدسہ میں واجب کیے گئے ہیں اور ان چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے جو اس میں حرام کی گئی ہیں اور جس کام کو بھی انجام دیں اسے شائستہ طریقے سے انجام دیں۔ رسولؐ و آئمہؑ نے جن کاموں کو انجام دینے کا حکم دیا ہے انھیں بجا لائیں اور جن سے روکا ہے' ان سے باز رہیں۔ ان کے نقشِ قدم پر چلیں تا کہ دنیا و آخرت میں کام یاب ہو جائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

# دوسری تقریر

## بعثت کے وقت دنیا کی حالت اور پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے منجموں اور کاہنوں کا آپؐ کی بعثت وظہور کی خبر دینا اور اس سلسلہ میں انوشیرواں اور شاپور کی ملاقات وگفتگو آثار

منجموں اور کاہنوں کا آپؐ کی بعثت کی خبر دینا' دنیا کے بدلتے ہوئے حالات میں ان کے آثار

شاپور کی عربوں کے ساتھ جنگ اور ان کا قتل عام

انوشیرواں کا خواب اور اس کی تعبیر

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے دنیا کے جو حالات قابل مطالعہ ہیں انھیں میں سے آپؐ کی بعثت اور ظہور سے قبل کاہنوں اور منجموں کا آپؐ کی رسالت کی خبر دینا بھی ہے۔

ان میں سے دو واقعات تاریخ میں بیان ہوئے ہیں: ایک واقعہ شاپور ذوالاکتاف سے متعلق ہے جو کہ ایران کے (اکاسرہ) بادشاہوں میں سے تھا۔ یہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد سن طفولیت ہی میں تخت سلطنت پر پہنچ گیا تھا۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ جب بادیہ نشین عرب ایران کی سرحدوں پر حملہ کرتے' لوگوں کو قتل کرتے اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیتے تھے۔ چناں چہ جب شاپور بڑا ہوا تو اس نے عربوں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور عرب پر لشکر کشی کی۔ عربوں کے قبائل پر ٹوٹ پڑا اور ان میں سے جو بھی ہاتھ آیا اسی کو قتل کر ڈالا۔ تاریخ میں یہاں تک ملتا ہے کہ اس نے یہ حکم دے دیا تھا کہ عربوں کے شانوں میں سوراخ کر کے ان میں رسّی ڈال دو۔ اس طرح انھیں سزا دیتا تھا' اسی بنا پر شاپور کو ذوالاکتاف کہا گیا ہے۔

وہ عربوں سے اسی طرح لڑتا رہا' یہاں تک قبیلہ بنی تمیم تک پہنچا۔ بنی تمیم کا ایک بوڑھا اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ان لوگوں کو تم کس جرم میں قتل کر رہے ہو' آخر تمھیں ان سے کیا دشمنی ہے؟

شاپور نے جواب دیا: انھوں نے ہمارے ملک کی سرحدوں پر حملہ کر کے لوگوں کو قتل کیا ہے اس لیے انھیں قتل کیا جا رہا ہے۔

اس بوڑھے نے جواب دیا: تم نے بھی ان کے کئی گنا لوگوں کو قتل کر دیا ہے' کیا یہ تمھارے انتقام کے لیے کافی نہیں ہے؟

شاپور نے کہا: نہیں! ایک دوسری وجہ سے میں انھیں قتل کر رہا ہوں اور وہ وجہ یہ ہے کہ منجمین نے یہ خبر دی ہے کہ عرب میں ایک عظیم المرتبت شخص پیدا ہوگا اور اس کے ماننے والے ایران پر حملہ کر کے اس پر قابض ہو جائیں گے اس لیے میں انھیں نیست و نابود کر رہا ہوں تا کہ

Presented by Ziaraat.Com

ایسا نہ ہو۔

اس بوڑھے نے کہا: جس واقعہ کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ ہوگا یا نہیں اس کے لیے ان لوگوں کو کیوں قتل کر رہے ہو اور اگر یہ امر شدنی ہے تو تم کم سے کم ظلم وتعدی کرو تا کہ اگر وہ تسلط پائیں تو تمھارے اوپر کم ظلم کریں۔

شاپور کو اس بوڑھے کی بات پسند آئی اور اس نے عربوں کی قتل و غارت گری سے ہاتھ کھینچ لیا۔

تاریخ منظومہ کے مؤلف میرزا صادق خان تفرشی کہتے ہیں:

جد معین جد شہ کائنات
مالک بن نظر علیہ الصلواۃ
گفت بہ شاپور عنادت بہ کیست؟
علت خونریزی و دین ظلم چیست؟
گفت در این قرب بہ حکم نجوم
تاجوری آید از این مرزو بوم
نیست بہ دستش چہ ھلاک عجم
من ز عرب کینہ او می کشم
گفت کہ این امر اگر بودنی است
مصلحت قتل در این وقت چیست؟
شاید از این قتل کہ کمتر بود
کینہ ی او باتو سبک تر بود
گشت ز مالک چہ سخن سود مند
جملہ اعراب تفتیش شدند

مرحوم ادیب الممالک نے اس سلسلہ میں کچھ اشعار کہے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

بنویس یکی نامہ بہ شاپور ذوالاکتاف
کز این عربان ست مبر نایژہ مشکاف
ھشدارا کہ سلطان عرب داور انصاف
نامش بگرفتہ است از قاف تا قاف
ایک بدرو خشمش، پشت و جگر و ناف
آن را کہ ورد نامہ اش از عجب و ز پندار[1][2]

مؤرخین نے ایک دوسرا واقعہ بھی لکھا ہے: رسولؐ کی ولادت کے وقت بہت سے عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے مثلاً فارس کا آتش کدہ خاموش ہو گیا حالاں کہ وہ ہزار سال سے روشن تھا اور مدائن کے قصر کے چودہ کنگرے گر پڑے اور اس کی چھتوں میں شگاف پڑ گئے (جو آج بھی موجود ہیں) اور دریائے ساوہ یک بیک خشک ہو گیا اور ساوہ کے بیابان میں (جو کہ بالکل خشک تھا) پانی بہنے لگا۔ بہت سے انوکھے واقعات رونما ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپؐ کی ولادت کے زمانہ میں انوشیرواں نے ایک وحشت ناک خواب دیکھا اور پریشان ہوا' ان کے سب سے بڑے عالم نے بھی ایسا ہی وحشت ناک خواب دیکھا۔

انوشیرواں جو کہ مضطرب و پریشان تھا اس نے عالم سے مشورہ کیا' اس نے کہا: اس خواب کا تعلق اس واقعہ سے ہے جو عرب میں رونما ہوا ہے۔ کسی ایسے آدمی کو طلب کیجیے کہ جو اس واقعہ سے آگاہ ہو' اس سے استفسار کیا۔ انھوں نے عبدالمسیح کی نشان دہی کی' جب عبدالمسیح کسریٰ (انوشیرواں) کے پاس آیا تو انوشیرواں نے اس سے کہا: یہ حوادث جو رونما ہوئے ہیں ان کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟

عبدالمسیح نے کہا: مجھے ان حوادث کی اطلاع نہیں ہے لیکن میرے ایک ماموں شام میں

---

(۱) دیوان ادیب الممالک فراہانی مسمط شمارہ ابر خیز شتر بانا بر بندکجاوہ

(۲) البتہ ان اشعار کے آخر میں خسرو پرویز کا قصہ بیان ہوا ہے کہ جس زمانہ میں رسولؐ نے بعثت کے چھٹے سال تمام بادشاہوں' قبیلے کے سرداروں اور روم و یمن کے سلاطین کو خط لکھے تھے اس وقت ایک خط ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو بھی تحریر کیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

رہتے ہیں ان کا نام سطیح ہے' میں ان کے پاس جاتا ہوں اور ان سے معلوم کروں گا کہ ان حوادث کا راز کیا ہے۔

کسریٰ کی طرف سے عبدالمسیح کو شام جانے کا حکم ملا لیکن جب وہ شام پہنچا تو اس وقت وہ جاں بلب تھا۔ ابھی عبدالمسیح اس کے پاس نہیں پہنچا تھا کہ اس نے اپنے عزیزوں سے کہا: عبدالمسیح اُونٹ پر سوار ہے اور سطیح کے پاس آ رہا ہے حالاں کہ ان کی موت کا وقت قریب ہے۔ تمھیں ساسانی بادشاہ نے میرے پاس بھیجا ہے تاکہ تم مجھ سے معلوم کرو کہ مدائن کے قصر کے کنگرے کیوں گر پڑے اور فارس کا آتش کدہ کیوں خاموش ہو گیا اور موبد کے خواب کی تعبیر کیا ہے؟

پھر عبدالمسیح سے خواب سنے بغیر سطیح نے پورا خواب بیان کیا اور کہا: موبد نے خواب میں دیکھا ہے کہ اہل عرب اُونٹوں پر سوار ہو کر ایران میں داخل ہو گئے ہیں اور ایران میں پھیل گئے ہیں اور اس پر قابض ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد سطیح نے کہا: اے عبدالمسیح! جب انسانی معاشرہ میں تلاوتِ قرآنِ مجید بہت زیادہ ہو گی تو سمجھ لینا کہ صاحب عصا مبعوث ہو چکا ہے[1] اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا ہے' ساوہ کے بیابان میں پانی ہی پانی ہے اور فارس کا آتش کدہ بجھ گیا ہے' اس وقت سطیح کے لیے شام' شام نہیں رہے گا (اور بابل میں ایران کی حیثیت نہیں رہے گی)[2] اور مدائن کے قصر کے چودہ کنگرے اور طاق ڈھیر ہو جائیں گے۔ یہ سب اس بات کی علامت ہیں کہ ساسانیوں میں چودہ مرد و زن حکومت کریں گے پھر جو ہونے والا ہے' وہ ہو گا۔

......⚫......

---

(۱) صاحب عصا سے مراد رسولؐ ہیں۔ ملا رومی کہتے ہیں: رسولؐ جو قرآن لائے ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرح فصحا' بلغا اور علما کے کلام نگل گیا' مثنوی میں آیا ہے:

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطاف حق — گر بمیری تو' نمیرد این سبق
من کتاب و معجزات را رافعم — بیش و کم کن راز قرآن مانعم
چا کرانت شہرا گیرند و جاہ — دین تو گیرد ز ماہی تابہ ماہ
ہست قرآن مر ترا ہمچون عصا — کفرھا را در کشد چون اژدھا
تو اگر در زیر خاکی خفتہ ای — چون عصا آیش دان ھر آنچ گفتہ ای

(۲) قدیم عراق کو بابل کہتے تھے یہی علاقہ پھر لشکر اسلام کے زیر تسلط آیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

# تیسری تقریر

## بعثت رسولؐ کے وقت دنیا کی ثقافت وادب اوراعتقاد کی حالت

## آفتابِ رسالتؐ کے طلوع کے آثار

بعثت کے وقت دنیا کی ثقافت وادب

آفتاب رسالت کا طلوع اور معاشرہ پر اس کے آثار

Presented by Ziaraat.Com

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ:

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (سورۂ احزاب' آیات ۴۵-۴۶)

''اے نبیؐ! ہم نے آپؐ کو گواہ' بشارت دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اس لیے مبعوث کیا ہے تاکہ آپؐ خدا کی اجازت سے لوگوں کو اس کی طرف بلائیں اور ان کے لیے روشن چراغ بن جائیں۔''

رسولؐ کی ولادت کے وقت عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے۔ اس بات کو صرف مسلمانوں نے ہی نہیں لکھا ہے بلکہ ایک حد تک منصف مزاج بعض دوسرے مصنفین نے بھی تحریر کیا ہے گوستالبن نے لکھا ہے:

''مسلمانوں نے رسولؐ کی ولادت کے زمانہ کے کچھ عجیب و غریب واقعات لکھے ہیں مثلاً یہ کہ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا' بت منہ کے بل گر پڑے اور مدائن کے قصر کے چودہ کنگرے ٹوٹ گئے' ساوہ کا دریا سوکھ گیا اور ایسے ہی بہت سے واقعات تحریر کیے ہیں۔ گویا یہ واقعات جو کہ رسولؐ کے ظہور سے پہلے رونما ہوئے ایک عظیم انقلاب کا پیش خیمہ تھے کیوں کہ ان کے ظہور سے دنیا دیگرگوں ہو گئی'' (تمدن اسلام و عرب' ص ۱۰۶)۔

اگر ہم آنحضرتؐ کی ولادت سے پہلے اور آپؐ کی وفات کے بعد کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہو گا کہ آپؐ کی ولادت و بعثت کے بعد دنیا ازسر بدل گئی تھی اور عالم دیگرگوں ہو گیا تھا۔

اور اگر نہج البلاغہ کا مطالعہ کریں تو واضح ہو گا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے متعدد خطبوں

Presented by Ziaraat.Com

میں اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کی حالت و کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔ آپؑ نے بعض خطبوں میں اس زمانہ میں عرب والوں کی وحشیانہ حرکتیں اور ان کی جہالت و نادانی کفر و شرک اور ان کے اخلاقی انحطاط کو بیان کیا ہے جب کہ چند خطبات میں پوری دنیا کے لوگوں کے حالات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

أَرْسَلَهُ عَلَىٰ حِينِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَ طُولِ هَجْعَةٍ مِّنَ الْأُمَمِ وَ اعْتِزَامٍ مِّنَ الْفِتَنِ وَ انْتِشَارٍ مِّنَ الْأُمُورِ وَ تَلَظٍّ مِّنَ الْحُرُوبِ، وَالدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّورِ، ظَاهِرَةُ الْغُرُورِ، عَلَىٰ حِينِ اصْفِرَارٍ مِّنْ وَرَقِهَا، وَ إِيَاسٍ مِّنْ ثَمَرِهَا، وَاغْوِرَارٍ مِّنْ مَائِهَا، قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدَىٰ، وَ ظَهَرَتْ أَعْلَامُ الرَّدَىٰ، فَهِيَ مُتَجَهِّمَةٌ لِأَهْلِهَا، عَابِسَةٌ فِي وَجْهِ طَالِبِهَا، ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ، وَ طَعَامُهَا الْجِيفَةُ، وَ شِعَارُهَا الْخَوْفُ، وَدِثَارُهَا السَّيْفُ[1]

"خدا نے اپنے رسولؐ کو اس وقت بھیجا جب رسولوں کی آمد موقوف تھی، ایک عرصہ دراز گزر چکا تھا کہ خدا کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا تھا، لوگ توحید، فطرت اور انسانی اخلاق کو بالکل بھول چکے تھے۔ اُمتیں مدتوں سے پڑی سو رہی تھیں، پوری دنیا میں فتنوں کا دور دورہ تھا، تمام چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا، پوری دنیا میں جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، صفحۂ ہستی سے عبادتِ خدا اور علم و دانش کا نور ختم ہو چکا تھا۔ دنیا کی فریب کاریاں آشکار تھیں، دنیا کے پتے زرد ہو چلے تھے، ان کی خزاں کا وقت قریب تھا، اس کے پھلوں سے نااُمیدی تھی[2] اس زمانہ میں پانی زمین میں

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۸۹۔ دنیا کا پھل عبادتِ خدا، خدا کے عبادت گزار راست گوئی اور تمام صفاتِ کمالیہ ہیں:

نبینی بر درخت این جہاں بار | مگر هوشیار مرد ای مرد هوشیار
درخت این جہان را سوی دانا | خرد مند است بار و بی خرد خار

(دیوان ناصر خسرو ص ۱۴۲)

(۲) شاید مراد یہ ہو کہ اس زمانہ میں اکثر عرب والوں کی غذا تھی، یا مقصد یہ ہو کہ اس زمانہ میں پاک و حلال غذا نہیں ملتی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

تہہ نشین ہو چکا تھا (فضائل و کمالات جو کہ معاشرہ کو پانی ہی کی مانند زندگی بخشتے ہیں۔ معاشرہ میں ان کا نشان تک باقی نہیں رہا تھا)' ہدایت کے نشانات مٹ چکے تھے اور ضلالت و گمراہی کے پرچم کھل چکے تھے' دنیا اپنی گود کے پالوں کے سامنے تیوری چڑھانے کھڑی تھی اور دنیا داروں کی طرف سے اس نے رُخ موڑ لیا تھا' اس کا پھل فتنہ و فساد اور کفر و شرک تھا اور اس وقت کے لوگ مردار کھاتے تھے' خوف و ہراس لوگوں کا اوڑھنا اور جنگ و خون ریزی ان کا شعار تھا۔"

اس زمانہ میں افق مکہ سے حقیقت محمدیہؐ کا ظہور ہوا اور آپؐ نے دنیا کو خدا پرستی و صداقت' علم و حکمت اور اخلاقی فضائل و کمالات کے نور سے منور کیا:

محمدٌ سَیِّدُ الکونَینِ و الثَّقلَینِ
و الفَریقَینِ مِن عُربٍ و مِن عَجَمِ
نَبِیُّنا الآمِرُ النَّاهی فلا أحَدٌ
اَبَرَّ فی قَولِ لا مِنهُ ولا نَعَمُ
هوالحَبیبُ الّذی تُرجیٰ شَفَاعَتُهُ
لِکُلِّ هَولٍ مِنَ الأهوالِ مُقتَحَم
دَعَا اِلی اللّٰهِ فا لمُستَمسِکُون بِهِ
مُستَمسِکُونَ بِحَبلٍ غَیرِ مُنفَصِمِ
فَاقَ النَّبِیّینَ فِی خَلقٍ و فی خُلُقٍ
ولَم یُدانُوهُ فِی عِلمٍ و لا کَرَمِ
و کُلُّهُم مِن رَسُولِ اللّٰهِ مُلتَمِسٌ
غَرفاً مِنَ البَحرِ أو رَشفاً من الدِّیَمِ
فَهُوَ الَّذِی تَمَّ مَعناهُ و صُورَتُهُ

Presented by Ziaraat.Com

ثُمَّ اصطَفَاهُ حَبِيباً بَارِیءُ النَّسَمِ
مُنَزَّهٌ عَن شَرِيكٍ فِی مَحَاسِنِهِ
فَجَوهَرُ الحُسنِ فِيهِ غَيرُ مُنقَسِمِ
فانسِب اِلیٰ ذَاتِهِ ما شِئتَ مِن شَرَفٍ
و انسِب اِلیٰ قَدرِهِ ما شِئتَ مِن عِظَمِ

''محمدؐ دو جہاں کے سردار ہیں' انسان و جنات اور عرب و عجم والوں کے سردار ہیں۔ ہمارے نبیؐ امر و نہی کے مالک ہیں' گفتگو میں اور سچ کہنے میں کوئی ان سے افضل نہیں ہے۔ آپؐ حبیبِ خدا ہیں۔ بڑے خوف و خطر کے موقع پر قیامت میں سب کو آپؐ ہی سے شفاعت کی اُمید ہے۔ رسولؐ نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا چناں چہ جو لوگ ان سے ملحق ہو گئے' انھوں نے اس رسّی (وسیلہ) کو تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ آپؐ سرشت و اخلاق میں تمام انبیاءؑ سے برتر ہیں اور دیگر انبیاءؑ (اپنی تمام عظمتوں کے باوجود) آپؐ کے مرتبہ علم و جود تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ سب رسولؐ خدا کی بارگاہ میں التماس کناں ہیں کہ اس دریا سے چلّو بھر آب (کمال و رحمت) پی لیں یا اس اَبرِ رحمت سے اپنے لب تر کر لیں۔ صوری اور معنوی اعتبار سے آپؐ ہی کامل و اکمل ہوئے ہیں۔ تب ہی تو خالق نے آپؐ کو اپنا حبیب بنایا ہے۔ وہ ان سے بلند و برتر ہیں کہ صفات حسن و کمال میں کوئی ان کا شریک ہو کیوں کہ جوہر حسن صرف ان کی ذات میں ہے جو تقسیم نہیں ہوا ہے۔ ہر شرف و فضیلت کو آپؐ ہی کی طرف نسبت دی جاتی ہے اور ہر عظمت و منزلت کو انھیں کی طرف سے سمجھو۔ رسولؐ کمالات اور اخلاقی فضائل میں تمام انبیاءؑ پر فوقیت رکھتے تھے' اپنی اُمت کو بھی آپؐ مکارمِ اخلاق اور صفات حسنہ کی طرف دعوت دیتے تھے'' (شرح قصیدہ ی بردہ ص ۵۰-۵۷ (فرید ۳۴-۴۳)۔

Presented by Ziaraat.Com

محمد کا فرید ایزد تمامش
زنام او برون آورد نامش
احد نام خود احمد نام او کرد
به او راز وحدت گفتگو کرد
ز احمد تا احد یک میم فرق است
جهانی اندر آن یک میم غرق است

"محمدؐ کو خدا نے کامل و مکمل پیدا کیا ان کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا خود کو احد اور ان کو احمدؐ کہا۔ ان سے راز وحدت کے ساتھ گفتگو کی احد و احمد میں بس ایک میم کا فرق ہے۔ اس ایک میم میں ایک جہان سمایا ہوا ہے" (گلشن راز شبستری، ص ۶۷، اس کا مطلع اس طرح ہے به نام آن که جان را فکرت آموخت)۔

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخلاقِ

"مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں" (کنز العمال، ج ۳، ص ۱۶)۔

فخر دو جہان خواجہ ی فرخ رخ اسعد
مولای زمان مہتر صاحب دل امجد
آن سید مسعود و خداوند مؤید
پیغمبر محمودؐ ابوالقاسم احمدؐ
و صفش نتوان گفت بہ ہفتاد مجلد
این بس کہ خدا گوید ما کان محمدؐ
بر منزلت و قدرش یزدان کند اقرار
اندر کف او باشد از غیب مفاتح
و اندر رخ او تابد از نور مصابح

Presented by Ziaraat.Com

خاک کف پالیش بہ فلک دارد ترجیح
نوش لب لعلش بہ روان سازد تفریح
قدرش ملک العرش بہ ما ساختہ تصریح
وین معجزہ اش بس کہ ھمی خواند تسبیح
سنگی کہ بود کف آن دست گہر بار

''وہ سید و سردار، مسعود و نیک بخت جس کو خدا کی تائید حاصل ہے۔ وہ ایسے رسولؐ ہیں جن کی حمد و ستائش کی گئی ہے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم اور نام احمد ہے۔ ان کی توصیف ستر جلدوں میں بھی نہیں سمائے گی۔ آپؐ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ خدا نے آپؐ کے بارے میں ماکان محمدؐ کہا ہے۔ آپؐ کی قدر و منزلت کا اقرار خدا نے بھی کیا ہے۔ آپؐ کے ہاتھ میں غیب کے خزانوں کی کنجی ہے۔ آپؐ کے چہرے میں ہزاروں چراغ روشن ہیں۔ آپؐ کی خاک پا فلک سے بلند ہے۔ آپؐ کے لب مبارک کو جنبش ہوتی ہے تو پُر کیف ماحول پیدا ہوتا ہے۔ آپؐ کی قدر و منزلت کی تصریح صاحب عرش نے کی ہے۔ ان کے معجزہ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپؐ کے ہاتھ پر آنے والا ہر سنگ ریزہ تسبیح کرتا تھا'' (دیوان ادیب الممالک فراہانی مسمط شمارہ ۱۔ اس کا مطلع یہ ہے: برخیز شتربانا بر بند کجاوہ)۔

.......✷.......

Presented by Ziaraat.Com

# چوتھی تقریر

## تبلیغ رسالت پر خدا نے انبیاءؑ سے عہد و پیمان لیا

## اور اسلام ایک جامع دین ہے

تبلیغ رسالت پر انبیاءؑ سے عہد و پیمان لیا گیا ہے

معرفت اللہ فطری عہد و پیمان ہے

انبیاءؑ کی بعثت کا مقصد لوگوں کو فطری عہد و پیمان کی یاددہانی

بعثت سے پہلے خدا کی معرفت سے روگردانی

انبیاءؑ نے خدا پرستی کی دعوت دی

رسولؐ کے خطبہ میں دین اسلام کی جامعیت

خاتم الانبیاءؐ اور سراج و منیر

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

و اصطفٰی سُبحَانَہٗ مِن وُلدِہٖ (آدم) أنبیاءَ أخَذَ علیٰ الوَحی میثاقَھُم و علیٰ تَبلیغِ الرِّسالَۃِ اماَنَتَھُم

"خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے انبیاءؑ کا انتخاب کیا اور ان سے یہ عہد لیا کہ وہ لوگوں تک خدا کی وحی کو پہنچائیں گے اور اپنی رسالت کی تبلیغ کریں گے" (نہج البلاغہ خطبہ ۱)۔

وہی عہد و پیمان جس کا درج ذیل آیت میں ذکر ہوا ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَ مِنْکَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا

(سورۂ احزاب، آیت ۷)

"اے رسولؐ! اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے آپؐ سے اور نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ بن مریمؑ سے تبلیغ رسالت پر سخت عہد لیا تھا (واضح رہے اس آیت میں رسولؐ اسلام کے ساتھ جن انبیاءؑ کے نام بیان ہوئے ہیں وہ سب اولوالعزم ہیں۔"

ان انبیاءؑ کو خدا نے اس وقت مبعوث کیا تھا جب لوگوں نے اپنے کیے ہوئے عہد و پیمان کو بھلا دیا تھا اور ان سے جو عہد لیا گیا تھا وہ درج ذیل آیت میں بیان ہوا ہے:

اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (سورۂ یٰس، آیت ۶۰)

"اے آدمؑ کے بیٹو! کیا ہم نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا؟ بے شک وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

خدا نے یہ عہد انسان کی فطرت سے لیا تھا یعنی انسان اپنی فطرت کے ذریعے خدا کو پہچانتا ہے صرف اس کی معرفت رکھتا ہے اس کے علاوہ کسی اور کی نہیں۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۂ روم آیت ۳۰)

''آپؐ اپنی توجہ دین کی طرف رکھیں کہ یہ خدا کا وہ عہد ہے جو اس نے انسان کی فطرت سے لیا ہے اور اسی فطرت پر خدا نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔''

پس معرفتِ خدا کی صلاحیت اور اس کی طرف رجحان انسان کی فطرت میں موجود ہے اس پر یہ بار نہیں ڈالا گیا ہے۔ یعنی انسان کی فطرت، عقل اور اس کا ضمیر یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے۔

خداوند عالم یہ فرماتا ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (سورۂ اعراف آیت ۱۷۲)

''اور اے رسولؐ! اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے آدمؑ کے بیٹوں کی پشتوں سے ان کے ذریت کو لیا اور ان کو خود انہیں پر گواہ بنا کر یہ سوال کیا: کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں؟ سب نے کہا: بے شک ہم اس کے گواہ ہیں، یہ عہد اس لیے لیا کہ روزِ قیامت تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں خبر نہیں تھی۔''

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے لوگوں سے یہ عہد کس موقعہ پر لیا تھا؟

بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ اس عہد کا تعلق عالم ذر سے ہے۔ اسی وقت خدا نے آدمؑ

کے بیٹوں کی پشت سے ان کی ذریت کو لے کر انھیں وجود دیا اور انھیں اس بات پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمھارا خدا نہیں ہوں؟ سب نے اقرار کیا اور کہا: بے شک تو ہمارا رب ہے۔

اگر چہ اس سلسلہ میں بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں اور سبھی اس مفہوم کو ثابت کرتی ہیں لیکن جو بات قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس عہد و پیمان سے مراد عالم ذر والا عہد و پیمان ہے تو انسان کو وہ موقعہ یاد کیوں نہیں ہے؟ اگر ایسا ہوا تھا تو سارے انسانوں کو وہ یاد رہتا کہ ان سے یہ عہد و پیمان لیا گیا ہے حالاں کہ خدا اتمام حجت کرتے ہوئے فرماتا ہے: ہم نے تم سے یہ عہد اسی دنیا میں لیا ہے تا کہ تم قیامت کا انکار نہ کر سکو۔

مفسرین میں سے محققین یہ لکھتے ہیں: فطرت بشر سے یہ عہد و پیمان اسی جگہ لیا گیا تھا' یہ فطری عہد و پیمان ہے اور جب انھیں اس دنیا میں لایا گیا تو ان سے یہ عہد لیا گیا (یہ وہی عالم ہے ایک عظیم کتاب کے مثل ہے اور عجائبات سے پُر ہے):

به نزد آنکه جانش در تجلی است
همه عالم کتاب حق تعالی است

"یہ وسیع و عریض دنیا ہر اس شخص کے لیے خدا کی کتاب ہے کہ جس کی روح منور ہے" (گلشن راز شبستری' ص ۷۵)۔

اگر ان سے یہ سوال کیا جائے کہ کیا تم تمام موجودات میں خدا کی اس حکیمانہ قدرت کو نہیں دیکھتے ہو؟ کیا میں تمھارا خدا نہیں ہوں؟ تو ان کی وہی فطرت جواب دے گی: بے شک تُو ہی ہمارا خدا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے: ہم نے یہ حجت اس لیے تمام کی ہے تا کہ روز قیامت یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم غافل تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ انبیاءؑ انسانوں کی تبلیغ و ہدایت کے لیے اس وقت آتے تھے جب انسان اپنے فطری عہد کو بھول جاتا تھا اور خدا کا شریک قرار دینے لگتا تھا۔ شیطان بھی لوگوں کو خدا کی عبادت اور اس کے ذکر سے دور کر دیتا تھا' ایسے ہی موقعوں پر انبیاءؑ

Presented by Ziaraat.Com

آتے تھے اور لوگوں کو خدا کی عبادت کی طرف بلاتے تھے:

اِلیٰ أن بَعَثَ اللّٰهُ سُبحَانَهُ مُحَمَّداً رَسُولَ اللّٰهِ

"خدا نے پے در پے نبی بھیجے یہاں تک کہ خدا نے مومنوں پر احسان کیا اور حضرت محمدؐ کو مبعوث بہ رسالت کیا" (آل عمران: ۱۶۴ میں بھی بیان ہوا ہے)۔

وَ أهلُ الأرضِ يَومَئِذٍ مِلَلٌ مُتفَرِّقَةٌ وَ أهواءٌ مُنتَشِرَةٌ وَ طَرائِقُ مُتَشَتِّتَةٌ

"جس وقت حضرت محمدؐ مبعوث بہ رسالت ہوئے اس وقت روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان تفرقہ اور پراگندگی کا شکار تھے، ان کے افکار مختلف اور راستے جدا تھے۔"

بينَ مُشَبِّهٍ لِلّٰهِ بِخَلقِهِ أو مُلحِدٍ باسمِهِ أو مُشِيرٍ إلىٰ غَيرِهِ

"ایک گروہ خدا کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دیتا تھا (اسے جسم و جسمانیت والا سمجھتا تھا اور اسے بشر جیسی صفات سے متصف قرار دیتا تھا۔ دوسرا گروہ (بتوں کو) خدا کے نام سے پکارتا تھا، کچھ لوگ خدا کو چھوڑ کر (آفتاب و مہتاب وغیرہ) کی پوجا کرتے تھے۔ ایک گروہ دہریہ تھا وہ زمانہ ہی کو سب کچھ سمجھتا تھا۔"

وَقَالُوا ما هِيَ إلّا حَياتُنا الدُّنيا نَمُوتُ و نَحيا وما يُهلِكُنا إلّا الدَّهرُ وما لَهُم بِذَالِكَ مِن عِلمٍ إن هُم إلّا يَظُنُّونَ

"اور انھوں نے کہا: اس دنیوی زندگی کے علاوہ ہماری دوسری زندگی نہیں ہے۔ ہم میں سے کچھ لوگ مرتے ہیں اور کچھ زندہ ہوتے ہیں (اور دنیا میں آتے ہیں) یہ تو زمانہ ہے جو ہمیں موت دیتا ہے اور کوئی نہیں (ان کے جواب میں) خداوند عالم فرماتا ہے: اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، صرف وہم و گمان ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

کچھ لوگ حیوانوں کی پوجا کرتے تھے' مختصر یہ کہ دنیا میں مختلف مذاہب و مسالک تھے لیکن ایک بات میں سب مشترک تھے اور وہ یہ کہ سب خدا کو بھول چکے تھے اور وحدانیت و توحید کا کہیں نام نہ تھا۔

ایسے زمانہ میں خدا نے اپنے رسولؐ کو بھیجا اور خدا پرستی' صداقت' صلاح و مہربانی' وحدت و یگانگی اور اخلاق و آدمیت کو زندہ کیا۔ چوں کہ آپؐ کو ساری دنیا کی ہدایت کے لیے مامور کیا تھا لہٰذا آپؐ نے تمام لوگوں کے مقابل میں قیام کیا۔ چناں چہ ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ

(سورۂ مدثرؐ آیات ۱-۴)

"اے کپڑا اوڑھنے والے! اُٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بزرگی کا اعلان کرو اور اپنے لباس کو پاکیزہ رکھو۔"

ای تو اسرافیل وقت از جائے خیز
رستخیزی ساز پیش از رستخیز
بی فروغت روز روشن چون شب است
بی پناهت شیر اسیر ارنب است
باش کشتی بان در این بحر صفا
که تو نوح ثانی ای مصطفیٰ
خیز در دم توبه صور سهمناک
تا هزاران مرده بر خیزد ز خاک

"اے وقت کے اسرافیل! اُٹھیے اور قیامت سے پہلے قیامت بپا کیجیے۔ آپ کے جلوہ کے بغیر روز روشن بھی رات کی مانند ہے اور آپ کی پناہ کے بغیر شیر' خرگوش کے جال میں گرفتار ہے۔ اس بحر صفا میں آپ ہماری کشتی کے ناخدا ہو جائیے۔ اے مصطفیٰؐ! آپؐ دوسرے نوحؑ ہیں' آپ کے صور

پھونکنے سے ایک محشر بپا ہو گا' ہزاروں مُردے زمین کی تہہ سے نکل آئیں گے" (مثنوی مولوی' مثنوی چہارم' تفسیر یا ایہا المزمل)۔

مختصر یہ کہ رسولؐ نے انسانیت کے ان تمام اخلاق و صفات کو دوبارہ زندہ کیا جو دم توڑ چکے تھے اور خدا کی ذات و صفات کے بارے میں تمام انبیاءؑ سے بلند چیز لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام' امام حسن علیہ السلام کو اپنے وصیت نامہ میں لکھتے ہیں:

وَ اعلَم بُنَیَّ اَنَّ اَحداً لَم یُنَبِّیء عَن اللّٰہِ سُبحَانَہ کَمَا اَنبأ عَنہُ الرَّسُولُ فارضَ بِہِ رَائِداً' و اِلیٰ النَّجاۃِ قَائِداً

"اور بیٹا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح خدا کی تعلیمات اور اس کے دستورات کو رسولؐ نے پیش کیا ہے اس طرح کسی نے بھی پیش نہیں کیا ہے پس اس عظیم الشان پیغمبرؐ کو بطیب خاطر اپنا پیشوا مانو" (نہج البلاغۃ' مکتوب ۳۱)۔

دین اسلام نے کسی چیز کو نہیں چھوڑا ہے' خدا کی طرف سے رسولؐ ہر وہ چیز لائے ہیں جو دنیا یا آخرت میں انسان کے لیے ضروری تھی۔

زہی پیغمبر کز محکمی احکام شرع او
بہ کاخ آسمان ماند کہ نہد رو بہ ویرانی

۔(دیوان حکیم قاآنی شیرازی' ص ۶۵۲)

ایک خطبہ میں رسولؐ فرماتے ہیں:

ایُّها النَّاسُ! اِنَّہ لا نَبِیَّ بَعدِی' ولا امَّۃ بعدَکُم' ألا فاعبُدوا ربَّکم' و صلُّوا خمسَکُم' وصُومُوا شَهرَکُم' و حِجُّوا بیتَ ربِّکُم' أدُّوا زکَاۃَ أموالِکُم طیِّبَۃً بها انفُسُکُم' و أطیعُوا وُلاۃَ أمرِکُم تَدخلوا جَنَّۃَ ربِّکم

"اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہ ہو گی۔ اپنے پروردگار کی عبادت کرو' اپنی نمازِ پنجگانہ پڑھو' ماہِ رمضان کے

Presented by Ziaraat.Com

روزے رکھو اور حج کرو، اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو تا کہ تمھارے نفس پاک و پاکیزہ ہو جائیں اور جو لوگ خدا کی طرف سے تمھارے ولی مقرر ہوئے ہیں ان کی اطاعت کرو تا کہ تمھیں جنت نصیب ہو" (بحار الانوار ج ۲، ص ۸۲، ۲۰۶)۔

دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں:

يَا ايُّها النَّاسُ! واللّٰهِ مَا مِن شَيءٍ يُقَرِّبُكُم مِنَ الجَنَّةِ و يُبَاعِدُكُم مِنَ النَّارِ اِلَّا وقد اَمَرتُكُم به وما مِن شَيءٍ يُقَرِّبُكُم مِنَ النَّارِ و يُبَاعِدُكُم مِنَ الجَنَّةِ اِلَّا وقد نَهَيتُكُم عَنه

"اے لوگو! خدا کی قسم میں نے تمھارے سامنے ہر وہ چیز بیان کر دی ہے جو تمھیں جنت سے نزدیک اور جہنم سے دور کر دے اور میں نے تمھیں اسی چیز کا حکم دیا ہے جو تمھیں جنت سے نزدیک اور جہنم سے دور کرتی ہے اور اسی چیز سے روکا ہے جو تمھیں جہنم سے نزدیک اور جنت سے دور کرتی ہے (کافی، ج ۲، ص ۷۴، عن ابی حمزہ الثمالی عن ابی جعفرؑ ص ۱۳۵ کے حاشیہ سے (اصل کتاب)۔

بنابریں رسولؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا یہی وجہ ہے کہ خدا نے آنحضرتؐ کو ایسے ہی موقعوں پر سراج منیر سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا (سورۂ احزاب، آیات ۴۵-۴۶)

"اے نبیؐ! ہم نے آپؐ کو گواہ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپؐ خدا کے اذن سے اس کی طرف دعوت دینے والے اور سراج منیر ہیں۔"

رسولؐ پر ضیا چراغ ہیں جس سے جہل، کفر و شرک اور فتنہ و فساد کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور دنیا روشن ہو جاتی ہے۔

دوسری جگہ رسولؐ کو آفتاب سے تعبیر کیا ہے، فرماتا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا (سورۂ شمس آیات ۱-۲)

ماه فروماند از جمال محمدؐ
سرو نباشد به اعتدال محمدؐ
قدر فلک را کمال و منزلتی نیست
در نظر قدر با کمال محمدؐ
وعده ی دیدار هر کسی به قیامت
لیله ی اسرا شب وصال محمدؐ
آدمؑ و نوحؑ و خلیل و موسیٰؑ و عیسیٰؑ
آمده مجموع در ظلال محمدؐ
عرصه ی گیتی مجال همت او نیست
روز قیامت نگر مجال محمدؐ
و آن همه پیرایه بسته جنت فردوس
بو که قبولش کند بلال محمدؐ
هم چو زمین خواهد آسمان که بیفتد
تا بدهد بوسه بر نعال محمدؐ
شمس و قمر در زمین حشر نتابد
نور نتابد مگر جمال محمدؐ
شاید اگر آفتاب و ماه نتابد
پیش دو ابروی چون هلال محمدؐ
چشم مرا تا به خواب دید جمالش
خواب نمی گیرد از خیال محمدؐ
سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی

Presented by Ziaraat.Com

عشق محمدؐ بس است و آلؑ محمدؐ

''جمالِ محمدؐ سے چاند کی روشنی ماند پڑ گئی ہے۔ سرو میں بھی وہ اعتدال نہیں جو محمدؐ میں ہے۔ فلک کی بھی وہ قدر و منزلت نہیں ہے جو محمدؐ کی قدر و منزلت ہے۔ خدا نے ہر شخص سے قیامت میں دیدار کا وعدہ کیا' لیکن شبِ معراج میں' آنحضرتؐ کا خدا سے وصال ہوا ہے۔ اصل میں آدمؑ' نوحؑ' خلیلؑ اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ تو آپؐ کے سایہ و تصدق میں آئے ہیں۔ اس گیتی میں ان کے عزم و ہمت کی سمائی نہیں ہو سکتی' محمدؐ کی مجال کو روزِ قیامت دیکھنا۔ آسمان نعلین محمدؐ کو بوسہ دینے کے لیے زمین کی طرف جھکنا چاہتا ہے۔ حشر میں چاند' سورج کی ضوفشانی نہیں ہو گی' کیوں کہ جمالِ محمدؐ کے علاوہ کوئی نور نہیں چمکے گا۔ ہو سکتا ہے محمدؐ کی ہلالی ابرو کی سامنے چاند و سورج روشن نہ رہ سکے۔ میری آنکھوں نے خواب میں ان کا جمال دیکھا ہے' اب محمدؐ کے خیال سے نیند نہیں آتی۔ اے سعدی! اگر جوانی میں عشق کرنا ہے تو محمدؐ و آلؑ محمدؐ کا عشق کافی ہے'' (کلیاتِ سعدی مواعظ' ص۸۹۹)۔

......*......

Presented by Ziaraat.Com

# پانچویں تقریر

## بعثت محمدؐ سے قبل اور اس کے بعد کے حالات

## رسولؐ کی خصوصیات اور آپؐ کے محکم و متین دستورات

آپؐ کی بعثت سے قبل اور اس کے بعد حالات

آپؐ کی بعثت کے بعد کے حالات

آپؐ کا خلق عظیم

اخلاق حسنہ رسولؐ کا معجزہ ہے

رسول اکرمؐ کے اخلاقی احکام و دستورات آپؐ کی نبوت کی بہترین دلیل

Presented by Ziaraat.Com

قرآنِ مجید میں خداوند عالم کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۂ جمعہ آیت ۲)

"قدرت والا خدا وہ ہے کہ جس نے اُمیوں (۲) میں ان ہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا (یعنی بظاہر وہ بھی انھیں جیسا تھا لیکن ان کا روحانی مرتبہ تمام انبیاءؑ اور سارے انسانوں سے بلند ہے) تاکہ ان کے سامنے رسولؐ، خدا کی آیتوں کی تلاوت کرے ان کے اخلاق کو پاک و پاکیزہ بنائے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اگرچہ اس سے قبل وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے اور بہت برائیوں میں مبتلا تھے۔"

ہماری بحث کا موضوع نبوت خاصہ ہے لہٰذا مذکورہ آیت کو اسی لیے پیش کیا گیا ہے کہ اس کا ربط رسولؐ کی نبوت سے ہے۔

زمانۂ جاہلیت اور اسلام سے قبل عرب کے حالات کے بارے میں حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے کئی خطبے ہیں ان میں سے بعض میں اس عہد کے عرب کے حالات ہیں اور بعض میں پوری دنیا کے لوگوں کے کوائف بیان ہوئے ہیں درج ذیل خطبہ میں عرب کے حالات بیان ہوئے ہیں:

اِنَّ اللّٰه بَعَثَ مُحمَّداً نذیرا للعالَمینَ و أمیناً علیٰ التَّنزِیلِ، و أنتم مَعشَرَ العَرَبِ! علی شَرِّ دِینٍ، و فِی شَرِّ دارٍ، مُنِیخُون بین حِجارَةٍ خُشنٍ، و حَیّاتٍ صُمٍّ، تَشرَبُونَ الكَدَرَ، و تأكُلونَ الجَشِبَ، و تَسفِكُونَ دِمَاءَكُم، و تَقطَعُونَ أرحَامَكُم، الأصنامُ

Presented by Ziaraat.Com

فیکم مَنصُوبَۃٌ والآثَامُ بِکُم مَعصُوبَۃٌ

"بے شک خدا نے اپنے رسولؐ کو اس لیے بھیجا تاکہ لوگوں کو ڈرائیں اور انھیں یعنی رسولؐ کو وحی پر امین قرار دیا (اس کے بعد آپؑ عربوں کو مخاطب قرار دیتے ہیں کہ جن کا زمانہ جاہلیت سے بہت قریب تھا، فرماتے ہیں) اے عرب والو! تم بدترین دین پر تھے یعنی بتوں کو پوجتے تھے اور بدترین جگہ حجاز میں زندگی گزارتے تھے (البتہ کعبہ اور مکہ معظمہ کی وجہ سے حجاز کی جو حرمت وعظمت ہے وہ اپنی جگہ مسلم ہے۔ یہاں آپؑ کی مراد یہ ہے کہ فتنہ و فساد، قتل و غارت گری اور برے کام انجام دینے کے لحاظ سے تم بدترین جگہ رہتے تھے اور بدترین تہذیب اور زبوں ترین دین کے سایہ میں زندگی بسر کرتے تھے) ایسے بہرے سانپوں کے بیچ میں رہتے تھے، جو شور و غل سے بھی نہیں بھاگتے تھے، بارش کا گندہ و کالا پانی پیتے تھے اور بدذائقہ اور بری خوراک کھاتے تھے" (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۶)۔

عرب کی اکثریت سوسمار (گوہ) کھاتی تھی بلکہ مردار بھی کھاتے تھے اسی لیے تو اسلام کے بعد حکم ہوا تھا:

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ (سورۂ مائدہ، آیت ۳)

"تمھارے اوپر مردار، خون اور سوٴر کے گوشت کو حرام کر دیا گیا ہے۔"

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ تم مادی و معنوی اعتبار سے بہت پست تھے نہایت ہی وحشیانہ اور بربریت کی زندگی گزارتے تھے۔

ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے، فتنہ و فساد اور غارت گری میں مشغول رہتے تھے (سینکڑوں سال تک جنگ ہی لڑتے رہتے تھے اگر کسی خاندان کا ایک آدمی مارا جاتا تھا تو اس کے وارث یہ کہتے تھے کہ ہم اس کے عوض میں دو قتل کریں گے)۔ مختصر یہ کہ قتل و غارت گری تمھارا شیوہ تھا، قطع رحمی تمھاری عادت تھی، تمھارے درمیان بت گڑے ہوئے تھے (خانۂ کعبہ

Presented by Ziaraat.Com

میں انھوں نے سینکڑوں بت نصب کر رکھے تھے۔ ہر قبیلہ کا ایک مخصوص تھا' جس کی وہ پرستش کرتے تھے' ان کے لیے قربانی دیتے تھے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے تھے۔ مختلف قسم کے گناہوں میں پڑے ہوئے تھے (ان کے درمیان شراب خوری' زنا کاری' خون ریزی' ظلم و ستم' فتنہ و فساد کا عام رواج تھا)۔

اسی لیے خدا نے درج ذیل آیت میں فرمایا ہے:

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ آل عمران' آیت ۱۶۴)

"اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔"

اسلام سے پہلے عرب ظلم و شرک اور کفر و فساد کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن اسی میں حقیقت محمدیؐ کا آفتاب طلوع ہوا اور آپؐ نے لوگوں کو خدا کی عبادت اور اخلاق حسنہ کی طرف دعوت دی۔ خدا کی صفات کو واضح طور پر بیان فرمایا' انھیں مبدا و معاد کا مفہوم سمجھایا اور ایک ایسا قانون پیش کیا جو نہایت ہی محکم و متین ہے۔

یہ قانون و دستور اسی طرح تمام قوانین و دستورات سے بلند ہے جس طرح رسولؐ خدا اخلاق و کردار میں تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں۔

شیخ ازری کہتے ہیں:

لا تُجِل فِي صفات احمد فكراً
فهي الصورة التي لن تَراها[1]
مَصدَرُ العِلمِ لَيسَ الا لَدَيهِ
خَبَرُ الكائِناتِ مِن مُبتَداها[2]
قَلَّبَ الخافِقَينِ ظَهراً لبَطنٍ
فَرَأى ذاتَ أحمَدٍ و اجتَباها[3]

"رسولؐ کے اخلاق و صفات کی تصویر کشی نہیں کی جا سکتی کیوں کہ یہ ایسی

(۱) مجلس الازریہ' شیخ جابر کاظمی' ص ۱۲۰ (۲) سابق مصدر ۱۲۳ (۳) سابق مصدر ۱۲۳

Presented by Ziaraat.Com

حقیقت ہے جس کا ادراک تم ہرگز نہیں کر سکتے۔ آپؐ کا وجود تمام علوم و معارف کا سرچشمہ ہے' کائنات کی ابتدا سے آپؐ کو اس کی خبر ہے۔ خدا نے تمام عالم کو تہ و بالا کیا تب اس سے رسولؐ کا انتخاب کیا اور انھیں خاتم النبیینؐ قرار دیا۔"

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورۂ قلم آیت ۴)

"بے شک اے رسولؐ! آپؐ کا اخلاق بہت بلند ہے۔"

ایک جگہ فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورۂ توبہ آیت ۱۲۸)

"یقیناً تمھارے پاس وہ رسولؐ آیا ہے جو تمھیں میں سے ہے' تمھارے رنج و مصائب اس پر شاق ہیں وہ تہ دل سے تمھارا خیرخواہ اور مخلص ہے اور مومنوں پر بڑا مہربان و شفیق ہے۔"

واضح ہے کہ اس آیت میں خدا نے دو صفتیں' رحمت و رافت بیان کی ہیں اور یہ دونوں صفتیں خدا کی صفات میں سے ہیں لیکن یہاں رسولؐ کے لیے بیان ہوئی ہیں۔

آپؐ ہی کے بارے میں ارشاد ہے:

وما أرسلنٰك اِلَّا رَحمَةً للعالمین

"اور اے رسولؐ! ہم نے آپؐ کو نہیں بھیجا مگر عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا" (کنزالعمال ج۳، ص۱۶)۔

رسولؐ اخلاق و صفات ہی میں سب سے بلند نہیں تھے بلکہ آپؐ نے مکارم اخلاق کو مکمل و تمام کیا ہے۔ آپؐ کا ہی ارشاد ہے:

بُعِثتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأخلاقِ

"میں اس لیے مبعوث ہوا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کی تکمیل

Presented by Ziaraat.Com

کروں" (کنزالعمال، ج۳، ص۱۶)۔

سورۂ جمعہ کی آیت (ویزکیھم......) میں ارشاد ہے: پہلے آپؐ ان کے اخلاق کو پاک و پاکیزہ کرتے ہیں۔ رسولؐ اخلاقِ حسنہ کے بلند ترین مرتبہ پر فائز تھے اور اپنی اُمت کو بھی حُسنِ اخلاق سے متصف ہونے کی تاکید فرماتے تھے۔

حُسنِ اخلاق وہ چیز ہے کہ اگر انسان اس سے آراستہ ہو جائے تو اسے وہ علم نصیب ہوگا جو سعادت ابدی کا ضامن ہے۔ امامِ معصوم علیہ السلام فرماتے ہیں:

الْعِلْمُ نُورٌ يَقْذِفُهُ اللّٰهُ فِي قَلْبِ مَن يَشَاءُ[1]

"علم ایک نور ہے خدا جس کے دل میں چاہتا ہے اسے منور کر دیتا ہے۔"

اس سلسلہ میں رسولؐ کا بھی ارشاد ہے: علم آسمانوں میں نہیں ہے کہ کہا جائے: اسے کون حاصل کرے گا؟ اس کے ساتھ کون نازل ہوگا؟ اور زمین کے اندر نہیں ہے کہ یہ کہا جائے اسے کون نکالے گا، نہیں بلکہ علم تمھارے اندر رکھا گیا ہے، تم اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ حمیدہ سے متصف ہو جاؤ تاکہ تمھارے باطن سے علم ظاہر ہو[2]

یعنی جب آپ نیک صفات (صداقت و صلاح، صبر و شکیبائی، حلم و بُردباری سے متصف ہوں گے تب درحقیقت اس وقت آپ اخلاقِ حسنہ سے متصف ہوں گے۔ آپ کے

---

(۱) مصباح الشریعۃ، ص۱۶، قال الصادقؑ: لاتحل الفتیا لمن لا یُصطفی من اللّٰہ تعالیٰ بصفاء سرہ و اخلاص علمہ و علانیتہ و برھان مِن ربّہ فی کل حال لأن من افتی فقد حکم و الحکم لا یصح الا باذنٍ من اللّٰہ عز و جل و برھانہ و من حکم بالخبر بلا معاینۃ فھو جاھل ماخوذ بجھلہ و ماثومٌ بحکمہ کما دلّ الخبر: العلم نور یقذفہ اللّٰہ فی قلب من یشاء۔ عنوان بصری کی حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ آیا ہے: لیس العلم بالتعلم انما ھو نور یقع فی قلب من یرید اللّٰہ تبارک و تعالیٰ ان یھدیہ فان اردت العلم فاطلب اولا فی نفسک حقیقۃ العبودیۃ و اطلب العلم باستعمالہ و استفھم اللّٰہ یفھمک۔ (رجوع کریں: بحارالانوار، ج۱، ص۲۲۵)

(۲) کشف الغطاء عن وجوہ مراسم الاھتداء "غرۃ الغراء" (مولی حسن قزوینی، ۳۰ محجۃ البیضا، ج۱، ص۱۲۹، و فی بعض الکتب السالفۃ: یا بنی اسرائیل لا تقولوا: العلم فی السماء من ینزل بہ ولا فی تخوم الأرض من یَصعدُ بہ ولا من وراء البحار من یعبر یاتی بہ، العلم مجعول فی قلوبکم تأدبوا بین یدی بآداب الروحانیین و تخلقوا الی بأخلاق الصدیقین، أُظھر العلم مِن قلوبکم حتی یغطّیکم و یغمر کم۔

Presented by Ziaraat.Com

وجود میں ان صفات کی حقیقت ظاہر ہوگی اور اگر ان کی حقیقت سے متصف نہ ہوئے اور صرف الفاظ کا ورد زبان پر رہا تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

رسولؐ کے اخلاق و صفات اور اس معاشرہ میں ان کا رشد و نمو کہ جس کے حالات گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکے ہیں' آپؐ کا بہت بڑا معجزہ ہے' بالخصوص جب کہ آپؐ کا کوئی معلم و استاد بھی نہیں تھا۔ آپؐ نے کسی سے درس بھی نہیں لیا تھا' لیکن:

① آپؐ ایسے قوانین و دستورات لائے جن کا مثل لانے سے دنیا عاجز ہے۔

② آپؐ نے خدا' اس کی صفات اور مبدا و معاد سے متعلق ایسے اُمور بیان کیے جن سے فلاسفہ متحیر ہیں۔

اگر ہم رسولؐ کے بیان کیے ہوئے قوانین و احکام اور اخلاق کے بارے میں غور و فکر کریں گے تو معلوم ہوگا یہ چیزیں آپؐ کی نبوت کے ثبوت کی بڑی محکم دلیل ہیں۔ چناں چہ بلاخوف و تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ رسولؐ کی نبوت اور امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام اور دیگر آئمہؑ کی امامت کے اثبات پر وہ علوم بھی دلیل ہیں کہ جن کے وہ عالم تھے اور ان کا سرچشمہ انھیں کی ذات والا صفات تھی۔

پس اس زمانہ کے ثقافتی حالات کے پیش نظر اور کسی استاد سے تعلیم حاصل کیے بغیر ان ذواتِ مقدسہ سے جو روایات اور علوم وارد ہوئے ہیں اور ان سے جو دعائیں نقل ہوئی ہیں وہ رسولؐ کی نبوت اور آئمہ اطہارؑ کی امامت پر بہترین دلیل ہیں۔

باوجود یہ کہ رسولؐ اور اہل بیت اطہارؑ اس بات پر مامور تھے کہ وہ لوگوں سے ان کی زبان اور ان کی عقل کے مطابق گفتگو کریں۔ جب کہ اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث مروی ہے:

إِنَّا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرنا أَن نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلىٰ قَدرِ عُقُولِهِم

"ہم انبیاءؑ کو خدا کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کریں" (بحارالانوار ج۱۶، ص ۲۸۰)۔

Presented by Ziaraat.Com

اگرچہ ان مقدس بزرگوں نے اپنے علوم کو کما حقہ بیان نہیں کیا ہے لیکن اس کے باوجود کہ انھوں نے ان تمام علوم کا اظہار نہیں کیا ہے بلکہ ان میں سے چند ہی کو بیان کیا ہے پھر بھی یہی معمولی مقداران کی حقانیت کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔

جن اشعار کو امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان میں درج ذیل اشعار بھی ہیں:

إنی لأ کْتمُ من علمی جواهرہ
کیلا یریٰ الحقَّ ذو جهلٍ فیفتتِنا
وقد تقدَّم فی هذا أبو حسنٍ
الیٰ الحُسینِ و وصّیٰ قبلهُ الحسَنا
یا ربَّ جوهرِ علمٍ لو أبوحُ بہ
لقیلَ لی أنت ممَّن یعبُدُ الوثَنا
ولا ستحلَّ رجالٌ مُسلمُونَ دمی
یرونَ أقبحَ ما یأتُونَہ حسَناً

"میں اپنے علم کے جواہر بے بہا کو مخفی رکھتا ہوں تا کہ ہمارے بارے میں لوگ گم راہ نہ ہو جائیں۔ میں ہی نہیں؛ مجھ سے پہلے امیرالمومنین علیہ السلام اور حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام بھی ایسا ہی کرتے تھے اور امیرالمومنین علیہ السلام اپنے فرزند حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام سے یہی فرماتے تھے: کتنے ہی علم گراں بہا گوہر ہیں کہ اگر میں انھیں بیان کر دوں تو لوگ مجھے بت پرست کہنے لگیں گے اور مسلمان میرے خون کو مباح سمجھیں گے۔ یعنی ان لوگوں میں علمی حقائق کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اسی لیے ہم اپنے علمی سرمایہ کو چھپائے ہوئے ہیں" (حقائق فیض، ص ۸؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۱، ص ۲۲۲)۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسولؐ اور آپؐ کے اہل بیتؑ کی طرف سے جو علوم و احکام اور قوانین،

Presented by Ziaraat.Com

اخلاق ہمارے لیے نقل ہوئے ہیں ان میں کہیں جھول اور نقص نہیں ہے بلکہ مجرے ہیں جو اپنے قائل کی صداقت کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔

اسی لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے اوامر و نواہی میں ان کی اطاعت کریں کیوں کہ ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ فرماتا ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۂ نساء آیت ۸۰)

"جو شخص رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے درحقیقت وہ خدا کی اطاعت کرتا ہے۔"

ان کے اعمال و کردار کو بھی اپنا نصب العین قرار دینا چاہیے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۂ احزاب آیت ۲۱)

"یقیناً تمہارے لیے رسولؐ (اور آئمہ اطہارؑ میں) بہترین نمونہ ہے۔"

ان کی تاسی کرنا چاہیے اور جہاں تک ہو سکے ان کے نقش قدم پر چلیں تا کہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائیں۔

......*......

Presented by Ziaraat.Com

# امامت

Presented by Ziaraat.Com

# پہلی تقریر

امامت اُصولِ دین میں ہے

امام معصوم ہوتا ہے اور امامت خدا کی طرف سے ملتی ہے

امامت اُصولِ دین میں ہے

امام کا تمام لوگوں سے افضل واعلم ہونا ضروری ہے

عصمت' امامت کی شرط ہے

امت امام کو منتخب نہیں کر سکتی

عصمت کا علم خدا کے علاوہ کسی کو نہیں ہے

علی علیہ السلام کی اطاعت جنت کا پروانہ ہے

علی علیہ السلام کی محبت ان کے دشمنوں کی محبت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی

Presented by Ziaraat.Com

امامت کے سلسلہ میں شیعوں اور اہل سنت کے درمیان شدید اختلاف ہے اور مسئلہ امامت اتنا اہم ہے کہ دیگر اختلافات اسی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

شیعہ علما کہتے ہیں: امامت اُصولِ دین میں ہے اور اہل سنت کہتے ہیں: فروعِ دین میں ہے۔ اہل تشیع اور اہل سنت کی کتابوں میں متفقہ طور پر رسولؐ کی یہ حدیث نقل ہوئی ہے:

مَن ماتَ وَلَم یَعرِف اِمَامَ زَمانِہِ مَاتَ مِیتَۃً جَاھِلِیَّۃً[1]

"جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرا"

زمانہ جاہلیت کی موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر کی موت مرتے تھے نہ وہ خدا کو پہچانتے تھے نہ رسولؐ کو چناں چہ جو امام کی معرفت نہیں رکھتا وہ بھی ایسا ہی ہے یعنی وہ دنیا سے بے اعتقاد اُٹھتا ہے اسی لیے معرفت امام اُصولِ دین میں ہے کیوں کہ امامت کا اعتقاد نہیں ہے تو کافر و بے دین ہے۔

---

(۱) کافی، ج۲، ص۲۱ عن عیسیٰ بن السری قال، قلت لأبی عبداللّٰہ علیہ السلام: حدثنی عمّا بنیت علیہ دعائم الاسلام اذا انا اخذت بھا زکی عملی ولم یضرنی جھل ما جھلت بعدہ. فقال: شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمّداً رسولُ اللّٰہ و الاقرار بما جاء بہ من عنداللّٰہ و حقّ اللّٰہ فی الاموال من الزکاۃ و الولایۃ التی امر اللّٰہ عز و جل بھا وھی ولایۃ آلِ محمدؐ فانّ رسول اللّٰہ قال: مَن ماتَ ولا یَعرف إمامہ ماتَ میتۃً جاھلیۃ. قال اللّٰہ عز و جل: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (سورۂ نساء، آیت۵۹)، فکان علیٌّ ثم صار من بعدہ الحسن ثم من بعد الحسین ثم من بعد علی بن الحسین ثم من بعدہ محمد بن علی ثم ھکذا یکون الامر أن الأرض لا تَصلُحُ الاّبامام و مَن مات لا یعرف إمامہ مات میتۃً جاھلیۃ و احوج ما یکون أحد کم الیٰ مرفتہ اذا بلغت نفسہ ھاھنا. قال و اھوی بیدہ الیٰ صدرہ یقول: حینئذ لقد کنت علی امر حسن. نیز کنز العمال، ج۱، ص۱۰۳ پر یہ حدیث اس طرح: من مات بغیر امام مات میتۃ جاھلیۃً اور اسی کتاب کی ج۶، ص۶۲ پر بھی اسی مضمون کی حدیث نقل ہوئی ہے اور مسند احمد، ج۴، ص۹۶، حدیث ۱۶۸۸۲ اس طرح نقل ہوئی ہے: قال رسول اللّٰہ: من مات بغیر امام مات میتۃً جاھلیۃً۔

Presented by Ziaraat.Com

یہی وجہ ہے کہ مذہب حقہ شیعہ اثنا عشریہ اس بات کا معتقد ہے کہ امامت اُصولِ دین کا جز ہے اور یہی حق ہے۔

دوسرا اختلاف شیعہ سنی کے درمیان یہ ہے کہ شیعہ نقطہ نظر یہ ہے کہ امام سب سے افضل اور اعلم ہوتا ہے یعنی اخلاق اور علم و کمال کے لحاظ سے امام کو سب سے بلند ہونا چاہیے لیکن اہل سنت کہتے ہیں کہ امام کا افضل ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ فاضل پر مفضول کو مقدم کرنا بھی جائز ہے[1] حالاں کہ اس بات کو عقل قبول نہیں کرتی، عقل تو یہ کہتی ہے کہ فاضل کو مفضول پر مقدم ہونا چاہیے یا مفضول کا فاضل پر مقدم ہونا جائز نہیں ہے۔

اہل تشیع اور اہل تسنن کے درمیان اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ نبیؐ کے جانشین کو معصوم ہونا چاہیے یا نہیں؟ شیعہ کہتے ہیں: نبیؐ کے جانشین و خلیفہ کو معصوم ہونا چاہیے۔ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے: جانشین رسولؐ کا معصوم ہونا شرط نہیں کیوں کہ ان کے خلفا نے چالیس سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک بتوں کی پرستش کی ہے۔ ہاں خلفا کا عادل ہونا کافی ہے حالاں کہ خلفائے ثلاثہ عادل بھی نہیں تھے۔

## امامت کے لیے عصمت شرط کیوں ہے؟

کیوں کہ امامت وہ عام ریاست ہے جو جانشین رسولؐ کے عنوان سے اپنے اختیار میں بندوں کے دینی و دنیوی اُمور رکھتی ہے۔ بعبارت دیگر: رسولؐ کا جانشین وہ ہے کہ جس کے اختیار میں رسولؐ کی طرح لوگوں کے دینی و دنیوی اُمور ہوتے ہیں پس رسولؐ کی طرح امام کو بھی معصوم ہونا چاہیے تا کہ وہ شریعت کے احکام میں کمی بیشی نہ کرے اور اس کی طرف سے دین میں خلل و رخنہ نہ پڑے کیوں کہ وہ دین کا محافظ ہے اور محافظ دین کو قابل اطمینان ہونا چاہیے تا کہ دین میں کسی قسم کی رد و بدل نہ ہو۔

امام کے انتخاب میں بھی شیعوں اور سنیوں کے درمیان اختلاف ہے۔ اہل سنت کہتے

---

(۱) جس طرح ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کے شروع ہی میں لکھا ہے: الحمدللّٰہ الذی قدم المفضول علی الفاضل۔ موصوف فاضل پر مفضول کی تقدیم ہی جائز نہیں سمجھتے بلکہ العیاذ باللہ اس کی نسبت خدا کی طرف دیتے ہیں کہ جس کا نتیجہ خدا کی ربوبیت سے انکار ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں: امام کے انتخاب کا اختیار اُمت کو ہے یعنی اُمت کے افراد متفقہ طور پر جس کو چاہیں رسولؐ کا جانشین مقرر کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ عمل صحابہ کو دلیل کے عنوان سے پیش کرتے ہیں کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا' جب کہ علمائے امامیہ یہ ثابت کرتے ہیں:

اوّل: حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع نہیں ہوا تھا کیوں کہ حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانے کے سلسلہ میں رسولؐ کے چچا عباسؓ، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، حضرت امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام اور بہت سے صحابہ نے مخالفت کی تھی' جب مخالفت ہو گئی تو اجماع نہ رہا۔

دوسرے: امامت کے سلسلہ میں اُمت کا اجماع صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ امام کو معصوم ہونا چاہیے اور اس کی عصمت ایک قلبی کیفیت ہے جسے خدا کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا ہے لہٰذا امام کو خدا کی طرف سے منصوب و معین ہونا چاہیے اسی لیے امام کو خدا کے حکم سے نبی معین کرتا ہے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائے بعثت ہی میں رسولؐ نے حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ فرماتے ہیں: جو شخص دین کے اُمور میں میرا ساتھ دینے کے لیے میری بیعت کرے گا وہی میرا جانشین و خلیفہ ہوگا۔ یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ کی مدد کروں گا' میں آپؐ کا ساتھ دوں گا۔

رسولؐ نے فرمایا: تم میرے خلیفہ و جانشین ہو۔

تاریخ طبری میں ایسی ہی عبارت نقل ہوئی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

ایّکم یؤازرنی علیٰ ھذا الأمر[1]

"امر رسالت میں تم میں سے کون میری مدد کرے گا؟ جو میری مدد کرے گا وہی میرا جانشین ہوگا۔"

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں حاضر ہوں۔

---

(۱) تاریخ طبری' ج۲، ص۱۷۱ سے ص۱۷۲' عن عبداللہ بن عباس عن علیؑ بن ابی طالبؑ قال: لما نزلت ھذہ الآیۃ علیٰ رسول اللہ "وانذر عشیرتک الاقربین" شعراء:۲۱۴' دعانی رسول اللہ......

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ نے فرمایا: تم میرے وصی، خلیفہ اور جانشین ہو۔

یہ تو آغاز بعثت میں فرمایا اور بعثت کے آخر میں غدیر خم میں جو بیان فرمایا تھا اسے علمائے اہل سنت نے بھی نقل کیا ہے چہ جائیکہ شیعوں نے اور اس کا متواتر ہونا یقینی ہے۔

خدا نے رسولؐ کو حکم دیا: علی علیہ السلام کی امامت کا اعلان کر دو۔

شیعہ و سنی دونوں نے لکھا ہے کہ آیہ:

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (سورۂ مائدہ آیت ۶۷)

"اے رسولؐ! اس پیغام کو پہنچا دو جو آپؐ پر آپؐ کے رب کی طرف سے پہلے ہی نازل ہو چکا ہے اور اگر آپؐ نے اس کو نہ پہنچایا تو گویا رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی۔"

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورۂ مائدہ آیت ۳)

"آج میں نے تمھارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔"

نیز فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (سورۂ مائدہ آیت ۵۵)

"تمھارا ولی تو بس اللہ، اس کا رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔"

دوسری جگہ فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ

Presented by Ziaraat.Com

مِنۡكُمۡ (سورۂ نساء، آیت ۵۹)

"اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں۔"

صاحبانِ امر سے مراد امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام اور آئمہ اطہارؑ ہیں۔ رسولؐ اسلام کی نبوت کے اثبات کی عظیم ترین دلیل یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے آپؐ کی رسالت کی تصدیق کی ہے جیسا کہ قرآن میں خداوند عالم فرماتا ہے:

قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ

(سورۂ رعد، آیت ۴۳)[1]

"اے رسولؐ! کہہ دیجیے میری نبوت کی گواہی کے لیے خدا اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔"

واضح ہے کہ یہ گواہ حضرت علی علیہ السلام ہیں:[2]

دفتر ایجاد را طراز و عنوان علی است
بصورت آدمی سیرت رحمان علی است
بہ محکمات نبیؑ صراط و میزان علی است
بہ تابش نور وحیؑ شریک قرآن علی است
بہ صدق دین نبیؑ دلیل و برھان علی است
اگر نہ تصدیق وی دین نبدی استوار

کتاب کائنات علی علیہ السلام ہیں' آدمی کی صورت میں رحمان خدا کی سیرت کا نمونہ علی علیہ السلام ہیں۔

---

(۱) رجوع فرمائیں: کافی' ج۱، ص۲۲۹ و ص۲۵۷' وسائل الشیعہ' ج۷، ص۱۸۱ و ص۱۸۸ و ۱۹۹' مستدرک الوسائل' ج۱۷، ص۳۳۳-۳۳۴' تفسیر عیاشی' ج۱، ص۱۳، ج۲، ص۲۲۰-۲۲۱' بحار الانوار' ج۹، ص۱۱۰ و ۲۲۶، ص۱۶۰ و ۱۷۰ و ۱۷۲ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ج۲۳، ص۱۷۵ و ج۳۵، ص۳۸۹ و ۴۲۹، ج۳۹، ص۹۱، ج۴۰، ص۱ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۲۱۲، ج۵۳، ص۶۸۔ اسی طرح سے مرحوم مجلسی نے ایک بحار الانوار میں ۴۴ویں باب میں فرمایا: انه الّذی عندہ علم الکتاب (بحار الانوار ۳۵) میں......

(۲) بحار الانوار' ج۱۸، ص۲۹ و ص۱۸۸۔

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ کی معتبر حدیث کی رو سے صراط و میزان علی علیہ السلام ہیں۔

وحی کی روشنی میں شریک قرآن علی علیہ السلام ہیں۔ نبیؐ کے دین کی صداقت کی دلیل و برہان علی علیہ السلام ہیں۔ اگر وہ نبیؐ کی تصدیق نہ کرتے تو دین قائم نہ ہوتا۔

یعنی قرآن کی تفسیر بیان کرنے والے علی علیہ السلام ہیں' قرآن کے محافظ علی علیہ السلام ہیں۔

رسولؐ کا ارشاد ہے:

عَلِیٌّ مَعَ الحَقِّ و الحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ لا یَفتَرِقانِ حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الحَوضَ یَومَ القِیَامَۃِ

''علی علیہ السلام حق کے ساتھ ہیں اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک قیامت کے دن میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے'' (بحارالانوار' ۳۸، ص۲۹ و ۱۸۸)۔

رسولؐ کا ارشاد ہے:

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ و تَعَالٰی: لَاُدخِلُ الجَنَّۃَ مَن اَطَاعَ عَلِیّاً و اِن عَصَانِی وَلَاُدخِلُ النَّارَ مَن عَصیٰ عَلِیّاً و اِن أطَاعَنِی [1]

---

(۱) بحارالانوار' ج ۸، ص ۲ و ۳، ص ۲۷، ص ۱۰، ص ۱۱۲، ج ۳۹، ص ۲۵۹ ارشاد القلوب، ج ۲، ص ۲۵۷' امالی صدوق، ص ۲۵۸' خصال، ج ۲، ص ۵۸۲' عن عبداللہ بن عباس قال' قال رسول اللہ: اتانی جبرئیلؑ و ھو فرح مستبشر. فقلت لہ: حبیبی جبرئیل مع ما انت فیہ من الفرح ما منزلۃ اخی و ابن عمی علیؑ بن ابی طالبؑ عند ربہ؟ فقال جبرئیل: یا محمدًا و الّذی بعثک بالنبوّۃ و اصطفاک بالرسالۃ ما ھبطت فی وقتی ھذا الا لھذا' یا محمّد العلی الأعلیٰ یقرأ علیک السّلام و یقول: محمدٌ نبی رحمتی و علی مُقیمُ حُجّتی لا اُعذِّبُ مَن والاہ و إن عَصَانی ولا أرحَمُ من عاداہ و ان اطاعنی. قال ابن عباس: ثم قال رسول اللہ اذا کان یوم القیامۃ اتانی جبرئیل و بیدہ لواء الحمد و ھو سبعون شقۃ الشقۃ منہ اوسع من الشمس و القمر فید فعہ الی فآخذہ و ادفعہ الی علیؑ بن ابی طالبؑ. فقال رجل: یا رسول اللہ و کیف یطیق علی علیٰ حمل اللواء و قد ذکرت انہ سبعون شقۃ الشقۃ منہ أوسع من الشمس و القمر. فغضب رسول اللہ ثم قال: یا رجل انّہ اذا کان یوم القیامۃ اعطیٰ اللہ علیاً من القوۃ مثل قوۃ جبرئیل و من الجمال مثل جمال یوسف و من الحلم مثل حلم رضوان و من الصوت ما یدانی صوت داؤد ولو لا ان داؤد خطیب فی الجنان لا عطی علی مثل صوتہ و ان علیاً اوّل من یشرب من السلسبیل و الزنجبیل و ان لعلیٍّ و شیعتہ من اللہ عز و جل مقاماً یغبطہ بہ الاولون و الآخرون۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند عالم فرماتا ہے:

"میں اس شخص کو ضرور جنت میں داخل کروں گا جس نے علی علیہ السلام کی اطاعت کی ہے۔ خواہ اس نے میری نافرمانی کی ہو اور اس شخص کو ضرور جہنم واصل کروں گا جس نے علی علیہ السلام کی نافرمانی کی ہے خواہ اس نے میری اطاعت ہی کی ہو۔"

بنابرایں حضرت علی علیہ السلام کی محبت سب پر واجب ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی محبت دنیوی اور اُخروی عذاب سے نجات کا باعث ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے محبت کرنے والا ان کے دشمنوں سے بھی محبت کرتا ہو کیوں کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (سورۂ احزاب آیت ۴)

"خدا نے کسی بھی شخص کے اندر دو دل نہیں رکھے ہیں۔"

سم عاشق نیست با یک دل دو دلبر داشتن
باز دل بر باز دل بایست دل برداشتن
احمد مرسلؐ نشستہ کی روا دارد خرد
دل اسیر سیرت بوجہل کافر داشتن
بحر پر کشتی است لیکن جملہ در گرداب خوف
بی سفینہ ی نوح نتوان چشم معبر داشتن
مر مرا باری نکو ناید ز روی اعتقاد
حق زہراؑ بردن و دین پیمبر داشتن

"یہ عاشق کا شیوا نہیں ہے کہ وہ ایک دل سے دو معشوقوں سے محبت کرے۔ اسے یا دل سے یا دلبر (معشوق) سے دل ہٹانا پڑے گا۔ احمد مرسلؐ سامنے تشریف فرما ہیں اور تمھارا دل ابوجہل کی سیرت کا اسیر ہے۔ دریا کشتیوں سے بھرا ہوا ہے لیکن سب کو گرداب کا خوف لاحق ہے ایسے

Presented by Ziaraat.Com

میں۔ کشتی نوحؑ کے علاوہ کسی ناخدا سے اُمید نہیں رکھنا چاہیے۔ مجھے اعتقاد کی رو سے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ دین رسولؐ رکھتے ہوئے فاطمہ زہراؑ کا حق غصب کر لیا۔ علی علیہ السلام کی موجودگی میں اس کو امیر کہتے ہو۔ خدا کی قسم وہ آپؑ کے غلام قنبرؓ کے برابر بھی نہیں ہے۔ احمد مرسلؐ نے اپنے بعد کتاب خدا اور اپنی عترت کے علاوہ اور کوئی چیز یادگار نہیں چھوڑی جو قیامت تک باقی رہے" (دیوان سنائی غزنوی، ص ۴۶۷، قصیدہ ۲۰۸)۔

.......✹.......

Presented by Ziaraat.Com

# دوسری تقریر

## صادقین سے مراد اہل بیتؑ ہیں

## حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے فضائل ومناقب

صادقین کون ہیں؟

صداقت وامانت داری کا اعلیٰ مصداق آئمہؑ ہیں

قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں صادقین سے مراد حضرت امیرالمومنین

علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل

امیرالمومنین علیہ السلام علم وعمل کا مرقع

علم دین کس سے حاصل کرنا چاہیے؟

امیرالمومنین علیہ السلام کا جہاد

حضرت علی علیہ السلام خاندانی شرافت اور انکساری کا مرقع

امیرالمومنین علیہ السلام سخاوت وناداری کا مرقع

امیرالمومنین علیہ السلام زہد اور حُسنِ خلق کا مرقع

امیرالمومنین علیہ السلام شجاعت ورحم دلی کا نمونہ

امیرالمومنین علیہ السلام متضاد صفات کا مرقع

Presented by Ziaraat.Com

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ:

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ

(سورۂ توبہ، آیت ۱۱۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین (سچوں) کے ساتھ ہو جاؤ۔"

واضح ہے کہ سچوں کی ایک جماعت کو پہلے سے موجود ہونا چاہیے تا کہ خدا مومنوں کو یہ حکم دے کہ ان کے ساتھ ہو جاؤ' جو بات روایات سے ثابت ہوتی ہے اور تمام نصوص کی رو سے مسلم ہے وہ یہ ہے کہ صادقین سے مراد حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام' فاطمہ زہراؑ اور آئمہ اطہارؑ ہی ہیں کیوں کہ یہ معصوم ہیں۔ بعض احادیث میں بیان ہوا ہے:

كُونُوا مَعَ عَلِيٍّ وَ أصحَابِهِ

"یعنی علی علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ" (تفسیر نور الثقلین' ج ۲، ص ۲۸۰' تفسیر صافی' ج ۱، ص ۲۳۹)۔

خدا نے ان کے ساتھ ہو جانے کا حکم دیا ہے۔ ساتھ ہو جانے سے مراد ان کی اطاعت و پیروی اور ان کی محبت و ولایت کا اعتقاد رکھنا اور انھیں اپنے اُمور کا مختار سمجھنا ہے۔[1]

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ صادقین سے مراد معصومین علیہم السلام ہیں اور یہ راز بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ سچائی و صداقت آ جاتی ہے تو پھر ہر چیز آ جاتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ اطہارؑ اپنی تمام صفات حمیدہ اور اخلاق حسنہ میں اور اسی

---

(۱) تفسیر نور الثقلین' ج ۲، ص ۲۸۰' عن ابی بصیر قال سئلت ابا الحسن الرضا علیه السّلام عن قول اللّٰه عز و جل: اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ؟ قال: الصادقون هم الائمة و الصديقون لطاعتهم. حاشیہ میں آیا ہے: قال الفيض في الوافي لعل المراد ان الصادقون صنفان صنف منهم الائمة المعصومونَ و الآخر المصدقون بان طاعتهم مفترضة من اللّٰه تعالیٰ كمال التصديق او كل من صدق بالحق غاية التصديق بطاعته لربه او بطاعته اياهم.

Presented by Ziaraat.Com

طرح اپنے افعال اور نیتوں میں صداقت و سچائی کے درجہ اوّل پر فائز تھے۔ اسی لیے رسولؐ نے اپنی اُمت کو یہ حکم دیا تھا کہ ہر چیز میں آئمہ معصومین علیہم السلام کی اطاعت و پیروی کرو، ہمارے اس دعوے کی تائید وہ روایات کرتی ہیں جن کو فریقین نے رسولؐ سے نقل کیا ہے، رسولؐ فرماتے ہیں:

انّی تارِکٌ فیکم الثَّقَلَینِ کِتابَ اللّٰہِ عزَّ و جلَّ و عِترَتِی، کتاب اللّٰہ حَبلٌ مَمدُودٌ بَینَ السَّماءِ والأرضِ و عِترَتِی أهل بَیتِی و أنَّ الَّلطیفَ الخَبِیر أخبَرَنِی أنَّهُمَا لَن یَفتَرِقا حتّٰی یَرِدا عَلیَّ الحَوضَ فَانظُروا بِماذا تَخلُفُونی فِیهِما

''میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ایک کتاب خدا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان حبل ممدود ہے، دوسرے اہل بیتؑ عترت ہیں۔ مجھے لطیف و خبیر نے آگاہ کیا ہے یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے۔ دیکھنا ہے کہ ان دونوں کے ساتھ تم کیا سلوک کرتے ہو'' (بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۱۰۸، ج ۲۳، ص ۱۴۷، کمال الدین، ج ۱، ص ۲۳۵)۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں:

مَثَلُ أهل بَیتِی فِیکُم کَمَثَلِ سَفِینَةِ نُوح مَن دَخَلها نَجیٰ ومَن تَخَلَّفَ عَنهَا غَرِق

''تمہارے درمیان میرے اہل بیتؑ ایسے ہی ہیں جیسے نوحؑ کی کشتی تھی جو اس پر سوار ہوا وہ بچ گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ ڈوب گیا'' (بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۱۱۹، ۱۵۶)۔

(جو میرے اہل بیتؑ کی پیروی کرے گا اور ان سے متمسک و متوسل رہے گا وہ نجات پائے گا جیسے نوحؑ کے اصحاب نے ان کی کشتی کے ذریعے نجات پائی تھی اور جو ان

Presented by Ziaraat.Com

سے روگردانی کرے گا وہ ڈوب جائے گا جیسے نوح کی کشتی میں سوار نہ ہونے والے ڈوب گئے تھے)۔

مختصر یہ کہ ملت اسلامیہ کو اپنے تمام دنیوی و دینی اُمور میں آئمہ اطہارؑ کی پیروی کرنی چاہیے۔

قرآنِ مجید کی بعض آیتیں دوسری آیتوں کی تفسیر ہیں "یفسر بعضه بعضاً" اس آیت "اتقوا الله و کونوا مع الصادقین" کے لیے بھی ایسا ہی ہے دوسری آیتیں اس کی تفسیر کرتی ہیں۔

اسی لیے خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے: تم تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ' ہم کہہ چکے ہیں کہ سچے وہ اشخاص ہیں جو تمام کمالات و فضائل اور صداقت و صلاح میں سب سے بہتر ہیں۔ دوسری آیت میں ان سچوں کی معرفت کراتا ہے (یعنی ان کی صفات کو بیان کرتا ہے اور یہ معیار بنا دیتا ہے کہ سچوں کو کیسے صفات سے متصف ہونا چاہیے) ملاحظہ فرمائیں:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۱۷۷)

"خوبی و نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کر لو (یہ یہود و نصاریٰ کے قول کی طرف اشارہ ہے وہ کہتے تھے: ہمارا قبلہ بہتر ہے) بلکہ خوبی و نیکی تو یہ ہے کہ انسان خدا' روزِ قیامت' ملائکہ' آسمانی کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھے اور اپنے اموال کو رشتہ داروں' یتیموں' ناداروں' مسافروں' فقیروں اور غلاموں کی آزادی پر خرچ کرے اور نماز قائم کرے

زکوٰۃ ادا کرے اور جو عہد کرے اسے پورا کرے' خدا سے کیے ہوئے عہد کو بھی اور رسولؐ سے کیے ہوئے عہد کو بھی' آئمہؑ سے کیے ہوئے عہد کو بھی اور عام لوگوں سے کیے ہوئے عہد کو بھی وفا کریں۔ سختیوں اور شدید حالات پر صبر کرتے ہیں اور ان صفات (یعنی ایمان' نیک اعمال اور اخلاقِ حسنہ) کے حامل ہیں' وہی سچے پرہیزگار اور تقویٰ کے بلند ترین درجہ پر فائز ہیں۔"

یہ آیت' اس آیت "اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین" کی تفسیر کر رہی ہے اور وہ اس طرح کہ وہاں فرمایا: سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اور یہاں سچوں کی صفات کو بیان کر دیا اور اس بات کی بھی تصریح کر دی کہ ان صفات کے حامل سچے ہی ہیں۔

بنابرایں یہ آیت پہلی آیت کی موید ہے۔ واضح ہے کہ اس آیت کا مقصد' امیرالمومنینؑ اور آئمہ اطہارؑ کی پیروی اور متابعت ہے کیوں کہ اُمت میں سے یہی وہ اشخاص ہیں کہ جن میں وہ صفات وخصوصیات بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں جو مذکورہ آیت میں بیان ہوئے ہیں۔

## امیرالمومنین علیہ السلام کے مناقب وفضائل

حضرت امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل کی مثال آفتاب کی سی ہے کہ جس کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

جب معاویہ نے مسلمانوں پر تسلط پا لیا تو اس نے لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے سے ہی منع نہیں کیا بلکہ یہ حکم بھی دیا کہ علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کی فضیلت میں حدیثیں گڑھی جائیں۔ معاویہ کی طرف سے فضائل علی علیہ السلام پر پابندی کی وجہ سے شیعہ بھی آپؑ کے فضائل بیان نہیں کر سکے اور دشمنوں نے حسد وکینہ کی وجہ سے آپؑ کے فضائل کو چھپایا اس کے باوجود آپؑ کے فضائل کی گونج سارے جہاں میں ہے۔

محمد بن ادریس شافعی سے منقول ہے: حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا:

Presented by Ziaraat.Com

وروی ایضاً عن محمد بن ادریس الشافعی اذ قیل له: ما تقول فی حقّ علیؑ؟ فقال: ما أقولُ فی رجلٍ اخفت أولیاؤهُ فضائِلَهٗ خوفاً و أخفت أعداؤهُ فضائِلَه حسداً و شاعَ لَهُ مِن هذین مَامَلأ الخافِقینِ

''میں اس ذات والا صفات کے بارے میں کیا بیان کروں کہ جس کے فضائل کو دوستوں نے خوف وتقیہ کی وجہ سے اور دشمنوں نے کینہ وعداوت کی بنا پر چھپایا اس کے باوجود ان کے فضائل مشرق ومغرب تک پھیل گئے ہیں''(اثنا عشریہ ص۶۴)۔

لَقَد کَتَمَت آثارَ آلَ محمَّدٍ مُحِبُّوهم
خَوفاً و أعدائهم بُغضاً
فأبرزَ مِن بین الفریقین نُبذَةً
بها مَلاءَ اللّٰهُ السّمٰواتِ والارضا

(ایضاً یہ اشعار سید جلیل تاج الدین عاملی کے ہیں)

کتاب اثنا عشریہ میں محمد بن ادریس سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: حضرت علی علیہ السلام میں متضاد فضائل جمع ہیں' آپؑ متضاد صفات کا مرقع ہیں:

① اجتمَعَ فیهِ العِلمُ و العَمَلُ باِکمالٍ و قلَّ ما یَجتمِعانِ[1]

''حضرت علی علیہ السلام کی ذات میں علم وعمل مکمل طریقہ سے جمع ہو گئے تھے۔

ایک ذات میں یہ دونوں بہت کم جمع ہوتے ہیں۔''

بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام میں یہ دو فضیلتیں جمع تھیں' جب کہ یہ دونوں مشکل سے جمع ہوتی ہیں چہ جائیکہ وہ اپنے کمال تک پہنچ جائیں۔ آپؑ کا علم وعمل اپنے نقطۂ کمال پر پہنچا ہوا ہے۔ کیوں نہ ہو' امیرالمومنینؑ رسولؐ کے علم کا باب

(۱) اس کو فاضل نبیل سید جلیل تاج الدین عاملی نے نظم کیا ہے اور پھر اقرار کرتے ہیں کہ میں نے حقیقت سے چشم پوشی کی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ آپؑ کے بارے میں کو در رسولؐ نے فرمایا ہے:

انا مدینۃُ العلمِ و عَلیٌّ بابُہا فَمَن اَرادَ المَدینۃَ فلیأتِہا مِن بابِہا[1]

"میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں پس جو شہر میں آنا چاہتا ہے اسے شہر کے دروازہ سے آنا چاہیے۔"

بگفتار پیغمبرت راہ جوی
دل از تیرگی ھابدین آب شوی
چہ گفت آن خداوند تنزیل و وحی
خداوند امر و خداوند نھی
کہ من شہر علم علیم در است
درست این سخن گفت پیغمبر است[2]
گواھی دھم کاین سخن راز اوست
تو گویی دو گوشم در آواز اوست

"اپنے رسولؐ کی حدیثوں کی روشنی میں صراطِ مستقیم تلاش کرو اور اس شفاف پانی سے اپنے دل کی تیرگی کو دور کرو۔ خدا کی وحی و تنزیل کے حامل نے کیا فرمایا ہے' امر و نہی کے مختار نے کیا کہا ہے۔ یہی فرمایا ہے: میں شہر علم ہوں اور علی علیہ السلام میرے علم کا دروازہ ہیں۔ یقیناً رسولؐ نے یہ فرمایا ہے:

---

(۱) بحارالانوار ج ۴۰، ص ۲۰۲ تا ۲۰۶' الغدیر' ج ۶، ص ۶۱' ص ۸۱' ینابیع المودۃ ص ۲۷ پر روایت ہے کہ ابن مغازلی نے اپنی سند سے مجاہد سے انھوں نے ابن عباسؓ سے انھوں نے جابر سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے کہا: آنحضرتؐ نے امام علی علیہ السلام کے بازو کو تھاما اور فرمایا: یہ نیکوکاروں کے امیر اور کافروں کے قتل کرنے والے ہیں' جو بھی ان کی مدد کرے گا' اس کی مدد کی جائے گی اور جو بھی انھیں رسوا کرے گا' اسے رسوا کیا جائے گا۔ اس کے بعد آواز اور بلند کی اور فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں پس گھروں میں نہ آؤ مگر اس کے دروازے سے نیز ابن مغازلی امام رضا علیہ السلام اور آنحضرتؐ سے نقل کرتے ہیں: میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں اس نے جھوٹا گمان کیا ہے کہ جو یہ سوچ رہا ہے کہ وہ مدینہ میں دروازے کے بغیر داخل ہو جائے گا۔

(۲) شاہنامہ فردوسی گفتار در آفرینش جہان و مردم۔

Presented by Ziaraat.Com

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ رسولؐ کی حدیث ہے گویا میرے دونوں کانوں میں آپؐ کی یہ آواز گونج رہی ہے۔"

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ أَلفَ بابٍ مِنَ العِلمِ يُفتَحُ مِنهُ أَلفُ بابٍ[1]

"مجھے رسولؐ نے علم کے ہزار باب تعلیم کیے ہیں اور ہر باب سے ہزار باب کھلتے ہیں۔"

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لو ثُنِيَت لِيَ الوسادةُ و جَلَستُ عليها لَحَكَمتُ بينَ أهلِ التوراةِ بتوراتِهم و بينَ أهلِ الانجيلِ بإنجيلِهم و بَينَ أهلِ الزَّبورِ بِزَبورِهِم و بَينَ أهلِ الفُرقانِ بِفُرقانِهِم[2]

"اگر میرے لیے مسند علم و قضاوت بچھا دی جائے تو میں اس پر بیٹھ کر توریت والوں کے درمیان ان کی توریت سے اور انجیل والوں کے

---

(۱) بحارالانوار، ج۴۰، ص۱۵۱، اختصاص ص۲۸۳، اعلام الوریٰ، ص۱۳۶، مناقب شہر آشوب، ج۲، ص۳۶، دلائل الامامۃ، ص۱۰۵۔ ابو نعيم حافظ با سناده عن زيد بن علي، عن ابيه، عن جده، عن عليؑ قال: علمني رسول الله الف باب، يفتح كل باب الى الف باب. ولقد روى ابو جعفر بن بابويه هذا الخبر في الخصال من اربع و عشرين طريقةً و سعد بن عبدالله القمي في بصائر الدرجات من ستة و ثلاثين طريقاً. بنابیع المودۃ ۳۳۴۔

(۲) بحارالانوار ۴۰، ص۱۸۵، ارشاد مفید، ص۳۳۔ عن اصبغ بن نباته قال: لما بويع اميرالمومنينؑ بالخلافة خرج الیٰ المسجد معتماً (لطفاً پاورقی تکمیل شود ۲۸۲، اصل) و شبك بين اصابعه و وضعها اسفل سرته ثم قال: يا معشرالناس! سلوني قبل ان تفقدوني سلوني فان عندي علم الاولين و الآخرين اما و الله لو ثني لي الوسادة و جلست عليها لحكمت بين اهل التوراة بتوراتهم و بين اهل الانجيل بانجيلهم و بين أهل الزبور بزبورهم و بين أهل الفرقان بفرقانهم حتى ينتهي كل كتاب من هذه الكتب و يقول: يا ربنا ان عليا قضى بقضائك و الله اني لأعلم بالقرآن و تأويله من كل مدع علمه ولولا آية في كتاب الله تعالیٰ لاخبرتكم بما يكون الیٰ يوم القيامة، ثم قال: سلوني قبل ان تفقدوني فوالذي فلق الحبة و برئ النسمة لو سئلتموني عن آية لاخبرتكم بوقت نزولها و فيم نزلت و انبأتكم بناسخها من منسوخها و خاصها من عامها و محكمها من متشابهها و مكيها من مدنيها و الله ما من فئة تضل او تهدي الا و انا اعرف قائدها سائقها و ناعقها الى يوم القيامة. و بحارالانوار ج۴۰، ص۱۵۳ میں آیا ہے: و روى ابن ابي البختري من ستة طرق و ابن المفضل من عشر طرق و ابراهيم الثقفي من اربعة.

Presented by Ziaraat.Com

درمیان ان کی انجیل سے اور زبور والوں کے درمیان ان زبور سے قرآن والوں کے درمیان ان کے قرآن کے مطابق فیصلہ کروں گا۔"

اسی طرح دوسری جگہ فرماتے ہیں:

أیها النّاسُ! سَلُونی قَبلَ أن تَفقِدُونی فَلأنّی بِطُرقِ السّماءِ أعلَمُ مِنّی بِطُرُقِ الأرضِ [1]

"اے لوگو! جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ کہ میں زمین کے راستوں کی بہ نسبت آسمان کے راستوں کو زیادہ جانتا ہوں۔"

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

لا یَقُولُها بَعدِی اِلاّ مُدَّعٍ او کذّابٌ مُفترٍ

"میرے بعد یہ بات کوئی نہیں کہے گا اور اگر کہے گا تو جھوٹا ہے" (ارشاد القلوب' ج۲، ص۳۷۶)۔

اس بات کو شیعہ' سنی دونوں نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کے علاوہ جس نے بھی یہ دعویٰ کیا وہ رسوا ہوا کیوں کہ یہ بات صرف علی علیہ السلام سے مخصوص ہے۔

لہٰذا امیرالمومنین علیہ السلام اور آئمہ اطہارؑ کے دروازہ پر جانا چاہیے اور ان سے علم حاصل کرنا چاہیے' کسی غیر کے دَر پر نہیں جانا چاہیے علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں' خلفائے بنی اُمیہ اور بنی عباس وغیرہ کے دَر پر نہیں جانا چاہیے کیوں کہ ان کے پاس علم دین نہیں ہے اسی لیے وہ رسولؐ کے جانشین نہیں تھے مثلاً خلیفہ اوّل (بقول اہل سنت) سے لوگوں نے لفظ "ابا" کے معنی معلوم کیے جو کہ درج ذیل آیت میں استعمال ہوا ہے:

وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا (سورۂ عبس' آیت ۳۱)

---

(۱) نہج البلاغہ' خطبہ ۱۸۹' بحارالانوار' ج۱۰، ج۳۰، ص۶۷۰، ج۴۰، ص۱۵۳، ج۵۲، ص۲۷۱، ج۵۳، ص۸۱، ج۶۶، ص۲۲۷' کشف الغمہ' ج۱، ص۱۳۰' مناقب ابن شہرآشوب' ج۲، ص۳۹ عبارتوں میں کچھ اختلاف کے ساتھ ہر ایک نے بھی تحریر کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

آپ نے عرب ہونے کے باوجود کہا: میں نہیں جانتا۔ اس کے علاوہ لوگوں نے آپ سے بہت سی چیزوں کے بارے میں سوال کیے مگر انھیں ان چیزوں کا علم نہیں تھا[1]۔

اسی طرح حضرت عمر سے بھی جب دینی و دنیوی چیزوں کے بارے میں سوال کیے جاتے تھے تو وہ حضرت علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام سے مدد لیتے تھے اور امیر المومنین علیہ السلام انھیں حل کرتے تھے چناں چہ مورخین نے لکھا ہے: حضرت عمر نے ستر مرتبہ "لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَر" کہا ہے۔

"یعنی اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔"

ایک واقعہ کے بارے میں کہتے ہیں:

أعوذُ باللّٰه مِن کُلِّ مُعضِلَةٍ لَیسَ لَهَا أبُو الحَسَنِ [2]

"جس مشکل کو حل کرنے کے لیے ابوالحسنؑ نہ ہوں اس سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔"

اسی طرح ایک اور موقعہ پر کچھ مسائل حل نہ کر سکے تو کہنے لگے:

لا أبقانِی اللّٰه بَعدَكَ یَاعَلِیُّ

"اے علی علیہ السلام! آپؑ کے بعد خدا مجھے باقی نہ رکھے" (بحارالانوار ج ۴۰، ص ۱۴۸)۔

حضرت عثمان بھی ایسے ہی تھے مسائل کا جواب نہیں دے پاتے تھے۔

---

(۱) نورالثقلین ج ۵، ص ۵۱۱ فی ارشاد المفید: روی ان ابابکر سئل عن قول اللّٰہ تعالیٰ: (وفاکهة و ابا) فلم یعرف معنا الاب من القرآن و قال: ایّ سماء تظلنی ام ای ارض تقلنی ام کیف اصنع ان قلت فی کتاب اللّٰہ بما لا اعلم، انه الفاکهة فنعرفها؟ و اما الأبّ فاللّٰہ اعلم، فبلغ امیرالمومنینؑ مقاله فی ذلك فقال: سبحان اللّٰہ اماعلم أن الأبّ هو الکلاء و المرعی؟ و ان قوله تعالیٰ (وفاکهة و ابا) اعتداد من اللّٰہ بانعامه علیٰ خلقه فیما غذاهم به و خلقه لهم و لا نعامهم مماتحیی به انفسهم، و تقوم به اجسادهم۔

(۲) بحارالانوار ج ۴۰، ص ۱۹۹ اس بات کو انھوں نے کتاب الابانة والفائق سے نقل کیا ہے، واضح رہے اسی مفہوم کی مختلف عبارتیں بہت سی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔ مثلاً: عمر بن الخطاب قال: اللّٰهم انّی اعوذ من عضیهة لیس لها علیٌّ عندی حاضراً۔ ی اجزری نہایہ میں تحریر کیا ہے: و منه حدیث عمر اعوذ باللّٰہ من کل معضلة لیس لها ابو حسن۔

Presented by Ziaraat.Com

اہل سنت کے آئمہ اربعہ بھی علم دین سے زیادہ آشنا نہ تھے' دینی مسائل سے واقف نہیں تھے' بس اتنا ہی جانتے تھے جتنا انھوں نے امام محمد باقر علیہ السلام' امام جعفر صادق علیہ السلام اور دیگر آئمہؑ سے سیکھ لیا تھا۔

پس علم دین بلکہ تمام علوم اور مسائل میں آئمہ اطہارؑ کی طرف رجوع کرنا چاہیے:

فَدَع عَنكَ قَولَ الشَافِعِی و مَالِكٍ
و أحمَدَ و النُعمَانَ أو كَعبَ الأحبارِ
ووالِ أُناسًا قَولهم و حَدِيثُهُم
روىٰ جَدُّنا عَن جِبرَئيلُ عَنِ البَارِي [1]

''ابوحنیفہ' احمد بن حنبل' شافعی اور مالک و کعب الاحبار کی باتوں پر کان نہ دھرو' اس کے بدلے ان لوگوں سے محبت و ولایت کا اظہار کرو کہ جن کا یہی کہنا ہے: ہم نے اپنے جد سے اور ہمارے جد نے جبرائیلؑ سے اور جبرائیلؑ نے خدا سے اس طرح نقل کیا ہے۔''

حضرت علی علیہ السلام علم کے بلند ترین مرتبہ پر فائز تھے اور آپؑ کے عمل کی جو کیفیت تھی وہ بھی سب پر آشکار ہے۔ آپؑ راتوں کو عبادت میں بسر کرتے تھے' ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے' ایسی نمازیں پڑھتے تھے کہ حالت نماز میں آپؑ کے پیر سے تیر نکال لیا گیا اور آپؑ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ آپؑ اس طرح خدا سے راز و نیاز میں معروف تھے کہ آپؑ کو خبر تک نہ ہوئی۔

حضرت علی علیہ السلام کے اہم ترین اُمور میں سے ایک آپؑ کا جہاد بھی ہے۔ آپؑ نے جنگ خندق میں جو ضرب عمرو بن عبدود کو لگائی تھی' اس کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا ہے:

ضَربَةُ عليٍّ يَومَ الخَندَقِ أفضَلُ مِن عِبَادَةِ أُمَّتِي الىٰ يَومِ القِيَامَةِ

---

(۱) یہ اشعار شیخ ابراہیم بن سلیمان قطیفی کے ایک اجازہ میں تحریر ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: ج ۱۰۸، ص ۱۱۷۔

اذا شئت أن ترضى لنفسك مذهبا — يُنجيكَ يَومَ البعثِ مِن ألمِ النّارِ
فدع عنك قول الشافعيّ و مالكٍ — و أحمَدَ و النعمانِ أو كَعبَ الأحبارِ
و وال أُناساً قولهم و حديثهم — روى جدّنا عن جبرئيل عن البارى

Presented by Ziaraat.Com

"جنگِ خندق میں علی علیہ السلام کی ضربت میری اُمت کے ان اعمال سے افضل وبہتر ہے جو قیامت تک انجام پذیر ہوں گے" (احقاق الحق' ج۸، ص۳۶۹)۔

بعض روایات میں یہ عبارت بھی نقل ہوئی ہے:

ضَربَةُ عليٍّ يَومَ الخَندَقِ أفضَلُ مِن عِبَادَةِ الثَّقَلَينِ إلىٰ يَومِ القِيامَةِ[1]

"ساری جنگوں میں آپؑ نے خالص خدا کے لیے جہاد کیا ہے اس کی کتنی اہمیت تھی۔ اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ اس سے قطع نظر جنگ خندق میں آپ کی ایک ہی ضربت جن وانس کی قیامت تک کی عبادت سے افضل ہے۔"

یہ تو مسلم ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے وجود میں علم وعمل اپنے نقطۂ کمال پر پہنچے ہوئے تھے:

(۲) اجتَمَعَ فيه الحَسَبُ و التَّواضُعُ بِا كمالٍ و قَلَّ ما يجتمعان

"حضرت علی علیہ السلام میں حسب نسب کی بلندی اور فروتنی وخاکساری جمع ہو گئی تھی اور دونوں ہی درجہ کمال پر پہنچی ہوئی تھیں۔"

حسب کے لحاظ سے آپؑ رسولؐ کے بھائی اور حضرت ابوطالب علیہ السلام (سید البطحاء) کے فرزند تھے' حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام آپؑ کے فرزند اور فاطمہ زہراؑ آپؑ کی شریک حیات تھیں۔ اس سے بلند واعلیٰ حسب ونسب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس عظمت وشرافت کے باوجود آپؑ کی فروتنی بھی درجہ کمال پر تھی۔ فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ بھی بیٹھ جاتے تھے اور فرماتے تھے:

أنا مِسكِينٌ أُجالِسُ المَساكِينَ

"میں ایک مسکین ہوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھا ہوں" (روضۃ الشہداء کاشفی' ص۱۷۱)۔

---

(۱) اقبال الاعمال' ص۴۶۸ و فی حدیث آخر لضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین' الطرائف' ج۲، ص۵۱۹ ان النبیؐ قال یوم الاحزاب لضربة علی خیر من عبادة الثقلین' عوالی الآلی ج۳' ص۸۶ و قال لضربة علی لعمرو یوم الخندق تعدل عبادة الثقلین' کشف الیقین ۸۳ و جعل رسولُ الله یقول قتله لعمرو بن عبدود العامری أفضل من عبادة الثقلین' نهج الحق ۲۳۳ و قد أجمع النّاس کافة علی أنّ علیاً کان أشجع النّاس بعد النبیؐ و تعجب الملائکة من حملاته. و فضل النبیؐ قتله لعمرو بن عبدود علی عبادة الثقلین.

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ کی تواضع سے متعلق بہت سے واقعات نقل ہوئے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ آپؑ کا حسب ونسب اور تواضع بہت بلند تھی لیکن ایک دوسرے سے مخلوط تھی؛ ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی عالی حسب ونسب والا تواضع وفروتنی کا بھی حامل ہو چہ جائیکہ فروتنی بھی اپنے نقطہ عروج پر پہنچی ہوئی ہو:

۳ و اجتمعَ فیہِ الفَقر و السَّخیٰ بِاکمالٍ وقلَّ ما یجتمعان

"آپؑ کے وجود مبارک میں سخاوت وناداری بھی یک جا ملتی ہیں اور دونوں درجہ کمال پر تھیں حالاں کہ یہ دونوں صفتیں بہت کم باہم جمع ہوتی ہیں۔"

جو لوگ فقیر و نادار ہوتے ہیں؛ وہ سخی نہیں ہوتے اور جو سخی ہوتے ہیں وہ نادار وفقیر نہیں ہوتے لیکن حضرت علی علیہ السلام نادار ہوتے ہوئے بھی سخی تھے۔ آپؑ کی سخاوت کا دریا اس وقت بھی جوش میں تھا جب آپؑ ظاہری خلافت سے الگ تھے اور اس خلوص کے ساتھ سخاوت کرتے تھے کہ آپؑ کی اور خاندان نبوت کی مخلصانہ سخاوت ہی کے بارے میں سورہ ھل اتیٰ نازل ہوا ہے:

۴ و اجتَمَعَ فیہِ الزُّھدُ و حُسنُ الخُلقِ بِاکمالٍ؛ وقَلَّ ما یجتمعان

"آپؑ کے وجود مقدس میں حُسنِ خلق اور دنیا سے بے رغبتی بھی ایک دوسرے سے مخلوط تھی اور اپنے کمال پر تھی حالاں کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ یہ دونوں باہم جمع ہوں۔"

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو لوگ زاہد اور دنیا سے بے رغبت ہوتے ہیں وہ ہمیشہ دل گرفتہ ہوتے ہیں؛ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ وہ بااخلاق اور ہشاش وبشاش ہوں۔

آپؑ زہد اور حُسنِ خلق سے آراستہ تھے بلکہ یہ دونوں صفتیں آپؑ کے وجود میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپؑ زہد میں درجہ کمال پر پہنچے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں:

واللّٰہِ لدُنیا کُم ھذہِ أھونُ فِی عَینِی مِن عُراقِ خنزیرٍ فِی یدِا مَجذُومٍ

"خدا کی قسم! تمھاری دنیا میری نظر میں سؤر کی اس ہڈی سے بھی زیادہ

Presented by Ziaraat.Com

متنفر و حقیر ہے جو مجذوم کے ہاتھ میں ہوتی ہے" (نہج البلاغہ کلمہ حکمت:۲۳۶)۔

حضرت علی علیہ السلام نے دنیا کو تین بار طلاق دی تھی۔ آپؑ کو دنیا و مافیہا کی بالکل پروا نہیں تھی؛ پس آپؑ کا زہد مرتبہ کمال پر پہنچا ہوا تھا' اسی طرح حُسنِ اخلاق بھی مرتبہ کمال پر پہنچا ہوا تھا یہاں تک کہ جب آپؑ کے دشمنوں کو آپؑ کے اندر کوئی عیب نظر نہ آیا تو کہنے لگے: علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام زیادہ مذاق کرتے ہیں[1]

حالاں کہ آپؑ کا مزاح برحق ہوتا تھا جیسا کہ رسولؐ کا مزاح بھی حق ہی ہوتا تھا:

۵ و اجتمعَ فیہ الشجاعۃُ و رِقَّۃُ القَلبِ بِاکمالٍ و قَلَّ ما یجتمعان

"آپؑ کے وجود میں شجاعت اور نرم دلی کامل طور پر باہم جمع تھی حالاں کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک جگہ جمع ہوں۔"

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جیسا شجاع پیدا نہیں ہوا ہے یہی آپؑ کی شجاعت کا ثبوت ہے۔ آپؑ فرماتے تھے:

واللّٰہِ لو تَظاھَرَتِ العَرَبُ علیٰ قِتَالِی لَما وَلَّیتُ عَنھا ولو امکَنَتِ الفُرَصُ مِن رِقابِھا لَسَارَعتُ اِلَیھا

"خدا کی قسم! اگر تمام عرب متحد ہو کر مجھ سے جنگ کرنا چاہیں تو میں میدان چھوڑ کر پیٹھ نہیں دکھاؤں گا اور فرصت ملے گی تو تن تنہا سب سے جنگ کروں گا" (نہج البلاغہ مکتوب ۴۵)۔

جنگوں میں حضرت علی علیہ السلام کی صورت و ہیبت کچھ ایسی تھی کہ جب بھی آپؑ کا کسی سے

---

(۱) اس کی طرف آپؑ نے نہج البلاغہ کے خطبہ ۸۳ میں اشارہ فرمایا ہے: عجباً لا بنِ النابغۃِ یزعمُ لأھل الشّام انّ فِیَّ دُعابَۃً و اِنّی اِمروٌ تلعابۃ اُعافِسُ و اُمارِسُ لقد قال باطلاً و نَطَقَ آثماً اما و شرُّ القول الکذب انّہ لیقول فیکذب و یعد فیخلف و یسال فیبخل و یُسأل فیلحف و یخون العھد و یقطع الالَّ فاذا کان عند الحرب فایّ زاجرٍ و آمرٍ ھو مالم تأخذ السیوف مآخذھا فاذا کان ذلک کان اکبر مکیدتہ ان یمنح القرم سبّتَہٗ أما و اللّٰہ اِنّی لیمنعنی من اللعب ذکر الموت و انّہ لیمنعہ من قول الحق نسیان الآخرۃ انّہ لم یبایع معاویۃ حتّٰی شرط ان یؤتیہ اتیۃً و یرضخ لہ علیٰ ترک الدّین رضیخۃ.

Presented by Ziaraat.Com

مقابلہ ہوتا تھا تو مد مقابل حواس باختہ ہو جاتا تھا۔

حضرت امامِ زمانہ علیہ السلام کی زیارت میں پڑھا جاتا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّم و زِد و بَارِك عَلٰی صَاحِبِ الدَّعوَةِ النَّبَوِيَّةِ و الصَّولَةُ الحَيدَرِيَّةِ [1]

"امامِ زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے وجود میں حضرت علی علیہ السلام کی صفت پائی جاتی ہے۔"

درِ خیبر کو اُکھاڑنا بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ سنی المسلک ابن ابی الحدید معتزلی نے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں سات (۷) قصیدے کہے ہیں۔ ان میں سے ایک درِ خیبر اُکھاڑنے کے بارے میں ہے:

يا قالع الباب الّذی عن هزّها
عَجَزَت أكُفٌّ أربَعونَ و أربَعُ

"اے وہ ذات والا صفات کہ جس نے خیبر کے اس در کو اُکھاڑ ڈالا کہ جس کو چوالیس (۴۴) آدمی جنبش نہیں دے سکتے تھے" (قصیدۂ عینیہ ابن ابی الحدید الامام علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام "رحمانی مدانی"، ص ۳۷۶)۔

درِ خیبر اُکھاڑنے کے بارے میں خود حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

(۱) دعائے دوازدہ امام خواجہ نصیر طوسیؒ سید داماد کہتے ہیں: میں نے بارہا دعائے دوازدہ امامؑ خواجہ نصیر طوسیؒ کو پڑھا اور میری حاجتیں پوری ہوئیں اور عالم رویا میں اس دعا کو میں نے حضرت علی علیہ السلام کے روضۂ اقدس کے کتیبہ میں دیکھا ہے۔ مخزن مخطوطات آستانۂ قدس رضوی شمارہ نسخہ ۳-۱۰۲ سال نگارش ۱۰۸۴ھ ق ایسی ہی عبارت مصباح کفعمی کے صفحہ ۲۰۷ پر خطبہ عیدین کے ذیل میں خطبہ ثانیہ کے عنوان سے نقل ہوئی ہے:

اللهم و صلی علی صاحب الدعوة النبوية و الصولة الحيدرية و العصمة "الشهب" الفاطمية و الصلابة "الصلاة" الحسنية و الاستقامة الحسينية و العبادة السجادية و المآثر الباقرية و الآثار الجعفرية و العلوم الكاظمية و الحجج الرضوية و الشروع المحمّدية و القضايا العلوية و الهيبة العسكرية القائم بالحق و الداعی الیٰ الصدق الامام ابی القاسم الولی المنتظر المهدی محمّد بن الحسن بن علی اللّهم عجّل فرجه و اوسع منهجه و املأبه الأرض عدلاً و قسطاً و اماناً كما ملئت ظلماً و عدواناً۔

Presented by Ziaraat.Com

''میں نے طاقت بشری سے درِ خیبر نہیں اُکھاڑا بلکہ خدائی طاقت سے اُکھاڑا ہے۔''[1]

کس راچہ زور و زھرہ کہ وصف علی کند
جبار در مناقب او گفت ھل اتی
زور آزمای قلعہ ی خیبر کہ بند او
در یکدگر شکست بہ بازوی لافتی
شیر خدای و صفدر میدان و بحر جود
جان بخش در نماز و جھان سوز در وغا
دیباچہ ی مروت و سلطان معرفت
لشکرکش فتوت و سردار اتقیا
فردا کہ ھر کسی بہ شفیعی زنند دست
مائیم و دست و دامن معصوم مرتضی

''کس کی ہمت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی مدح و ثنا کر سکے۔ ان کے مناقب میں خود خدا کہتا ہے: ھل اتی قلعۂ خیبر کے زور آزما تو اسی میں بند تھے اور لافتی، حضرت علی علیہ السلام نے اس کے دَر کو توڑ ڈالا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام جو کہ خدا کے شیر، مردِ میداں اور بحر سخا ہیں وہ مصلائے نماز پر جان بخش ہیں اور میدانِ جنگ میں دنیا کو اُلٹ دینے والے ہیں۔ آپؑ مروت کا سر آغاز و سرنامہ ہیں اور معرفت کے بادشاہ ہیں، جواں مَردوں کے سالار اور پرہیزگاروں کے پیشوا ہیں۔ کل (قیامت میں) ہر شخص کسی نہ کسی شفاعت کرنے والے کے دامن سے وابستہ ہو گا اور ہم (انشاء اللہ) پاک و معصوم حضرت علیؑ مرتضیٰ کے دامن سے وابستہ ہوں گے'' (کلیات سعدی، قصائد، ص۸۸۱)۔

---

(۱) امالی صدوقؒ، مجلس ہفتاد و ہفتم: ان امیرالمومنینؑ قال: فی رسالته الیٰ سهل بن حنیفؒ: والله ما قلعت باب خیبر و رمیت به خلف ظهری اربعین ذراعا بقوة جسدية ولا حركة غذائية لكني ايدت بقوة ملكوتية و نفس بنور ربها مضيئة.

Presented by Ziaraat.Com

مختصر یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کی ذات میں متضاد صفتیں جمع تھیں اور ہر صفت اپنے کمال پر پہنچی ہوئی تھی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ آپؑ جامع الاضداد تھے۔ صفی الدین حلی کہتے ہیں:

جُمِعَت فِي صِفَاتِكَ الأَضدَادُ
فَلِهذا عَزَّت لَكَ الأَندَادُ
زاهِدٌ حاكِمٌ حَلِيمٌ شُجَاع
فَاتِكٌ نَاسِكٌ فَقِيرٌ جَوادُ
شِيَمٌ ما جُمِعنَ فِي بَشَرٍ قَطُّ
ولاحَازَ مِثلَهُنَّ العِبادُ
خُلُقٌ يُخجِلُ النَّسِيمَ مِنَ
اللطفِ و بأسٌ يذوبُ منه الجمادُ[1]

......✿......

(۱) منتہی الآمال ص ۱۸۶ فضائل علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے ذیل میں بحوالہ دیوان صفی الدین حلی مرقوم ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

# تیسری تقریر

## تحریک و انقلاب حسینیؑ کا مقصد

قیام و انقلاب حسینؑ کا اصلی مقصد

دین کی علامتوں اور نشانات سے لوگوں کو آگاہ کرنا

عدل کے فروغ کے ساتھ معاشرہ کی اصلاح

مظلوموں کو نجات دلانا

دینی احکام و دستورات پر عمل

عہد معاویہ میں مسلمانوں کی حالت

علی علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے پر معاویہ کی طرف سے پابندی

علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کے فضائل میں حدیث گڑھوانا

معاویہ کا حکم کہ علی علیہ السلام پر سب وشتم کیا جائے

شیعان علی علیہ السلام کا قتل

مخصوص شرائط کے تحت امام حسن علیہ السلام کی صلح معاویہ کے ساتھ

امام حسین علیہ السلام سے یزید کا بیعت طلب کرنا

اہل کوفہ کا امام حسین علیہ السلام کو دعوت دینا

امام حسین علیہ السلام کو اپنی اور اپنے اصحاب کی شہادت کا علم تھا

شہادت امام حسین علیہ السلام سے دین خدا بچ گیا

مجالس حسینیؑ کی برکت سے معارف اسلام بیان ہوتے ہیں

امام حسین علیہ السلام کی خفیہ شہادت میں آپؑ کے مقاصد پورے نہ ہوتے

Presented by Ziaraat.Com

لفظ نہضت یا نُہضت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص یا ایک جماعت ایسے شائستہ اور پسندیدہ کام کے لیے قیام کرے کہ جس میں عام لوگوں کی بھلائی اور فائدہ ہو۔

اہل حق نے ہمیشہ باطل پرستوں کا مقابلہ کیا ہے اور ان کے خلاف قیام کیا ہے مثلاً انبیاءؑ نے مشرکین اور بت پرستوں کے خلاف قیام کیا ہے۔ ایک زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے خلاف قیام کیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلے میں اُٹھے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کفار اور یہود کے خلاف قیام کرتے ہیں۔ پھر حضرت محمدؐ کفار و مشرکین اور عرب کے بت پرستوں کے خلاف قیام کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام معاویہ کے خلاف اُٹھتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام یزید و بنی اُمیہ کے مقابلہ میں اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

لیکن ان تمام تحریکوں میں امام حسین علیہ السلام کی تحریک و نہضت سب سے بلند و نمایاں ہے۔ اس کی بلندی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر پڑنے والے مصائب انبیاءؑ پر پڑنے والے مصائب سے کہیں زیادہ سخت تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس محیر العقول انقلاب و قیام سے امام حسین علیہ السلام کا مقصد کیا تھا؟ اس عظیم مقصد کو خود امام حسین علیہ السلام کے فرمودات میں تلاش کرنا چاہیے۔ ہم یہاں آپؑ کے فرمودات کا ایک حصہ بیان کرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے واقعہ کربلا سے قبل اور عہد معاویہ میں ایک خطبہ منیٰ میں جم غفیر کے سامنے دیا تھا[1] اور چوں کہ منیٰ میں صحابہ و تابعین اور معاویہ کے طرف داروں کی بھی ایک جماعت موجود تھی یعنی اس مجمع میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو حدیث گڑھا کرتے تھے اور تن دہی سے بنی اُمیہ کے مقاصد کی تکمیل کی کوشش کیا کرتے تھے لہٰذا آپؑ نے ان کو سرزنش اور وعظ و

(۱) بعض لوگوں نے یہی کہا ہے کہ یہ ایک مکتوب تھا جو آپؑ نے پیغام کی صورت میں لکھا تھا اور منیٰ میں لوگوں کے سامنے پڑھا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

نصیحت کی تھی (فی الحال ہمارا ارادہ ان چیزوں کو بیان کرنے کا نہیں ہے) لیکن خطبہ کے آخر میں آپؑ بارگاہِ رب العزت میں دعا کرتے ہیں اس میں آپؑ کے بعض حقیقی مقاصد کی طرف اشارہ ملتا ہے اور وہ دعا یہ ہے:

اللّٰهُم اِنّك تَعلَمُ اَنَّهُ لَم يَكن ما كان منّا تنافساً فِي سلطان ولا التماساً من فضول الحطام، ولكن لِنَرىَ المعالم من دينك، و نُظهِر الاصلاح في بِلادك، و يأمَنَ المظلومون مِن عبادك، و يُعمل بفرائضك و سُننك و أحكامك (تحف العقول، ص۲۳۹، بحارالانوار، ج۱۰۰، ص۷۹)

"اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ ہماری (یعنی امیرالمومنینؑ، امام حسن علیہ السلام، میری اور میرے بعد تمام آئمہؑ کی) طرف سے جو بھی ہوا ہے یا ہوگا اس کا مقصد حکومت حاصل کرنا اور دنیوی لذت سے سرشار ہونا نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ

① لوگوں کو تیرے دین اور اسلامی معارف سے آشنا کریں۔

② تیرے شہروں میں عدل کی بنیاد پر معاشرہ کی اصلاح کریں۔"

اسی عدل کی اساس پر جو کہ تمام انبیاءؑ کا مقصد رہی ہے۔

کیوں کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (سورۂ حدید، آیت ۲۵)

"یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کو کتاب و میزان عطا کی تا کہ وہ وحدانیت و توحید کی دعوت کے بعد لوگوں کے درمیان عدل قائم کریں......"

مختصر یہ کہ عدل کا نفاذ انبیاءؑ کا عظیم مقصد تھا۔

③ خدا کے بندوں میں سے مظلوموں کو ظالموں اور ستمگروں کے چنگل سے نجات

Presented by Ziaraat.Com

دلائیں اور مظلوم کو ظلم کے شکنجہ سے رہائی دلائیں۔

④ لوگ واجبات، مستحبات اور تیرے دین کے احکام پر عمل کریں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا مقصد لوگوں کو خدا پرستی، اس کی وحدانیت، معارف اسلامی، عدالت، مظلوم کو ظلم سے رہائی دلانا اور اسلام کے احکام و دستورات پر عمل کرنے کی طرف دعوت دینا تھا۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے زمانہ میں مسلمانوں کی کیا حالت تھی تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ آپ کے قیام کا کیا مقصد تھا؟

یہ بات تو واضح ہے کہ معاویہ اسلام کو نابود کرنا چاہتا تھا، ہمارے اس دعوے کی دلیل اہل سنت کی تواریخ ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے بہت کچھ لکھا ہے مثلاً مروج الذہب[1] جو کہ ایک تاریخی کتاب ہے اور شیعہ سنی دونوں کے نزدیک معتبر ہے، میں مسعودی نے مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ایک بار میں نے اپنے والد مغیرہ کے ساتھ معاویہ سے ملاقات کے لیے شام گیا تھا، میرے والد ہر روز معاویہ کی چالاکی اور زیرکی کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ والد بہت مغموم ہیں اس حد تک رنجیدہ ہیں کہ شام کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ میں نے معلوم کیا: آپ رنجیدہ کیوں ہیں؟ انھوں نے کہا: میں خبیث ترین انسان (معاویہ) کے پاس سے آیا ہوں کیوں کہ میں نے اس سے یہ کہا تھا اب تم اسلامی ممالک اور اسلامی شہروں کے بادشاہ بن گئے لہٰذا عدل گستری کا مظاہرہ کرو اور کار خیر انجام دو۔ اس پر معاویہ نے یہ جواب دیا: ابوبکر نے چند دن حکومت کی اور پھر اپنی راہ لی اور ان کا نام بھی ختم ہو گیا۔ عمر و عثمان کا بھی یہی حال ہے اب ان کا بھی نام نہیں ہے لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابھی تک عظمت و احترام کے ساتھ یاد کیے جاتے ہیں اور صبح و شام پانچ مرتبہ کہا جاتا ہے: "اَشھدُ انّ محمداً رسولُ اللّٰہ" اس کے بعد معاویہ نے کہا: میں اس نام کو مٹائے بغیر آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔

(۱) مروج ج ۳، ص ۴۵۴

Presented by Ziaraat.Com

اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ معاویہ اور بنی اُمیہ کے تمام خلفا کا اصلی مقصد اسلام کو نابود کرنا تھا۔ درحقیقت انھیں رسولؐ سے دشمنی تھی۔ آنحضرتؐ سے دشمنی کی وجہ سے امیر المومنین علیہ السلام سے دشمنی رکھتے تھے، ہاں وہ رسولؐ سے دشمنی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے، حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی کا اظہار کرتے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:

انّهم يريدون بسبّ عليٍّ بن ابی طالب سبّ رسولَ الله

"یہ چاہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام پر سب و شتم کر کے رسولؐ پر سب و شتم کریں، یہ رسولؐ کو بُرا کہنا چاہتے تھے لیکن ان میں اس کی جرأت نہ تھی"۔ (ملاحظہ فرمائیں کشف الغمہ، ص۱۰۹، کشف الیقین، ص۲۳۲)۔

اس سلسلہ میں بہت سی دلیلیں موجود ہیں کہ بنی اُمیہ کا مقصد صرف رسولؐ اور امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ ہی نہیں تھا بلکہ ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ اسلام اور توحید کو نیست و نابود کر دیں۔ چناں چہ معاویہ نے زمامِ حکومت سنبھالتے ہی یہ حکم دیا کہ جو شخص بھی امیر المومنینؑ کی کوئی بھی فضیلت بیان کرے گا اسے سخت سزا دی جائے گی۔

دوسرے: اس نے یہ حکم صادر کیا: علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کی فضیلت میں رسولؐ کی زبان سے حدیثیں گڑھی جائیں۔ نتیجہ میں عمرو عاص، ابوہریرہ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہ نے علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کی فضیلت سے متعلق حدیثیں گڑھنا شروع کر دیں۔ ان میں سے بہت سی حدیثیں آج تک اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان لوگوں نے صرف حدیثیں گڑھی ہی نہیں بلکہ انھوں نے ایسی ناقابل انکار حدیثوں میں بھی کمی بیشی کر دی جو حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت میں تھیں مثلاً

أنا مدينةُ العلمِ و عليٌّ بابها[1]

اس حدیث میں انھوں نے اضافہ کیا اور اس طرح نقل کیا: رسولؐ نے فرمایا:

---

(۱) الغدیر، ج۶، ص۶۱-۷۹، اختصاص، ص۲۳۷، ارشاد القلوب، ج۲، ص۲۱۲ و ص۲۳۷، امالی طوسی، ص۵۵۸ و ص۵۵۸، امالی صدوق، ص۳۴۳ و ص۵۶۱، ارشاد، ج۱، ص۳۳۔

Presented by Ziaraat.Com

انا مدینة العلم و ابوبکر اساسها و عمر حیطانها و عثمان سقفها و علیؑ بابها

"میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں اور ابوبکر اس کی بنیاد ہے اور عمر اس کی دیوار ہے اور عثمان اس کی چھت ہے" (الصواعق المحرقہ، ص ۱۳۶)۔

یہ حدیث آج بھی کتابوں میں موجود ہے۔ علمائے شیعہ کا اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ شہر پر چھت نہیں ہوتی۔

یا وہ مشہور حدیث جو امام حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کی فضیلت میں نقل ہوئی ہے اور جس کا وہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔ رسولؐ نے حسنینؑ کے بارے میں فرمایا تھا:

الحسن و الحسین سیّدا شباب أهل الجنة

"حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام جنت کے جوانوں کے سردار ہیں" (بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۷۳)۔

اس کے مقابلہ میں انھوں نے یہ حدیث گڑھی:

ابوبکر و عمر سیّدا کهول الجنة

"ابوبکر و عمر جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں" (الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ، ج ۱، مقدمۃ المولف فضل ابی بکر و عمر تاریخ الخلفاء سیوطی، ص ۴۳)۔

اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جنت میں بوڑھے ہوں گے ہی نہیں، جتنے بھی جنتی ہوں گے وہ سب کے سب جوان محشور ہوں گے۔

ان راویوں نے علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کی فضیلت اور العیاذ باللہ بنی ہاشمؑ و امیر المومنین علیہ السلام کی منقصت میں بہت سی حدیثیں گڑھ ڈالیں اور اس زمانہ میں یہ حدیثیں مدرسوں میں بچوں کو پڑھائی جاتی تھیں۔

تیسرے: معاویہ نے یہ حکم صادر کیا کہ تمام شہروں میں نماز جمعہ کے خطبوں میں منبر سے علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام پر معاذ اللہ لعنت کی جائے[1] چناں چہ تمام اسلامی ممالک میں یہ رسم (بد)

(۱) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۱، ص ۴۴۔

Presented by Ziaraat.Com

رائج ہوگئی اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک جاری رہی۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس رسم کو بند کیا[1] مگر یہ سلسلہ اس کی مدت خلافت ڈھائی سال تک ہی بند رہا اور اس کے بعد بنی اُمیہ کے دوسرے خلفا نے پھر جاری کر دیا اور عباسیوں کے عہد حکومت تک جاری رہا۔

چوتھے: معاویہ نے یہ فرمان جاری کیا: جہاں بھی کسی شیعہ کو دیکھو اقتل کر دو اس کے گھر کو ویران کر دو بیت المال سے ملنے والے حقوق سے اسے محروم کر دو۔ نتیجہ میں شہروں شہروں شیعوں کو قتل کیا جانے لگا (ترجمہ الامام حسن علیہ السلام، ص ۱۸۴)۔

معاویہ کی طرف سے شیعوں پر یہ مظالم امام حسین علیہ السلام ہی کے زمانہ میں ہو رہے تھے اور آپؑ معاویہ کے ان جرائم کو دیکھ رہے تھے۔ تاریخی کتابوں میں لکھا ہے: زیاد بن ابیہ کے حکم سے (جو کہ عبیداللہ بن زیاد ملعون کا باپ تھا اور عہد معاویہ میں کوفہ و بصرہ کا حاکم تھا) اس کے جانشین سمرہ بن جندب نے بصرہ میں ایک دن میں آٹھ ہزار شیعوں کو قتل کیا تھا' ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ تھے[2]

دوسرے شہروں میں کیا حشر ہوا ہوگا اس کو خدا ہی جانتا ہے یہ خون ریزیاں امام حسین علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئیں اور آپؑ ان لرزہ براندام کر دینے والے معاویہ کے مظالم کو دیکھ رہے تھے۔

دین کی بقا کے لیے امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کرنے میں ہی بہتری سمجھی۔ امام حسین علیہ السلام بھی دین کی بقا و حفاظت کے لیے اس صلح کے پابند رہے اگرچہ معاویہ نے صلح کے شرائط پر عمل نہیں کیا کیوں کہ ان میں سے یہ شرطیں بھی تھیں:

① حضرت امیر المومنین علیہ السلام پر سب وشتم نہیں کیا جائے گا' لیکن کیا گیا۔
② شیعہ امان میں رہیں گے مگر ان کے لیے امان نہیں تھی۔

---

(۱) تاریخ الخلفا' ص ۲۴۳ تا ص ۲۴۷ مروج الذہب' ج ۳، ص ۱۸۴' یہ حکم دیا کہ سورۂ حشر کی آیت کے آیہ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۂ حشر آیت ۱۰) یا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ (سورۂ نحل آیت ۹۰) کو قرار دی جائے۔

(۲) مختصر تاریخ دمشق' ج ۹، ص ۸۶ و ص ۸۸ تاریخ طبری' ج ۳، ص ۲۱۴ تاریخ کامل' ج ۳، ص ۲۶۲۔

Presented by Ziaraat.Com

(۴) معاویہ یزید کو اپنا جانشین مقرر نہیں کرے گا' حالاں کہ معاویہ نے اسے اپنا جانشین بنایا۔

باوجود یہ کہ معاویہ نے صلح کی شرائط کی خلاف ورزی کی تھی لیکن امام حسین علیہ السلام نے بھی امام حسن علیہ السلام کی مانند اس لیے صبر کیا کہ معاویہ کے ساتھ صلح کو دونوں کی صلح سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تک معاویہ چل بسا لیکن جب یزید (ملعون) تختِ حکومت پر آیا تو امام حسین علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے۔

یزید نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی حاکم مدینہ کو لکھا: حسین علیہ السلام سے میری بیعت لے لو اور اگر بیعت نہ کریں تو انھیں قتل کر دو۔ اس سلسلہ میں مروان نے بھی ولید (حاکم مدینہ) کو اُکسایا' وہ بھی یزید کے فرمان پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اب امام حسین علیہ السلام مدینہ میں نہیں رہ سکتے تھے مجبوراً رات کے وقت مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ چار ماہ تک مکہ میں ہی قیام پذیر رہے۔ اس مدت میں اہل کوفہ نے آپؑ کی خدمت میں بارہ ہزار خط ارسال کیے۔ بعض لوگ کوفہ سے اس لیے مکہ آئے تاکہ آپؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دیں' جب اہل کوفہ کا اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو آپؑ نے اپنے نمائندہ کے طور پر حضرت مسلمؑ بن عقیل علیہ السلام کو کوفہ بھیج دیا۔ حضرت مسلم علیہ السلام کوفہ پہنچے ہی تھے کہ اٹھارہ (۱۸) ہزار لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان لوگوں کی بیعت کے بعد حضرت مسلم علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کو ایک خط لکھا: اہل کوفہ میں سے اٹھارہ (۱۸) ہزار لوگوں نے بیعت کر لی ہے۔ دوسری طرف یزید نے بنی اُمیہ میں سے تیس (۳۰) اشخاص کو حاجیوں کے لباس میں مکہ بھیجا تاکہ وہ حالتِ احرام میں خفیہ طریقہ سے امام حسین علیہ السلام کو قتل کر دیں۔ مختصر یہ کہ آپؑ کے لیے کوفہ جانے کے اسباب فراہم ہو گئے۔ چوں کہ اب آپؑ مکہ میں نہیں رہ سکتے تھے لہٰذا کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور یزید (ملعون) کے خلاف قیام کیا۔ اگرچہ آپؑ جانتے تھے کہ اس راہ میں آپؑ شہید کیے جائیں گے۔ صرف آپؑ ہی نہیں جانتے تھے بلکہ انبیاءؑ اور رسولؐ خدا بھی جانتے تھے۔ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بھی جانتے تھے کہ اس راہ میں حسین علیہ السلام شہید کیے جائیں گے۔ واقعہ کربلا سے پہلے ہی سب نے آپؑ کی شہادت کی خبر دی تھی' خود آپؑ نے مکہ سے

Presented by Ziaraat.Com

روانگی کے وقت یہ خطبہ دیا تھا:

خُطَّ الموتُ علیٰ وُلْدِ آدم مَخَطَّ القِلادَةِ علیٰ جِیدِ الفَتاةِ وما اَولَهَنی اِلیٰ اَسلافِی اشتیاقَ یعقوب الیٰ یوسف و خِیرَ لی مَصرَعٌ اَنا لاقیه کانّی باَوصالی تقطّعها ذئاب الفلوات بین النواویس و کربلا

''موت انسانوں کے لیے لکھ دی گئی ہے وہ ان کے ساتھ اسی طرح لگی رہتی ہے جیسے جوان لڑکیوں کے گلے میں گلوبند ہوتا ہے۔ مجھے اپنے اسلاف سے ملاقات کا اتنا ہی اشتیاق ہے جتنا حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ میری جائے شہادت مقرر ہو چکی ہے میں وہاں ضرور پہنچوں گا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کوفہ و شام کے درندے سرزمین کربلا پر مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو شخص اپنی جان پر کھیلنا چاہتا ہے وہ میرے ساتھ آئے' میں کل صبح روانہ ہو جاؤں گا'' (کشف الغمہ' ج۲، ص۲۹، ص۱۲۶)۔

اپنے اس خطبہ میں امام حسین علیہ السلام اس بات کی تصریح فرماتے ہیں: آپؑ کو شہید کیا جائے گا اور حسب واقع آپؑ خود بھی جانتے تھے کہ آپؑ کو شہید کیا جائے گا لیکن حسب ظاہر آپؑ کو اہل کوفہ دعوت دیتے ہیں لہٰذا ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے آپؑ کو کوفہ جانا چاہیے۔ چناں چہ آپؑ نے ظاہری و باطنی ذمہ داری کو جمع کیا۔ ظاہری ذمہ داری یہ تھی کہ حکم عقل کے مطابق آپؑ کوفہ تشریف لے جائیں اور باطنی ذمہ داری یہ تھی کہ آپؑ درجہ شہادت پر فائز ہوں۔

یہ الگ بات ہے کہ انبیاءؑ کا مقصد اور ان کی ذمہ داری خدا کی طرف سے یہی تھی کہ وہ دین کو زندہ رکھنے کے لیے قیام و کوشش کریں خواہ اس راہ میں جان سے گزرنا پڑے۔ امام حسین علیہ السلام نے بھی دین کو زندہ کرنے کے لیے قیام کیا اگرچہ آپؑ جانتے تھے کہ اس راہ میں

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ شہید ہو جائیں گے۔ امام حسین علیہ السلام کے اسی مقصد میں خدا نے آپؑ کو درجہ شہادت پر فائز کیا کیوں کہ یہ مقرر ہو چکا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے نام اور ان کی مجالس عزا کے ذریعے دین اسلام قیامت کے لیے زندہ ہو جائے گا۔

زیارت وارث میں لکھا ہے:

اَشهدُ انَّكَ قد أقمتَ الصَّلاةَ و آتيتَ الزَّكاةَ و أمَرتَ بِالمَعرُوفِ و نَهَيتَ عَنِ المُنكَرِ و أطعتَ اللهَ و رَسُولَهُ حتّٰى اتيٰك اليقين

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے نماز قائم کی (یعنی آپؑ نے ایسا کام کیا جس سے نماز باقی رہے) اور زکوٰۃ ادا کی اور نیک باتوں کا حکم دیا اور بُری باتوں سے روکا اور آخری سانس تک خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہے''(مفاتیح الجنان باب سوم زیارت ہفتم)۔

آپ دیکھ رہے ہیں یہ امام حسین علیہ السلام کی مجلسوں کی برکت ہی ہے کہ اسلام کے حقائق و معارف ہوتے ہیں اور لوگ دین کے احکام و دستورات کو سمجھتے ہیں اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت نے قیامت تک کے لیے دین اسلام کو زندگی عطا کر دی ہے۔

زیارت اربعین میں بیان ہوا ہے:

و بَذَلَ مُهجَتَهُ فِيكَ يَستَنقِذُ عِبَادَكَ مِنَ الجهالة و حيرة الضلالة

''اے اللہ! امام حسین علیہ السلام نے لوگوں کو ضلالت و گمراہی سے نجات دلانے کی خاطر اپنی جان دے دی (بلکہ اپنے اہل بیتؑ کی اسیری پر بھی راضی ہو گئے اور تیری رضا کی بنا پر شہر شہر ان کی تشہیر بھی قبول کر لی)''(مفاتیح الجنان باب سوم (زیارت اربعین)۔

ممکن ہے یہاں کوئی یہ تصور کرے کہ اگر باطنی مرحلہ میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت لکھی تھی، انبیاءؑ اور حضرت ختمی مرتبتؐ نے بھی آپؑ کی شہادت کی خبر دی تھی تو آپؑ کو شہادت تک

Presented by Ziaraat.Com

مدینہ میں ہی رہنا چاہیے تھا۔ کیا مکہ اور وہاں سے کربلا جانا ضروری تھا کہ وہیں شہادت پائیں؟

اس کا جواب یہ ہے: اگر آپؑ کی شہادت خفیہ طریقہ سے مکہ یا مدینہ میں ہو جاتی تو اس شہادت کا ایسا اثر نہ ہوتا کہ جو قیامت تک باقی رہتا۔ اس لیے آپؑ نے یہ طے کیا کہ آپؑ کی شہادت ایک وسیع علاقہ میں ہو' آپؑ کو شہید کرنے کے لیے کربلا میں تیس (۳۰) ہزار یا اس سے زیادہ فوج جمع ہوئی اور اس وقت آپؑ پر اور آپؑ کے اہل بیتؑ پر پیاس کا غلبہ تھا۔ اس وقت آپؑ کے بے مثال اصحاب کو شہید کیا اور قمر بنی ہاشمؑ حضرت عباس علیہ السلام کے بازو قلم کیے' علی اکبر علیہ السلام کے سینہ پر برچھی لگائی اور علی اصغر علیہ السلام کے گلے پر تیر مارا اور امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا' اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ آپؑ کے اہل بیتؑ کو اسیر کر کے کوفہ اور کوفہ سے شام لے گئے:

ای اشک ماتمت بہ رخ ملت آبرو
وی از طفیل خون تو اسلام رخ رو
دین را تو زندہ کردی و خود کشتہ ای
از رتبت تو یافتہ دین نبی علو
گر آب را بہ روی تو بستند کوفیان
آوردی آب رفتہ ی اسلام را بہ جو
بی پردہ اھل بیت تو گر شد شتر سوار
لیکن نمود پردہ ی اسلام را رفو
در رتبت امامت تو گفتگو نماند
زینب چو بایزید لعین کرد گفتگو

"آپؑ کے ماتم میں بہنے والے آنسو سے ملت کی آبرو ہے۔ آپؑ کے خون کے طفیل میں اسلام سرخ رو ہے۔ آپؑ نے شہید ہو کر اسلام کو زندہ کر دیا۔ آپؑ کے مرتبہ سے دین نبیؐ نے بلندی پائی ہے۔ اگرچہ کوفیوں نے آپؑ پر پانی بند کر دیا لیکن آپؑ نے اسلام کی عظمتِ رفتہ کو واپس

Presented by Ziaraat.Com

لوٹا دیا۔ آپؑ کے اہل بیتؑ بے پردہ اُونٹوں پر سوار کیے گئے۔ اس طرح آپؑ نے اسلام کا پردہ رکھ لیا۔ جب حضرت زینبؑ نے یزید ملعون کو پھٹکارا تو آپؑ کے رتبہ امامت کے سلسلہ میں بحث کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔"

امام حسین علیہ السلام کے مقصد سے ہم جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا مقصد اسلام و توحید اور اسلام کے احکام و معارف کو زندہ کرنا اور معاشرہ میں عدل قائم کرنا تھا' لہٰذا ہم کو چاہیے کہ ہم اپنے وجود میں اسلامی دستورات اور اس میں عدل کو زندہ کریں اور اپنی اصلاح کریں' اسلام کے احکام و دستورات پر عمل کریں اور جو لوگ ہمارے ماتحت ہیں جہاں تک ہو سکے ان کے سامنے خدا کے احکام بیان کریں:

رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ: کُلُّکُم رَاعٍ وَ کُلُّکُم مَسئُولٌ عَن رَعِیَّتِهِ[1]

"نبیؐ سے روایت ہے کہ تم میں سے ہر ایک ان لوگوں کے بارے میں جواب دہ ہے جو اس کے ماتحت ہیں۔"

.......❁.......

(۱) بحار الانوار' ج۷۲، ص۳۸' ارشاد القلوب' ج۱، ص۱۸۴' جامع الاخبار' ص۱۱۹' عوالی اللئالی' ج۱، ص۱۲۹ و ص۳۶۴' منیۃ المرید' المطلب الثانی فی مراتب الأحکام الشرعیۃ۔

Presented by Ziaraat.Com

.......❁.......

# چوتھی تقریر

## مومنوں کے دل میں امام حسین علیہ السلام کی محبت ہونا فطری بات ہے

## دین خدا کی بقا قیامِ حسین علیہ السلام سے ہے

### محبت حسین علیہ السلام فطری چیز ہے

### دین رسولؐ کی بقا قیام حسین علیہ السلام سے ہے

### حسین علیہ السلام ہدایت کے چراغ اور کشتی نجات ہیں

### امام حسین علیہ السلام کا عزادار خدا بھی ہے

.......❁.......

Presented by Ziaraat.Com

قال رسولُ اللّٰہ:

ان للحسین فی قلوب المؤمنین محبة مکنونة [1]

"حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے بارے میں شیعہ، سنی کتابوں میں بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں انھیں میں سے مذکورہ روایت بھی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے: مومنوں کے دل میں امام حسین علیہ السلام کی محبت پنہاں ہے۔"

یعنی جو شخص ایمان رکھتا ہے اور خدا کو دوست رکھتا ہے وہ امام حسین علیہ السلام کو دوست رکھتا ہے۔ حسین علیہ السلام کی محبت ایمان کا لازمہ ہے کیوں کہ امام حسین علیہ السلام نے اس طرح خدا کی عبادت کی ہے جو عبادت کا حق ہے اور دینِ خدا کو زندہ کرنے کے لیے آپؑ نے ہر قسم کے مصائب برداشت کیے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے والا امام حسین علیہ السلام پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا

(سورۂ مریم، آیت ۹۶)

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک و صالح اعمال کیے، لوگوں کے دلوں میں خدا ان کی محبت ڈال دے گا۔"

پس انسان جس قدر خدا کی عبادت کرے گا، خدا اتنی ہی مقدار میں اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے گا۔

رسولِ خداؐ فرماتے ہیں:

حسینُ مِنّی و اَنا مِن حُسَین [2]

(۱) اس عبارت کا حوالہ نہیں مل سکا البتہ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۷۱ پر روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: مومنوں کے دلوں میں امام حسین علیہ السلام کی معرفت پنہاں ہے اور مستدرک الوسائل، ج ۲، باب ۴۹ میں روایت ہے: قتلِ حسین علیہ السلام سے لوگوں کے دلوں میں ایسی آگ بھڑک اٹھے گی جو کبھی خاموش نہیں ہوگی۔

(۲) بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۷۰، قال رسولُ اللّٰہ: حسینٌ مِنّی و اَنا مِن حُسَین اَحَبَّ اللّٰہُ مَن اَحبَّ حسیناً حسینُ سبطٌ مِنَ الأسباط۔

Presented by Ziaraat.Com

اس جملے کے معنی تو واضح ہیں کہ حسین علیہ السلام مجھ سے ہیں یعنی حسین علیہ السلام میری اولاد ہیں، میرے نور سے ہیں، میرے ہی تن کا ٹکڑا ہیں۔ لیکن اس جملہ کے معنی "میں حسین علیہ السلام سے ہوں" یہ ہیں کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ حسین علیہ السلام کی بدولت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر امام حسین علیہ السلام کی فداکاری اور آپؑ کی شہادت نہ ہوتی تو دین رسولؐ کا نام ونشان تک نہ ملتا۔ جو شخص اس زمانہ کی تاریخ کے بارے میں غور کرے گا وہ اس بات کو بخوبی سمجھ جائے گا کہ اس عہد کی حالت ایسی تھی کہ اسلام و دیانت کچھ ہی دنوں کے بعد مٹ جاتی۔ بنی اُمیہ نے اسلام کو نابود کرنے کی ٹھان لی تھی اور رسولؐ کے مقصد کو، جو کہ تمام انبیاءؑ کا مقصد تھا، محو کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ یہ حسین علیہ السلام ہی تھے کہ آپؑ نے اپنی جان اور اہل حرم کی چادر دے کر دین اسلام اور اس کے قانون کو زندہ کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام کی فضیلت میں رسولؐ سے ایک اور حدیث نقل ہوئی ہے، فرماتے ہیں: ساق عرش پر لکھا ہوا ہے:

اِنَّ الحُسینَ مِصباحُ الهُدیٰ و سَفِینَۃُ النجاۃ[1]

"بے شک حسین علیہ السلام ہدایت کے چراغ اور کشتی نجات ہیں۔"

ہدایت کے چراغ ہیں: کیوں کہ جس زمانہ میں بنی اُمیہ کے تسلط کی وجہ سے ظلم وستم کا دور دورہ تھا اور نزدیک تھا کہ دین اسلام کا نام مٹ جائے اس وقت امام حسین علیہ السلام نے بنی اُمیہ کے ظلم وستم کی تاریکی کو اسی طرح برطرف کیا جس طرح ایک چراغ اندھیرے کو برطرف کرتا ہے۔

حسین علیہ السلام سفینہ نجات ہیں: کیوں کہ جو شخص آپؑ سے وابستہ ہوتا ہے، آپؑ کی پیروی کرتا ہے، آپؑ کے مقصد کو زندہ کرتا ہے (یعنی دین اسلام کو زندہ کرتا ہے) بعبارت دیگر

(۱) بحارالانوار، ج۳۶، ص۲۰۴ عن حسین بن علی قال: دخلت علیٰ رسولؐ و عنده اُبَیّ بنُ کعب، فقال لی رسولُ اللّٰه: مرحباً یا ابا عبداللّٰه یا زینَ السّمٰوات والارضین. فقال له اُبَیّ: و کیف یکون یا رسولَ اللّٰه زین السّمٰوات و الارض أحد غیرك؟ فقال: یا اُبَیّ والّذی بعثنی بالحق إنَّ الحسینَ بن علیّ فی السّماء اکبرُ منه فی الأرض فإنّه لمکتوبٌ عن یمینِ عرش اللّٰه مصباح هدی و سفینة نجاة۔

Presented by Ziaraat.Com

جو شخص دین اسلام کے دستورات پر کماحقہ عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی ان پر عمل کرنے کی دعوت و ترغیب کرتا ہے وہ امام حسین علیہ السلام کے مقصد کو زندہ کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں نجات پاتا ہے اگرچہ بظاہر یہ کشتی ٹوٹ گئی تھی لیکن حقیقت میں کامیابی کے ساحل سے ہم کنار ہوئی تھی۔

اہل بیتؑ اور حضرت زینبؑ کی اسیری اس بات کا باعث ہوئی کہ لوگ بنی اُمیہ کے کفر اور ان کے باطل کو پہچانیں اور اسلام کی حقانیت بخوبی واضح ہو جائے اور چوں کہ امام حسین علیہ السلام کے عظیم مصائب تھے اس لیے خداوند عالم نے اس عظیم سانحہ کی تمام انبیاءؑ کو خبر دی تھی مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو خبر دی:

يُقتَل عُطشاناً عُرياناً وحيداً فريداً ليس له ناصرٌ ولا معينٌ[1]

"اے آدمؑ! پیغمبر آخرالزماںؐ کے پیارے نواسے کو پیاسا، عریاں اور تن تنہا اور بے یار و مددگار قتل کیا جائے گا اور ان کے اہل بیتؑ بھی پیاس سے جاں بلب ہوں گے۔"

از آب هم مضایقه کردند کوفیان
خوش داشتند حرمت مهمان کربلا

---

(۱) بحارالانوار، ج۴۴، ص۲۴۵؛ صاحب الدر الثمین نے خدا کے اس قول "فتلقى آدم من ربه كلمات" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام نے ساق عرش پر نبیؐ و آئمہؑ کے اسماء دیکھے اور جبرائیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو تلقین کی: کہیے اے حمید! محمدؐ کے حق کا واسطہ، اے عالی! علی علیہ السلام کے حق کا واسطہ، اے فاطر! فاطمہؑ کے حق کا واسطہ، اے محسن! حسنؑ و حسینؑ کے حق کا واسطہ مجھ پر احسان فرما۔ جب آدمؑ کی زبان پر حسین علیہ السلام کا نام آیا تو ان کا دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہنے لگے: اے بھائی جبرائیلؑ! پانچویں کے ذکر سے میرا دل بھر آتا ہے اور میرے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا: تمہارے اس بیٹے پر ایسے مصائب پڑیں گے کہ دنیا کے مصائب ان کے سامنے معمولی نظر آئیں گے۔ آدمؑ نے کہا: وہ کیا ہیں؟ جبرائیلؑ نے کہا: تنہا، پیاسا، عالم غربت میں بے کس شہید کیا جائے گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا، اے آدمؑ! تم ان کو دیکھو گے کہ وہ "واعطشاه! و اقلة ناصراه" کہہ رہے ہیں اور ان کے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کے مانند حائل ہو گی اور کوئی ان کی آواز پر لبیک نہیں کہے گا مگر ان کو تلواروں کی باڑھ پر رکھیں گے اور بے رحمی کے ساتھ ان کو پس گردن سے ذبح کر ڈالیں گے، ان کا مال و اسباب لوٹ لیا جائے گا، ان کے سر اور ان کے انصار کے سروں کو شہروں میں پھرایا جائے گا ان کے ساتھ ان کی عورتیں بھی ہوں گی۔ یہ علم خدا میں مقدر ہو چکا ہے اس پر حضرت آدمؑ اور حضرت جبرائیلؑ دل خراش انداز میں روئے۔

Presented by Ziaraat.Com

بودند دیو و دوهمه سیراب و می مکید
خاتم ز قحط آب سلیمان کربلا
زان تشنگان هنوز به عیوق می رسد
فریاد العطش ز بیابان کربلا

(دیوان محتشم کاشانی، بخش مراثی و مناقب چهاردوم)

Presented by Ziaraat.Com

# پانچویں تقریر

امامِ زمانہ علیہ السلام کا وجود لازمی ہے

روئے زمین پر انسانِ کامل کا وجود ہمیشہ رہتا ہے

انسان کامل کا وجود ہر زمانہ میں ضروری ہے

امامِ زمانہ علیہ السلام کے وجود کا عقیدہ بھی اُصولِ دین میں سے ہے

روایات کا مفہوم اہلِ سنت کی نظر میں

امامؑ کا وجود ہر زمانہ میں ضروری ہے

شیعہ وسنی روایات میں اولی الامر کا تعارف

توریت وانجیل کی بشارت

امامِ زمانہ علیہ السلام کا ظہور حتمی ہے

Presented by Ziaraat.Com

خدا نے تمام مخلوقات کو انسان کے لیے پیدا کیا ہے اور سارے انسانوں کو انسانِ کامل کے لیے خلق کیا ہے۔

انسانِ کامل ہی خدا کا خلیفہ ہے جسے ہمیشہ روئے زمین پر رہنا چاہیے یعنی جب تک یہ انسان ہیں اور روئے زمین پر دوسرے موجودات چل پھر رہے ہیں۔ اس وقت تک خدا کے خلیفہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

(سورۂ بقرہ، آیت ۳۰)

"اور جب خدا نے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو فرشتوں سے فرمایا:
میں چاہتا ہوں ہمیشہ روئے زمین پر ایک خلیفہ مقرر کرتا رہوں۔"

اس ایجاد و خلقت کا مقصد یہ ہے کہ روئے زمین پر خدا کا ایک خلیفہ ہو جو اس کے اسما و صفات، اس کے علم و قدرت اور اس کی تمام صفات کا مظہر ہو، تاکہ اس خلیفہ کے وجود کی برکت سے آسمان و زمین قائم رہیں۔

قرآنِ مجید کی اسی آیت سے (جس کو سارے مسلمان مانتے ہیں) یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے خلیفہ کو جو اس کی صفات و اسما کا مظہر ہو، ہمیشہ روئے زمین پر موجود رہنا چاہیے اور یہ خلیفہ یا رسولؐ ہوتا ہے یا اس کا وصی ہوتا ہے۔

ایسا ہی ہوا ہے چناں چہ روئے زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کے بعد بہ ترتیب انبیاءؑ اور ان کے اوصیا خدا کے خلیفہ ہوتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ عظیم الشان منصب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ بن عبداللہ تک پہنچا اور آپؐ کے بعد بارہ امام آپؐ کے جانشین ہوئے جو کہ خدا کے خلیفہ ہیں اور آج بارھویں امام حضرت حجۃ ابن الحسن العسکری عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، خدا کے خلیفہ اور ہمارے زمانہ کے حاضر و ناظر امامؑ ہیں۔ اگرچہ ہم اس

Presented by Ziaraat.Com

وقت تک آپؑ کے دیدار سے محروم ہیں جب تک خدا کے حکم سے ان کا ظہور نہیں ہوتا۔ آپؑ بھی اس وقت تک پردۂ غیب میں رہیں گے۔ خداوند عالم سے دعا ہے ہمیں ان کے جمال دل آرا کے دید کی توفیق مرحمت فرمائے:

اللّٰھمّ أرِنا الطّلعۃَ الرّشیدۃَ و الغُرّۃَ الحمیدۃَ و عَجّل فرجَہُ الشّریف بحقّ مُحمّدٍ و آلہِ الطّاھرین (آمین)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (سورۂ ذاریات، آیت ۵۶)

"میں نے جن وانس کو خلق نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

یَا بن آدم خَلَقتُ الأشیاءَ لأجلِکَ و خَلَقتُکَ لأجلی

"اے انسان! میں نے ساری چیزیں تیرے لیے اور تجھے اپنے لیے خلق کیا ہے" (علم الیقین فی أصول الدین، ملا محسن فیض کاشانی، ج ۱، ص ۳۸۱، مشارق انوار الیقین، ص ۶۷)۔

یعنی میں نے تجھے اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ تو کامل ہو جائے اور شائستہ طریقہ سے میری عبادت کرے۔

مذکورہ آیت وحدیث قدسی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم کی خلقت کا مقصد خدا کی عبادت ہے۔

آپ کو یہ دیکھنا چاہیے کہ دنیا میں لاکھوں انسان آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اور معصیت و نافرمانی کرتے ہیں۔ کیا اس سے خدا کا مقصد پورا ہوتا ہے؟ اس کی عبادت کما حقہ ہوتی ہے یا نہیں؟

یہ مقصد اسی وقت پورا ہوسکتا ہے جب کم از کم ایک انسانِ کامل ہر زمانہ میں روئے زمین پر موجود رہے۔ اس صورت میں خدا کی عبادت اس طرح ہوگی جیسا کہ حق ہے اور اگر ہر زمانہ

Presented by Ziaraat.Com

میں انسانِ کامل موجود نہ ہو تو وہی بات سامنے آتی ہے جس کا ملائکہ نے اظہار کیا تھا:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ (سورۂ بقرۂ آیت ۳۰)

"کیا زمین پر ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو فساد و خون ریزی کرے؟ حالاں کہ ہم تیری عظمت کے ساتھ تیری ستائش کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔"

اس وقت خداوند عالم نے فرمایا:

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرۂ آیت ۳۰)

"جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے زمین کو ایسے لوگوں کے لیے نہیں پیدا کیا ہے جو خطا و معصیت، گناہ اور خون ریزی کرتے ہیں بلکہ ایسے اشخاص کے لیے پیدا کیا ہے جن کی تمھیں خبر نہیں ہے۔ پھر ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو اسما کی تعلیم دی یعنی ان لوگوں کے اسما تعلیم کیے جن کے لیے خدا نے زمین کو پیدا کیا تھا ان میں پہلے درجہ پر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ، آئمہ اطہارؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں، ان کے بعد ان کے اوصیا ہیں۔

درحقیقت فرشتوں کو یہ جواب دیا گیا تھا کہ اگر میں روئے زمین پر بشر کو پیدا کر رہا ہوں تو یہ ان مقدس انوار کی تخلیق کا مقدمہ ہے:

صد خار راز بہر گلی آب می دہند[1]

پس زمین کو انسانِ کامل کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور انسانِ کامل رسول یا اس کا وصی ہوتا ہے اور یہ سلسلہ آغازِ آفرینش سے آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ چناں چہ امام عصرؑ حضرت حجۃ بن الحسن المہدی (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے وجود کی برکت سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ آپؑ کا وجود خلقت کائنات کی علت غائی ہے۔

درج ذیل آیت میں مہدویت کے موضوع کو پیش کیا ہے:

(۱) دیوان امیر شاہی سبزواری، غزل شمارہ ۷۶ اس کا مطلع یہ ہے: پیکان غمزہ راجہ نشان آب می دہند۔

Presented by Ziaraat.Com

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (سورۂ انبیاء آیت ۱۰۵)

"اور ہم نے ذکر (توریت) کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ اس زمین کے وارث خدا کے صالح بندے ہوں گے یعنی فساد برپا کرنے والوں، تخریب کاروں، ظالموں، ستم گروں اور زمین پر خون ریزی کرنے والوں کی بساط الٹ دی جائے گی اور ان انوار مقدس کی زمین پر حکومت ہو گی اور یہی زمین کے وارث ہوں گے۔"

یہ آیت امام زمانہ علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب سے مخصوص ہے اور اگر اس زمانہ میں چند لوگ معصیت سے آلودہ ہوں گے (کیوں کہ شیطان رہے گا اور روئے زمین پر معصیت کرنے والے بھی رہیں گے۔ روایت میں یہاں تک ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام کو زہر دیا جائے گا) تو ان کی کوئی گنتی نہیں ہو گی۔

ظہور کے بعد سارے جہاں پر امام زمانہ علیہ السلام کا تسلط ہو گا اور آپؑ ساری دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں گے۔ اس سلسلہ میں صرف شیعوں ہی سے روایات نقل نہیں ہوئی ہیں بلکہ طرق اہل سنت سے بھی متعدد روایات نقل ہوئی ہیں۔ یہ بات سب کے نزدیک مسلم اور قطعی ہے کہ آخری زمانہ میں اولادِ رسولؐ اور نسل امام حسین علیہ السلام سے ایک شخص آئے گا، اس کو سارے مسلمان اور سارے اہل سنت تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں اس شخص کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اکثر اہل سنت امام مہدی علیہ السلام کو امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرزند مانتے ہیں اور آپؑ ہی کو بنابرایں امام مہدی علیہ السلام تسلیم کرتے ہیں۔ آپؑ کا ظہور وانقلاب خدا کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا اور خداوند عالم آپؑ کو اسی وقت ظاہر کرے گا جب مصلحت سمجھے گا اور آپؑ کے ذریعے زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے معمور کرے گا، جیسا کہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہو گی۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي

Presented by Ziaraat.Com

الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(سورۂ نور، آیت ۵۵)

"اور خدا نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں ضرور اس زمین پر خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے والوں کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کے لیے اس دین کو غالب کرے گا جسے ان کے لیے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا اور وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک قرار نہیں دیں گے۔ اگر اس کے بعد کوئی کافر ہو جائے تو وہی لوگ بدکار ہیں۔"

آیت سے ظاہر ہے کہ خدا کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا' ہاں اگر کوئی مسلمان رہنا چاہتا ہے تو اس پر یہ بھی واجب ہے کہ امامِ زمانہ علیہ السلام کا اعتقاد رکھے' کیوں کہ ارشاد ہے:

مَن ماتَ وَلَم يَعرِف إمامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جاهليةً [1]

"جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرا۔"

اس سلسلہ میں قرآنِ مجید میں بہت سی آیتیں لیکن یہاں اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

حدیث کی روشنی میں: اس سلسلہ میں بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں کہ یہ زمین حجتِ خدا سے خالی نہیں ہے۔ اگر خالی ہو جائے گی تو اپنے باشندوں کے ساتھ دھنس جائے گی [2] یا خالی

(۱) ینابیع المودۃ' ج۲، ص۳۰۶' کافی' ج۱، ص۳۷۱، ص۳۷۷' عیون اخبار الرضا' ج۲، ص۵۸' الغدیر' ج۱۰، ص۳۶۰:

احمد که جهان را ز تباهی پرداخت | دین را بولایت علیؑ محکم ساخت
فرمود به مرگ جاهلیت مرده است | آن کس که امام عصر خود را نشناخت

(۲) کافی' ج۱، ص۱۷۹' عن ابی حمزۃ قال قلت لابی عبداللہ: اتبقی الارض بغیر امام' قال لو بقیت الارض بغیر امام لساخت۔

Presented by Ziaraat.Com

ہو گی تو موج زن ہو جائے گی۔[1]

امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام نے حضرت کمیل بن زیادؒ سے فرمایا:

يَا كُمَيْلُ! اَللّٰهُمَّ بَلىٰ لا تَخلو الأرضُ مِن قائمٍ لله بحجّةٍ امّا ظاهراً مشهوراً وَ اِمّا خائفاً مَغمُوراً

"اے کمیل! یہ زمین حجتِ خدا سے کبھی خالی نہیں رہے گی، وہ حجت یا آشکار ہو گی اور لوگ اسے دیکھیں گے یا خوف زدہ اور پوشیدہ ہو گی" (نہج البلاغۃ، کلمہ حکمت: ۱۴۷)۔

یعنی حجتِ خدا غیبت اختیار کریں گے اور لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہیں گے۔

ابھی تک جو کچھ بیان ہوا ہے یہ ان روایتوں کا خلاصہ تھا جو ہر زمانہ میں معصوم کے وجود کو لازمی قرار دیتی ہیں۔

یہ روایات شیعہ طرق سے وارد ہوئی ہیں، کچھ ایسی روایتیں بھی ہیں کہ جنھیں تمام اسلامی فرقے قبول کرتے ہیں اور یہ اہل سنت کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ جو روایتیں مسلمانوں کے درمیان مسلم ہیں ان میں سے ایک درج ذیل ہے۔ رسولؐ نے فرمایا:

مَن ماتَ وَلَم يَعرِف اِمامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جاهليةً[2]

"جو شخص اپنے زمانہ کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے یعنی وہ کفر کی حالت مرتا ہے۔"

اس روایت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے:

اولاً: امام زمانہ علیہ السلام کی معرفت کی بڑی اہمیت ہے اور تمام لوگوں کا فریضہ ہے کہ انھیں پہچانیں۔

ثانیاً: امام زمانہ علیہ السلام کو ہر زمانہ میں موجود رہنا چاہیے۔

اس بات کو اہل سنت بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ہر زمانہ میں ایک امام ہونا چاہیے، اس کی معرفت ضروری ہے، اس کو تو وہ قبول کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کے وہ کیا معنی

---

(۱) کافی، ج۱، ص۱۷۹، بحار الانوار، ج۲۳، ص۳۴، عن ابی حمزۃ قال لو ان الامام رفع من الارض ساعۃ لماجت باھلھا کما یموج البحر باھلہ۔

(۲) ینابیع المودۃ، ج۳، ص۴۰۶، کافی، ج۱، ص۳۷۱، ص۳۷۷، عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۵۸، الغدیر، ج۱۰، ص۳۶۰۔

Presented by Ziaraat.Com

بیان کرتے ہیں۔

اہل سنت رسولؐ کی درج ذیل حدیث:

**یکون بعدی اثنیٰ عشر أئمۃً کُلُّھم مِن قُریش**[1]

---

(۱) صحیح مسلم، ج۳، ص۱۴۵۲، حدیث۵، مسلم نے اپنی اسناد سے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں اپنے والد کے ساتھ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے انھیں فرماتے ہوئے سنا کہ کہتے ہیں: یہ امر ایسے ہی جاری رہے گا یہاں تک ان (مسلمانوں) میں بارہ خلیفہ ہوں گے۔ راوی کہتا ہے: پھر آنحضرتؐ نے کچھ فرمایا جو مجھ پر مخفی رہا۔ میں نے اپنے والد سے معلوم کیا کہ کیا فرمایا؟ انھوں نے کہا: سب قریش سے ہوں گے۔ بحارالانوار، ج۳۶، ص۴۰۸، مسعدہ نے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بوڑھا عصا کے سہارے آپؑ کے پاس آیا، سلام کیا۔ آپؑ نے جواب دیا، اس نے کہا: اے فرزند رسولؐ! مجھے اپنا ہاتھ دیجیے تاکہ میں اسے بوسہ دوں۔ پھر وہ رونے لگا۔ امامؑ نے فرمایا: اے بزرگوار! تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا: خدا مجھے آپؑ کا فدیہ قرار دے میں سو سال سے آپؑ کے قائمؑ کے بارے میں یہ سن رہا ہوں کہ وہ اس ماہ یا اس سال ظہور کریں گے۔ اسی طرح میں بوڑھا ہو گیا اور میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور میں اجل کے قریب آ گیا اور آپؑ حضرات میں وہ چیز نہیں دیکھ رہا ہوں جس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپؑ حضرات کو مقتول اور آوارہ وطن دیکھ رہا ہوں اور آپؑ کے دشمنوں کو پَر وں سے اُڑتا دیکھ رہا ہوں، پس میں کیسے نہ روؤں؟ یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ پھر فرمایا: اے شیخ! خدا تمھیں باقی رکھے گا یہاں تک کہ تم ہمارے قائمؑ کو دیکھ لو گے اور تم بلند درجات میں ہمارے ساتھ ہو گے اور اگر تمھارا انتقال بھی ہو گیا تو بھی تم محمدؐ کے ثقل کے ساتھ قیامت میں آؤ گے اور محمدؐ کے ثقل ہم ہیں۔ رسولؐ کا ارشاد ہے: میں تمھارے درمیان ثقلین چھوڑنے والا ہوں۔ ان دونوں سے وابستہ رہنا، اس صورت میں تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور ثقلین کتاب خدا اور میرے اہل بیتؑ عترت ہیں۔ اس بوڑھے نے کہا: اس خبر کو سننے کے بعد مجھے کوئی غم نہیں ہے۔ فرمایا: اے شیخ! جان لو کہ ہمارے قائم صلب عسکریؑ سے اور عسکریؑ صلب علیؑ اور علیؑ صلب محمدؑ سے اور محمدؑ صلب علیؑ سے اور علیؑ میرے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا میرے اس بیٹے کے صلب سے ہوں گے اور یہ میرے صلب سے ہیں اور ہم بارہ ہیں سب معصوم اور پاک و مطہر ہیں۔ اس بوڑھے نے کہا: میرے سردار! کیا آپؑ میں سے بعض بعض سے افضل ہیں؟ فرمایا: نہیں، فضیلت میں ہم سب برابر ہیں۔ ہاں علم میں بعض، بعض سے زیادہ ہیں۔ امامؑ نے فرمایا: اے شیخ! خدا کی قسم اگر دنیا کی عمر کا ایک ہی دن باقی بچے گا تو خدا اس دن کو اتنا طول دے گا کہ ہم اہل بیتؑ کے قائم ظہور فرمائیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان کی غیبت کے زمانہ میں ہمارے شیعہ آزمائشوں میں مبتلا ہوں گے اور پریشانیوں سے دوچار رہیں گے۔ اس میں خدا مخلصین ہی کو ہدایت پر برقرار رکھے گا۔ اے اللہ! اس سلسلہ میں ان کی مدد فرما۔ بحارالانوار، ج۵۱، ص۷۱، پر ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: رسولؐ نے فرمایا: میرے خلفا، میرے اوصیا اور میرے بعد خدا کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں اور وہ بارہ ہیں ان میں سے اوّل میرے بھائی اور آخر میرے بیٹے ہیں۔ عرض کیا گیا: آپؐ کے بھائی کون ہیں؟ فرمایا: علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام۔ عرض کیا گیا: آپؐ کے بیٹے کون ہیں؟ فرمایا: مہدی علیہ السلام۔ جو زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے معمور کریں گے جیسا کہ وہ ظلم و جور سے معمور ہو گی۔ اس خدا کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ نبیؐ بنایا ہے اگر دنیا کا ایک ہی دن بچے گا تو خدا اس دن کو اتنا طول دے گا کہ اس میں میرے بیٹے مہدی علیہ السلام خروج کریں گے۔ پھر خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل کرے گا وہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور ان کی بادشاہت مشرق سے مغرب تک ہو گی۔

Presented by Ziaraat.Com

''میرے بعد بارہ امامؑ ہوں گے وہ سب قریش سے ہوں گے۔''

کے پیشِ نظر اس طرح امام بناتے ہیں' کہتے ہیں: پہلے تین خلیفہ امام ہیں اور ان کے بعد امیرالمومنینؑ بن ابی طالب علیہ السلام' ان کے بعد معاویہ اور اس کے بعد یزید امام ہے پھر بنی اُمیہ کے تمام خلفا میں سے بارہ آئمہؑ کی تعداد پوری کرتے ہیں' لیکن ان میں سے بعض نے جب دیکھا کہ اس لحاظ سے امرِ امامت بنی اُمیہ کے بعض ایسے خلفا پر تمام ہوتا ہے جو کھلم کھلا شراب پیتا ہے' علی الاعلان فسق کا مرتکب ہوتا ہے' اس سے تو بڑی رسوائی ہوتی ہے۔ لہٰذا انھوں نے ایک ہٹایا دوسرا شامل کیا اور کسی نہ کسی طرح انھیں میں سے بارہ اماموں کی تعداد پوری کر لی۔ لیکن ان میں بھی امرِ امامت کی لیاقت نہیں تھی۔ اہلِ سنت کے بعض علما نے انھیں بارہ میں بعض افرادِ بنی عباس کے شامل کر دیے اور بزعمِ خود بارہ کی تعداد مکمل کر دی۔ ان بارہ میں صرف امیرالمومنینؑ مستثنیٰ ہیں۔ وہی امامت کے حق دار ہیں' انھیں میں اس عہدہ کی لیاقت ہے۔ اہلِ سنت کہتے ہیں: اس کے بعد اپنے وقت کا بادشاہ امامِ زمانہ ہے' جیسے تاریخ میں تیمور' چنگیز' صدام وغیرہ۔ حالاں کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ کس قماش کے لوگ ہیں۔

واضح رہے یہ نظریہ بے بنیاد ہے جسے کوئی عقل مند قبول نہیں کر سکتا کیوں کہ امامِ زمانہ علیہ السلام وہ ہے جس سے زمانہ قائم ہے جس کے وجود کی برکت سے دنیا قائم ہے اور ایسے لوگوں کے وجود سے دنیا تباہ تو ہو سکتی ہے' قائم نہیں رہ سکتی۔

علمائے اہلِ سنت میں سے کسی عالم کی مجلس میں یہی حدیث:

مَن مَاتَ وَلَم یَعرِف اِمامَ زَمانِہٖ مَاتَ مِیتَۃً جاھلیۃ

موضوعِ بحث تھی' کسی نے سوال کیا: اس عہد میں امامِ زمانہ کون ہے؟

انھوں نے جواب دیا: بادشاہِ وقت امامِ زمانہ ہے (اور اس وقت عثمان سلاطین میں سے بایزید عثمان بادشاہ تھا) ایک سنی عالم نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور کہا: اے اللہ! روزِ قیامت تُو میری اس داڑھی پر عذاب کرے گا کہ تُو نے بایزید کو کیوں نہیں پہچانا تھا؟

جب اہلِ سنت نے یہ دیکھا کہ یہ توجیہ صحیح نہیں ہے تو بعض لوگوں نے اس حدیث کی

Presented by Ziaraat.Com

دوسری توجیہ کی اور کہا: ہم خلفائے ثلاثہ ابوبکر و عمر و عثمان کو قبول کرتے ہیں لیکن ان کے بعد آئمہ معصومین کو امام مانتے ہیں۔ چناں چہ انھوں نے آئمہ اثنا عشر کے بہت سے مناقب اور ان کے معجزات کو اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے۔ یہاں تک امام زمانہ حجتہ ابن الحسن، حضرت مہدی علیہ السلام کی ولادت و غیبت کو بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ باوجود یہ کہ وہ سنی بھی ہیں اور خلفائے ثلاثہ کو مانتے ہیں، ان کو دوازدہ امامی سنی یا اثنا عشری سنی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس روایت کی غلط توجیہ کے نتیجہ میں باطل سرنوشت سے دوچار ہوئے ہیں۔ اس کی تفصیل کے لیے کتاب: نجم الثاقب اور ینابیع المودۃ کا مطالعہ فرمائیں اور دیکھیں کہ انھوں نے اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب سے متعلق کتنی کتابیں لکھی ہیں بلکہ بطورِ خاص امام زمانہ علیہ السلام سے متعلق کتابیں لکھی ہیں مثلاً "البیان فی اخبار الصاحب الزمان" "مؤلف گنجی شافعی، "عقد الدرر فی اخبار المنتظر" مؤلف دمشقی، "کتاب البرہان فی علامات مہدی آخرالزمان علیہ السلام" مؤلف ملا علی متقی، "مناقب المہدی" مؤلف ابونعیم اصفہانی وغیرہ...... نے امام زمانہ علیہ السلام کے حالات اور آپ کی ولادت و غیبت اور ظہور کی کیفیت کو بالکل شیعوں ہی کی طرح تحریر کیا ہے۔

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ حدیث:

مَن مَاتَ وَلَم یَعرِف اِمامَ زَمانِهِ مَاتَ مِیتةً جاهلیة

اہل اسلام کے درمیان مسلم ہے لیکن جو لوگ اسے آئمہ اثنا عشر کے علاوہ دوسروں پر منطبق کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں اور اپنی اس حرکت پر انھیں خود بھی ہنسی آتی ہے اور وہ اس کے پابند نہیں رہ پاتے ہیں۔ یہ حدیث ایسی ہے جس کو ہر طبقہ نے قبول کیا ہے اس کا منکر کوئی نہیں ہے۔ بعض اہل سنت کہتے ہیں: امام زمانہ سے مراد قرآن ہے لیکن جب ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر قرآن امام زمانہ ہے تو دنیا کے سارے مسلمانوں کو قرآن کی معرفت ہونی چاہیے حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ قرآن کی معرفت واجب و لازم اُمور میں سے نہیں ہے اور مسلمان اس کے پابند بھی نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ پورے قرآن کی معرفت مراد نہیں ہے بلکہ قرآن کے بعض حصّہ کی معرفت مراد ہے جب کہ قرآن کے بعض حصّہ کو بھی سب نہیں جانتے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں: قرآن کی اتنی مقدار مراد ہے جسے سب جانتے ہوں اور وہ سورۂ حمد ہے یعنی من مات و لم یعرف امام زمانه (یعنی سورۂ فاتحہ ہے) مات میتة الجاهلیة' یہ بھی قابل قبول نہیں ہے:

يَكُونُ بَعدی اثنیٰ عشر أميراً كُلُّهُم مِن قُرَيش [1]

''میرے بعد بارہ امیر ہوں گے اور سب قریش سے ہوں گے۔''

دوسری روایت میں منقول ہے:

الائمة اثنیٰ عشر كلهم من قریش [2]

''امام بارہ ہوں گے اور سب قریش سے ہوں گے۔''

ایسی ہی دوسری روایات ہیں مثلاً جابر کی روایت [3] آیۂ اولوالامر کی تفسیر میں وارد ہونے والی روایات نیز اہل سنت کے طریق سے بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں کہ خاتم الانبیا حضرت

---

(۱) ملاحظہ کیجئے صحیح مسلم ۲، ص ۱۴۵۱، مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۹۰ و ص ۲۹، صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۳۵

(۲) ایضا

(۳) تاویل الآیات الظاہرہ، ص ۱۴۱، بحارالانوار، ج ۳۹، ص ۲۳۹، اعلام الوریٰ، ص ۲۹۷، دعائم الاسلام، ج ۱، ص ۲۶۳، صراط المستقیم، ج ۲، ص ۱۲۷، کشف الغمہ، ج ۲، ص ۵۰۹، کفایۃ الاثر، ص ۵۳، کمال الدین، ج ۱، ص ۲۳ و ۲۵۳، ج جابر بن یزید الجعفی: سمعت جابر بن عبدالله الانصاری یقول: لمّا نزلت (یا ایها الذین آمنوا اطیعوالله و اطیعوالرسول و اولی الأمر منكم) نساء ۵۹، قلت: یا رسول الله قد عرفنا الله و رسوله فمن أولی الأمر الذین قرن الله طاعتهم بطاعتك؟ فقال: هم خلفائی یا جابر و آئمة المسلمین بعدی أوّلهم علیٌّ بن أبی طالبٌ، ثم الحسنٌ، ثم الحسینٌ، ثم علی بن الحسینٌ، ثم محمد بن علیٌّ، المعروف فی التوراة بالباقر و ستدرکه یا جابر فاذا لقیته فاقرأه منی السلام، ثم الصادق جعفر بن محمدٌ، ثم موسیٰ بن جعفرٌ، ثم علی بن موسیٌ، ثم محمدٌ بن علیٌّ، ثم علی بن محمدٌ، ثم الحسن بن علیٌّ، ثم سمیی و كنیی حجة الله فی أرضه و بقیته فی عباده ابن الحسن بن علیٌّ ذاك الّذی یفتح الله عزوجل ذكره علیٰ یدیه مشارق الارض و مغاربها و ذلك الّذی یغیب عن شیعته و اولیائه غیبة لا یثبت فیها علی القول بإمامته الامن امتحن الله قلبه للایمان. قال جابر فقلت: یا رسول الله فهل یقع لشیعته الانتفاع به فی غیبته؟ فقال: ای و الّذی بعثنی بالنبوة انهم لیستضیئون بنوره و ینتفعون بولایته فی غیبته كانتفاع الناس بالشمس و ان تجلّلها السحاب. یا جابر! هذا مكنون سر الله و مخزون علم الله فاكتمه الامن أهله.

Presented by Ziaraat.Com

محمدؐ بن عبداللہؐ نے صریحاً آئمہؑ کو معین کیا ہے اور فرمایا ہے: ان میں سے اوّل علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور ان کے بعد حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام ان کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام ' ان کے بعد محمد باقر علیہ السلام پھر امام صادق علیہ السلام ' ان کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ' ان کے بعد امام رضا علیہ السلام ' ان کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام ' ان کے بعد امام علی نقی علیہ السلام ' ان کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام ' ان کے بعد امام زمانہ علیہ السلام ' رسولؐ کے بعد امام ہیں۔

بعض روایات' مثلاً جابر کی روایت میں' کہ جس کو علمائے اہل تسنن بھی نقل کرتے ہیں' رسولؐ کا ارشاد ہے:

"بارھویں امام علیہ السلام کی غیبت طولانی ہوگی اور شیعہ ان سے اسی طرح استفادہ کریں گے جس طرح بادل میں چھپے ہوئے سورج سے استفادہ کیا جاتا ہے۔"[1]

واضح ہے کہ اہل تسنن کی روایات میں بھی آئمہ علیہم السلام کے اسما صریح طور پر بیان ہوئے ہیں جس سے کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔ ان چیزوں کے شیعہ ہی معتقد نہیں ہیں بلکہ یہ تمام مسلمانوں کے درمیان مسلم ہیں اور انھیں سب نے نقل کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ان کے معتقد نہیں ہیں۔

ان حدیثوں سے قطع نظر جو کہ آپؐ نے آئمہؑ اثنا عشر کے بارے میں فرمائی ہیں۔

رسولؐ کی ان حدیثوں سے قطع نظر جو کہ آپؐ نے آئمہ اثنا عشر کے بارے میں بیان فرمائی ہیں۔ ان بشارتوں میں بھی رسولؐ کے بعد آئمہؑ کے اسما صریح طور پر بیان ہوئے ہیں جو کہ سابقہ کتابوں' توریت وانجیل میں مرقوم ہیں ان میں رسولؐ کی آمد کی بشارت دی گئی ہے۔

توریت میں لکھا ہے: جب خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بشارت دی کہ وہ انھیں اسحٰق علیہ السلام اور ان کے بعد یعقوب علیہ السلام اور ان کی نسل سے ہونے والے انبیاءؑ عطا کرے گا تو اس وقت

---

(۱) تاویل الآیات الظاہرہ، ص۱۳۱' بحار الانوار، ج۳۹، ص۲۲۹' اعلام الوریٰ، ص۲۹۷' دعائم الاسلام، ج۱، ص۲۶۳' صراط المستقیم، ج۲، ص۱۲۷' کشف الغمہ، ج۲، ص۵۰۹' کفایۃ الاثر، ص۵۳' کمال الدین، ج۱، ص۲۴۳ وص۲۵۳۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا: اے میرے معبود! میرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو کیا عطا کرے گا؟ ارشاد ہوا:

و لیشمعیل شمعتخ هنی بریختی اتود هفرتی اِتو د هربتی

اتو بمادماد شینم اسار نسی امر وا اتیتوا لکوی کادل[1]

اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں، میں نے تمھاری باتیں سن لی ہیں، میں انھیں پورا کروں گا اور انھیں حضرت محمدؐ کے ذریعے برکت عطا کروں گا اور اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں اس پیغمبرؐ (حضرت محمدؐ) کے بعد بارہ امام قرار دوں گا۔

ملاحظہ فرمائیں کہ یہ بارہ بزرگ و عظیم سردر و امام، رسولؐ کی حدیث کے مطابق ہیں:

یکونُ بَعدِی اثنیٰ عشر أمیراً

اور ان دونوں عبارتوں میں ایک ربط ہے، ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں البتہ رسولؐ کی حدیث میں یہ ہے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ و امام ہوں گے۔

نتیجہ بحث یہ ہے کہ دنیا کی تمام قومیں مصلح آخرالزمان علیہ السلام کی منتظر ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ مصلح حقیقی امام عصر حضرت حجتہ بن الحسن، المہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں، اس کے بہت سے مدارک ہیں۔ آسمانی کتابیں اور اہل سنت کی کتابیں بھی اس کی گواہ ہیں۔

---

(۱) توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پارہ نخ لخا، سفر پیدائش باب ۱۷، آیت ۲۰، انیس الاعلام فی نصرۃ الاسلام، ج ۵، ص ۶۹، سیف الامۃ، ص ۳۰ و ۴۳ مورد اعراب و تلفظ میں لکھا ہے: اس عبارت کے معنا ای جیسا کہ حقیر کے والد ماجد نے کتاب توریت کو یہودی علما کی ایک جماعت (پچھلے صفحہ کا باقی) کے سامنے پڑھا اور وہ ان کی زبان کو بخوبی جانتے تھے انھوں نے کتاب "انیس الموحدین" میں تحریر کیا ہے: اے ابراہیمؑ! میں نے اسماعیلؑ کے بارے میں تمھاری باتیں سنیں، میں نے انھیں وجود بخشا اور بڑا کیا اور احمد مصطفیٰؐ کے سبب ان کی نسل کو کثیر کیا ان سے بارہ امام وجود میں آئیں گے جو کہ ایک عظیم اُمت کے پیشوا ہوں گے۔ اسی کتاب میں مورد اراب میں ص ۸۷ پر لکھا ہے: ہم یہاں پہلی کتابیں: توریت و انجیل، متی و یوحنا، مرقس و لوقا اور زبور داؤد، نبوت حیلا، دانیال و زکریا و شعیا و ارمیا و حبقوق کی کتاب میں، دواسن و سیکیاس نبی کی کتاب میں یوحنا کی دوسری کتابوں میں کہ جن ملکیی کہتے ہیں اور صفنیا و ملاخی، عاموس و شمعیال و میکاوز کیال و موئل و ناخوم و عزرا، یہ سب یا پیغمبر ہیں یا حواری ہیں: حاجی مولیٰ رضا ہمدانی انوار قدسیہ کے ص ۶۵ پر لکھتے ہیں: میں نے اسماعیل کے حق میں تمھاری دعا سن لی۔ میں انھیں مبارک قرار دوں گا اور انھیں بڑا کروں گا اور ان کی نسل کثیر کروں گا اور احمد کے ذریعے انھیں عزت بخشوں گا اور ان کی نسل میں بارہ امام پیدا کروں گا۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ زمین وآسمان جو قائم ہے حضرت حجۃ بن الحسن علیہ السلام کے نور کی برکت ہی سے قائم ہے:

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (سورۂ زمر، آیت ۶۹)

''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی۔''

اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور موفور السرور کے بارے میں اہل تسنن و اہل تشیع کے طریق سے بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں اور معتبر کتابوں میں مرقوم ہے، انھیں میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے:

لو لم يَبقَ مِنَ الدُّنيا إلّا يومٌ واحدٌ لَطوَّلَ اللّٰه ذٰلكَ اليومَ حتّٰى
يَخرُجَ رَجلٌ مِن أهل بيتي اسمه اِسمي و كنيته كنيتي،
يَملأُ اللّٰهُ بهِ الأرضَ عَدلاً و قِسطاً بعدَما مُلِئَت ظلما و جَوراً[1]

(۱) ملاحظہ ہو: صحیح ترمذی، ج۲، ص۳۶ و ج۵ ص۷۵، مسند احمد، ج۱، ص۹۹ و ص۳۷۶ و ص۴۳۰ و ص۴۴۸، تاریخ بغداد، ج۴، ص۳۸۸، کنز العمال، ج۷، ص۱۸۸، ذخائر العقبیٰ، ص۱۳۶، بحار الانوار، ج۵۱، ص۸۱ و ص۸۳ و ۸۴ و ص۹۴ و ص۱۰۲، کفایۃ الاثر، ص۱۶۲ میں لکھا ہے: حدثنا حسين بن زيد بن علي قال: حدثنا عبدالله بن حسين بن حسن عن ابيه عن الحسنؑ قال: خطب رسولُ اللّٰه يوماً فقال: بعد ما حمد اللّٰه و اثنى عليه، معاشر الناس! كأني أُدعى فأُجيب و انّي تارك فيكم الثقلين كتابَ اللّٰه و عترتي أهل بيتي ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا فتعلّموا منهم ولا تعلّموهم فإنهم أعلمُ منكم لا تخلوا الأرض منهم ولو خلت اذن لساخت بأهلها. ثم قال: اللّٰهم انّي اعلم أن العلم لا يبيد ولا ينقطع و انك لا تخلي أرضك من حجة لك على خلقك ظاهر ليس بالمطاع او خائف مغمور لكيلا تبطل حجتك ولا تضل اولياؤك بعد اذ هديتهم، اولئك الاقلون عدداً الأعظمون قدراً عند اللّٰه فلمّا نزل عن منبره قلت: يا رسولَ اللّٰه اما انت الحجّة على الخلق كلّهم. قال: يا حسن إن اللّٰه يقول (انما انت منذرٌ و لكلّ قومٍ هادٍ) رعد۸. فانا المنذر و عليّ الهادي. قلت: يا رسولَ اللّٰه فقولك ان الارض لا تخلو من حجة. قال: نعم علي هو الامام و الحجة بعدي و انت الحجة و الامام بعده و الحسينُ الامام و الحجة بعدك ولقد نبأني اللّطيف الخبير انّه يخرج من صلب الحسينؑ غلام يقال له عليٌّ سمي جده عليٌّ فاذا مضى الحسينُ قام بالامر بعده عليّ ابنه وهو الحجّة و الامام و يخرج اللّٰه من صلبه ولداً سميي و اشبه النّاس بي علمه علمي و حكمه حكمي هوالامام و الحجّة بعد أبيه و يخرج اللّٰه تعالىٰ من صلبه مولوداً يقال له جعفرٌ اصدق النّاس قولاً و عملاً هو الامام و الحجّة بعد ابيه و يخرج اللّٰه تعالىٰ من صلب جعفرٌ مولوداً يقال له موسىٰ سميُّ موسىٰ بن عمرانَ أشدّ النّاس تعبُّداً

Presented by Ziaraat.Com

اگر دنیا کی عمر کا ایک ہی دن بچے گا تو خدا اس دن کو طولانی کر دے گا' یہاں تک میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص خروج کرے گا' اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی اور خدا اس کے ذریعے زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے پُر کرے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

آج کفر و بت پرستی اور شرک کا تو ذکر ہی کیا' دنیا ظلم و جور سے بھر چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج مسلمانوں پر بہت زیادہ دباؤ ہے اور مسلمانوں میں شیعہ بہت مشکلوں میں ہیں۔

دعا ہے کہ خداوند عالم امامِ زمانہ علیہ السلام کے ظہور میں تعجیل کرے تا کہ مسلمانوں کو کشائش نصیب ہو۔

---

(صفحۂ قبل کا باقی) فهو الامام و الحجّة بعد ابيه و يخرج الله تعالىٰ من صلب موسىٰ ولداً يقال له عليٌ معدن علم الله و موضع حكمه فهو الامام و الحجّة بعد ابيه و يخرج الله من صلب عليٍ مولداً يقال له محمدٌ فهو الامام و الحجّة بعد ابيه و يخرج الله تعالىٰ من صلب محمدٍ مولوداً يقال له عليٌ فهو الحجّة و الامام بعد ابيه و يخرج الله تعلىٰ من صلب عليٍ مولداً يقال له الحسنٌ فهو الامام و الحجّة بعد ابيه و يُخرج الله تعالىٰ من صلب الحسنٍ الحجّة القائمُ امام شيعته و منقذ أوليائه يغيب حتّٰى لا يرى فيرجع عن امره و يثبت آخرون (و يقولون متىٰ هذا الوعد ان كنتم صادقين) يونس۳۸. ولو لم يبق من الدّنيا الاّ يوم واحد لطوّل الله عز و جل ذلك حتّٰى يخرج قائمنا (پچھلے صفحہ کا باقی) فيملأها قسطاً و عدلاً كما ملئت جوراً و ظلماً فلا تخلوا الأرض أعطاكم الله علمي و فهمي ولقد دعوت الله و تعالىٰ ان يجعل العلم و الفقه في عقبي و عقب عقبي و مزرعي و زرع زرعي.

و در ك كمال الدين ۲ / ۳۸۲. آمده است كه دعبل بن على الخزاعي يقول: انشدت مولاى الرضا على بن موسىٰؑ قصيدتي التي اولها:

مدارسُ آياتٍ خلت من تلاوةٍ — و منزل وحي مقفرُ العرصاتِ

فلما انتهيت الىٰ قولي:

خروج امامٍ لا محالة خارجٌ — يقوم علىٰ اسم الله و البركاتِ

يميّز فينا كلّ حقٍ و باطلٍ — و يجزى علىٰ النعماءِ و النقماتِ

بكى الرضاً بكاء شديداً ثم رفع راسه الى فقال لي: يا خزاعي نطق روح القدس علىٰ لسانك بهذين البيتين فهل تدرى من هذا الامام و متى يقوم؟ فقلت: لا يا مولاى إلاّ أنّي سمعت

Presented by Ziaraat.Com

ای قاضی مطلق که تو سالار قضائی
وی قائم برحق که در این خانه خدائی
تو حافظ ارضی و نگهدار سمائی
بر لوح مه و مهر فروغی و ضیائی
در کشور تجرید معین راهنمائی
بر لشکر توحید امیر الامرائی
حق را تو ظهیرستی و دین را تو نگهدار
ابری شده بالا و گرفته است فضارا
و ز دود و شرر تیره نموده است هوارا
آتش زده سکان زمین را و سمارا
سوزانده به چرخ اختر و در خاک گیاه را
ای واسطہ ی رحمت حق بہر خدارا
از خاک بگردان ره طوفان بلارا
بشکاف ز هم سینه ی این ابر شرر بار[1]

(صفحہ قبل کا باقی) بخروج امام منکم یطهّر الارض من الفساد و یملؤها عدلاً کما ملئت جوراً فقال: یا دعبل! الامام بعدی محمدٌ ابنی و بعد محمدٌ ابنه علیٌ و بعد علیٌ، ابنه الحسنٌ و بعد الحسنٌ ابنه الحجّة القائم المنتظرٌ فی غیبته المطاع فی ظهوره لو لم یبق من الدّنیا الاّ یوم واحد لطوّل الله عزّ و جلّ ذلك الیوم حتّی یخرج فیملأ الارض عدلاً کما ملئت جوراً و امامتیٰ فإخبار عن الوقت فقد حدّثنی أبی عن أبیه عن آبائهٔ أنّ النبیّ، قیل له: یا رسول الله! متیٰ یخرج القائمٌ من ذریتك فقال: مثله مثل الساعة التی (لایجلیها لوقتها الاّ هو ثقلت فی السّمٰوات والأرض لا تأتیکم إلاّ بغتةً) اعراف۱۸۷.

و در أعلام الوریٰ ۴۳۵ آمده است که عبدالعظیم بن عبدالله الحسنی قال: دخلت علی سیدی محمد بن علیٍ و انا أرید أن أسأله عن القائمٌ أهو المهدیٌ أو غیره؟ فابتدأنی فقال: یا أبا القاسم إن القائم منّا هوالمهدیٌ الّذی یجب ان یُنتظر فی غیبته و یطاع فی ظهوره و هو الثالث من ولدی و الّذی بعث مُحمّداً بالنبوة و خصنا بالإمامة انّه لو لم یبق من الدّنیا الاّ یوم واحد لطول الله ذلك الیوم حتّی یخرج فیملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت جوراً و ظلماً و ان الله تعالیٰ یصلح له امره فی لیلة واحدة کما أصلح أمر کلیمه موسیٰ اذ ذهب لیقتبس لأهله ناراً فرجع و هو رسول الله ثم قال: افضل اعمال شیعتنا انتظار الفرج.

(1) دیوان ادیب الممالک/ مسمط شماره ی ۱ بر خیز شتر بانا بند کجاوه۔

Presented by Ziaraat.Com

# قرآن

Presented by Ziaraat.Com

# پہلی تقریر

## قرآن خالق ومخلوق کے درمیان مضبوط وسیلہ

## اس میں تحریف نہیں ہوسکتی اور یہ رسولؐ اسلام کا معجزہ جاوید ہے

قرآن حبل اللہ اور مضبوط وسیلہ ہے

قرآن رسولؐ کا ابدی معجزہ ہے

قرآن میں تحریف نہیں ہوسکتی

ہاں! تفسیر حذف ہوئی ہے' آیات کم نہیں ہوئی ہیں' قرآن سحر نہیں ہے

فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے قرآن مجید معجزہ ہے

Presented by Ziaraat.Com

ایک حدیث میں امام رضاؑ سے روایت ہے:

القرآن هو حبلُ الله المتينُ و عروتُهُ الوثقىٰ و طريقته المُثلىٰ المؤدى الى الجنّة و المُنجى مِنَ النار لا يَخلُقُ مِنَ الأزمنة ولا يَغثُّ علىٰ الألسنة لأنّه لم يُجعل لزمانٍ دون زمانٍ بل جُعلَ دليلَ البُرهانِ و حُجَّةً علىٰ كلِّ اِنسانٍ (لا يأتيه الباطلُ مِن بينِ يديهِ ولا مِن خَلفِهِ تنزيلٌ مِن حكيمٍ حميدٍ)

''قرآنِ مجید اللہ کی محکم و مضبوط رسّی ہے اور مستحکم و استوار وسیلہ ہے اور خدا کا ایسا بلند کلام ہے جو جنت کی طرف انسان کی راہ نمائی کرتا ہے اور جہنم سے نجات دلاتا ہے۔ قرآن مرورِ زمانہ سے پُرانا نہیں ہوتا ہے اور کثرتِ تلاوت سے اس کی تازگی ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی تازگی میں اضافہ ہوتا ہے کیوں کہ یہ قرآن کسی خاص زمانہ کے لیے خلق نہیں ہوا ہے بلکہ اس کو ہر انسان کے لیے دلیل و حجت قرار دیا گیا ہے؛ اس میں کسی بھی لحاظ سے باطل راہ نہیں پا سکتا کیوں کہ یہ حق کی طرف سے نازل ہوا ہے۔''

(بحار الانوار، ج ۱۷، ص ۲۱۰-۲۱۱ بحوالہ عیون اخبار الرضاؑ ۲۷۱)

قرآن کو متعدد آیات و روایات میں حبل اللہ، اللہ کی رسّی سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً اس آیت میں:

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۰۳)

''خدا کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور متفرق نہ ہو۔''

البتہ بعض لوگوں نے کہا ہے: خدا کی رسّی سے مراد توحید اور بعض لوگوں کے نزدیک نبوت اور ولایت ہے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ اس سے مراد یہ سب کے سب ہیں؛ توحید، ولایت

Presented by Ziaraat.Com

اور نبوت کا اقرار خدا کی رسّی ہیں اس لیے کہ ہر ایک اپنے مقام میں خدا کی رسّی ہیں۔
حدیث ثقلین میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

**انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیتی...... فانظرو بماذا تخلفونی فیهما**[1]

"میں تمھارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں' ایک خدا کی رسّی جو آسمان سے زمین تک کھچی ہوئی ہے اور میری عترت میرے اہل بیتؑ ......پس توجہ رکھنا کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا کرتے ہو۔"

اس روایت میں قرآن کو ایک مضبوط رسّی سے تعبیر کیا گیا ہے' بلکہ ایک قصیدہ میں بھی بردہ نے قرآن کو ایک مضبوط رسّی سے تعبیر کیا ہے:

**قرت بها عین قاریها فقلت له**
**لقد ظفرت بحبل اللّٰہ فاعتصم**

"میں نے قاری قرآن سے کہا: قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس سے قاری کی آنکھیں روشن رہتی ہیں' اب جب کہ خدا کی محکم رسّی کو پالیا ہے لہٰذا اسے مضبوطی سے پکڑلو" (شرح قصیدہ بردہ' ۹۵، فریدہ ۹۹)۔

شعرانی کے اشعار میں بھی قرآن کو محکم رسّی سے تعبیر کیا گیا ہے:

حق از آن خواندہ حبل' قرآن را
کہ بگیری بسان حبل' آن را
بہ در آیی ز چاہ و ھوا
کنی آھنگ عالم بالا

---

(۱) بحار الانوار' ۲۳، ۱۰۸' ۲۳، ۱۴۷' کمال الدین ۱، ۲۳۵' عن ابی سعید الخدری ان النبی قال: انی اوشك ان ادعی فاجیب وانی اوشك فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ عز و جل و عترتی کتاب اللّٰہ حبل ممدود بین السماء والارض و عترتی اهل بیتی و ان اللطیف الخبیر اخبرنی انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا بماذا تخلفونی فیهما۔

Presented by Ziaraat.Com

تو در این تنگ جای بنشستی
و اندر آن دست و پای خود بستی
حبل کو اندش کز این نشیمن پست
بہ در آیی بدان رسن زدہ دست

(سنائی غزنوی سے منسوب ہے)

اس بیان کی روشنی میں معلوم ہوا کہ قرآن اور امیرالمومنین دونوں خدا کی رسّی ہیں اور انسان ان کے توسل سے نفسانی خواہشات اور شہوتوں کے تاریک کنویں سے نجات پا سکتا ہے اور صراطِ مستقیم کو طے کر کے ابدی سعادت کو حاصل کر سکتا ہے۔

امام رضاؑ فرماتے ہیں:

"قرآن خدا کی مضبوط رسی، پکڑنے کا محکم وسیلہ اور بلند و بالا الٰہی کلام ہے کہ جو انسان کو جنت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور جہنم سے نجات دلاتا ہے۔ قرآن زمانے کے گزرنے سے پرانا نہیں ہوتا اور زبانوں پر فاسد اور کم اہمیت نہیں ہوتا بلکہ اس کی تازگی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ قرآن صرف ایک زمانہ کے لیے خلق نہیں ہوا ہے، حق نے اسے دلیل برہان اور ہر انسان کے لیے حجت قرار دیا ہے۔"

بلکہ اسے ہر انسان کے لیے حجت و برہان قرار دیا ہے اور (خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ بن عبداللہؑ کی نبوت کے اثبات پر) یہ ہر انسان کے لیے عظیم حجت ہے۔

یعنی قرآنِ مجید رسولِ اکرمؐ کا دائمی معجزہ ہے کہ جس کے ذریعے تمام فصحا اور بلغا اور دنیا کے قانون ساز لوگوں کو چیلنج کیا جاتا رہے گا اور انھیں یہ تنبیہ کی جاتی رہے گی کہ اگر تمھارے اندر طاقت ہے تو قرآن کے محکم و متین قوانین جیسے قوانین اور توحید و اخلاق اور خدا کی معرفت کے بارے میں اس کے معارف جیسے معارف لے آؤ، تم ہرگز قرآن کا جواب اور اس کا مثل نہیں لا سکو گے، تمام جہات سے اس کا مثل لانے سے عاجز ہو کیوں کہ قرآن پرانا و فرسودہ ہونے والا

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہے اور وہ کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں ہے۔

اس کے بعد امام رضا علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کی:

لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنم بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَ مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (سورۂ سجدہ، آیت ۴۲)

''اس میں کسی بھی طرف سے باطل نہیں آ سکتا کیوں کہ قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔''

امام علیہ السلام کے اس ارشاد: ''بل جعل دلیل البرهان و حجة علیٰ کل انسانٍ'' سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ قرآن میں اضافہ و زیادتی کو کسی نے بھی قبول نہیں کیا ہے۔ عامہ و خاصہ کے علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس میں کسی چیز کا بھی اضافہ نہیں ہوا ہے۔ بحث اس سلسلہ میں ہے کہ قرآن میں کمی واقع ہوئی ہے یا نہیں ہے؟ قرآن میں حذف و تصحیف ہوئی ہے یا نہیں؟ اہل سنت و اہل تشیع کے بعض علما کا خیال ہے قرآن کے کچھ مطالب و آیات حذف ہو گئے ہیں لیکن ہمارے اور اہل تسنن کے بزرگ علما اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی ہے اور قرآن کی کوئی آیت کم نہیں ہوئی ہے۔

سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قرآن رسولؐ کے عہد میں اسی صورت میں جمع ہو چکا تھا جس صورت میں آج ہے[1] شیخ مفید کا بھی یہی نظریہ ہے کہ قرآن میں ہرگز تحریف نہیں ہوئی ہے۔ ایسے عظیم الشان علما فرماتے ہیں: قرآن میں تحریف نہیں ہوئی ہے۔ جو روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن میں فلاں لفظ تھا حذف ہو گیا ہے تو اسی لفظ کو قرآن کی تاویل و تفسیر قرار دیتے ہیں[2] یعنی چوں کہ تفسیر تھی اس لیے حذف ہو گیا ہے، آیت کا جز نہیں تھا مثلاً ایک

(۱) مجمع البیان، ج۱-۲، ص۱۵، صافی المقدمۃ السادسۃ: ۹۱، مؤلف نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ عہد رسولؐ میں قرآن اس صورت میں جمع ہو چکا تھا جس میں آج ہے۔

(۲) تفسیر صافی، ج۱، المقدمۃ السادسۃ ۹۔ یہ بعید نہیں ہے کہ کہا جائے: یہ محذوفات تفسیر کی حیثیت رکھتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

روایت ہے کہ سورۂ مائدہ[1] کی ایک آیت اس طرح تھی:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فِي عَلِيٍّ، وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (سورۂ مائدہ آیت ۶۷، بحار الانوار ج ۳۷)

ظاہر ہے کہ "فی علیؑ" اس آیت میں اضافہ ہوا ہے اور موجودہ قرآن سے حذف کر دیا گیا ہے لیکن جو علمائے کرام قرآن میں کمی کی تحریف کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں: "فی علیؑ" تفسیر ہے نہ قرآن کا جز تھا جو حذف ہو گیا ہے[2]

خدا کی مصلحت کے تحت قرآن میں حضرت علی علیہ السلام کا نام بیان نہیں ہوا ہے اگرچہ متعدد آیات میں رمزی طور پر امیر المومنین علیہ السلام کی امامت کی طرف اشارہ ہوا ہے لیکن صریح طور پر آپؑ کا نام بیان نہیں ہوا ہے کیوں کہ ممکن تھا کہ مخالفین اسی بہانہ سے قرآن میں تحریف کرتے[3]

قرآن صرف فصاحت و بلاغت ہی کے لحاظ سے معجزہ نہیں ہے بلکہ متعدد جہتوں سے معجزہ ہے مثلاً قرآن غیب کی خبر دیتا ہے، مستقبل کے حالات بیان کرتا ہے، الٰہیات، اخلاقیات، احکام وغیرہ کو بیان کرتا ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود چوں کہ قرآن کے نزول کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کو اہمیت حاصل تھی، اس کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی تھی اور عرب کا ہر مرد و عورت اور ہر چھوٹا بڑا فصاحت و بلاغت کے انتہائی درجہ پر پہنچا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود وہ قرآن کا جواب لانے سے عاجز تھے۔ اس بات کا ذکر تاریخ میں بھی ہوا ہے۔ حج کے زمانہ میں ہر طرف سے لوگ مکہ آ

---

(۱) مائدہ: ۶۷، يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔

(۲) تاویل الآیات الظاہرہ، ص ۳۶۳، تفسیر، ج۱، ص ۱۰۲، ج۲، ۲۰۱، تفسیر صافی، ج۱، المقدمۃ السادسۃ، ص ۹۹، شواہد التنزیل، ج۱، ص ۲۳۹۔

(۳) رجوع کریں: اللوامع النورانیۃ فی اسماء علی و اھل بیتہ القرآنیۃ، سید ہاشم بحرانی، ص ۵۴۲ اولیٰ فی سبب الإسقاط لإخفاء أسماء أمیر المومنینؑ و الأئمۃ فی القرآن۔

Presented by Ziaraat.Com

رہے تھے' مکہ کے بت پرست ولید بن مغیرہ کے پاس جمع تھے اور کہہ رہے تھے: اب لوگ اطراف و اکناف سے آ رہے ہیں قرآن اور محمدؐ کی باتیں سن رہے ہیں وہ قرآن کی شیرینی و مٹھاس اور کانوں میں رس گھولنے والی محمدؐ کی باتوں کے گرویدہ و شیفتہ ہو رہے ہیں' ان پر ایمان لا رہے ہیں۔ اب کچھ ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس سے ایسا نہ ہو۔

ولید بن مغیرہ نے کہا: تم اپنی باتوں سے لوگوں کو محمدؐ پر ایمان لانے سے روکو! ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا: ہم کہیں گے: وہ (محمدؐ معاذ اللہ) کاہن ہیں اور قرآن کی آیتیں' کاہنوں کی باتیں ہیں۔

ولید نے کہا: ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے' ان کی باتوں کا قرآن سے کوئی ربط نہیں ہے' کچھ لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے کہ وہ ساحر ہیں۔

ولید نے کہا: ہم نے ساحروں کی باتیں بھی سنی ہیں۔ قرآن کو سحر سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی ان میں سے بعض نے کہا: ہم انھیں شاعر کہیں گے۔

ولید نے کہا: ہم نے اشعار کی انواع بھی دیکھی ہیں' قرآن کو شعر سے بھی تشبیہ نہیں دی جا سکتی ان لوگوں نے ولید سے کہا: پھر ہم کیا کریں؟

اس نے کہا: اس سلسلہ میں کچھ غور و فکر کرنا پڑے گا۔ بہتر ہے کہ جو لوگ رسولؐ کے پاس آتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں' ان سے یہ کہا جائے کہ رسولؐ کی باتیں سحر و جادو ہیں۔

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور جو لوگ مکہ آئے تھے ان سے یہ کہا: جو باتیں رسولؐ لائے ہیں ان کے ذریعے وہ سحر و جادو کرتے ہیں ان سے باپ' بیٹے اور میاں' بیوی میں جدائی ڈال دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس طرح انھوں نے لوگوں کو رسولؐ کے پاس سے متفرق کر دیا۔

اسی لیے یہ آیتیں ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں[1]

(۱) مجمع البیان' ج۱۰، ص۵۸۲ و ۵۸۳' نزلت الاية في الوليد بن مغيرة المخزومي و ذلك أن قريشاً اجتمعت في دار الندوة فقال لهم الوليد: إنكم ذوو احساب و ذوو احلام و ان العرب يأتونكم فينطلقون من عند كم علىٰ أمر مختلف فأجمعوا أمركم علىٰ شيئ واحد. ما تقولون في هذا الرجل؟ قالوا: نقول إنّه شاعر فعبس عنده و قال: قد سمعنا الشعر فما يشبه قوله الشعر.

Presented by Ziaraat.Com

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ

(سورۂ مدثر، آیات ۱۸-۲۶)

"اس نے قرآن کے بارے میں بہت غور کیا اور اندازہ لگایا' یہ قتل کیا جائے اس نے کیسے اندازہ لگایا ہے' یہ ہلاک ہو جائے اس نے کیسے اندازہ لگایا ہے' پھر غور کیا اور منہ بنایا اور تکبر کیا اور کہا: یہ تو سحر و جادو ہی ہے' وہ عنقریب جہنم میں ڈالا جائے گا۔"

مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو گئے ہیں باوجود یہ کہ وہ بھی فصاحت و بلاغت میں مہارت رکھتے تھے' اس فن میں عرب کے بزرگ ہی مہارت نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے بچے بھی بڑے فصیح و بلیغ ہوتے تھے۔

---

(پچھلے صفحہ کا باقی) فقالوا: نقول إنّه كاهن' قال: اذا تاتو نه فلا تجدونه يحدّث بما تحدّث به الكهنة. قالوا: نقول إنّه لمجنون. فقال: اذا تأتونه فلا تجدونه مجنوناً. قالوا: نقول انّه ساحر' قال: وما الساحر؟ فقالوا: بشر يحببون بين المتباغضين و يبغضون بين المتحابين قال: فهو ساحر فخر جوافكان لا يلقى احد منهم النبيّ الاقال: يا ساحر! يا ساحر! و اشتد عليه ذلك فأنزل الله تعالىٰ: (يا أيها المدثر). و يروىٰ أن النبيّ لما انزل عليه (حم تنزيل الكتاب من الله العزيز العليم غافر الذنب و قابل التوبِ شديد العقاب) قام الىٰ المسجد و الوليد بن المغيرة قريب منه يسمع قرائته فلما فطن النبيّ لاستماعه لقرائته أعاد قرائة الأية فانطلق الوليد حتّٰى اتى مجلس قومه بني مخزوم فقال: والله لقد سمعت من محمد آنفاً كلاماً ما هو كلام الانس ولا من كلام الجنّ و ان له لحلاوة و ان عليه لطلاوة و ان اعلاه لمثمر و ان اسفله لمغدق و انه ليعلو وما يعلىٰ' ثم انصرف الىٰ منزله فقالت قريش: صبأ و الله الوليد' والله لتصبأن قريش كلّهم' و كان يقال للوليد ريحانة قريش فقال لهم ابوجهل: انا اكفيكموه فانطلق فقعد الىٰ جانب الوليد حزيناً. فقال: مالي أراك حزيناً يا ابن اخي؟ قال: هذه قريش يعيبونك علىٰ كبر سنك و يزعمون انّك زينت كلام محمد. فقام مع ابي جهل حتّٰى اتى مجلس قومه فقال: اتزعمون ان محمداً مجنون فهل رايتموه يخنق قطّ؟ فقالوا: اللّٰهم لا. قال: اتزعمون انّه كاهن فهل رايتم عليه شيئا من ذلك؟ قالو:ا اللّٰهم لا. قال:

Presented by Ziaraat.Com

حکایت ہے کہ اصمعی نے کہا: میں نے پانچ چھ سال کا ایک بچہ دیکھا وہ نہایت ہی فصیح و بلیغ زبان میں بات کر رہا تھا، میں نے اس سے کہا: تم بڑے فصیح و بلیغ ہو۔

اس نے کہا: تم مجھے فصیح و بلیغ کہہ رہے ہو حالاں کہ تمھارے درمیان قرآنِ مجید ہے اور اس میں ایسی بہت سی آیتیں موجود ہیں کہ جن پر فصاحت و بلاغت کی حد ختم ہے۔

انھیں میں سے ایک آیت درج ذیل ہے:

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (سورۂ قصص، آیت ۷)

"ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر وحی نازل کی کہ انھیں دودھ پلاؤ اور جب تمھیں ان کے لیے کوئی خطرہ محسوس ہو تو انھیں دریا میں چھوڑ دینا، ڈرو نہیں! ملال نہ کرو ہم انھیں تمھاری طرف لوٹا دیں گے اور انھیں مرسلین میں

---

(پچھلے صفحہ کا باقی) اتزعمون انّه شاعر فهل رايتموه انّه ينطق بشعر قط؟ قالوا: اللّٰهم لا. قال: اتزعمون انّه كذّاب فهل جربتم عليه شيئاً من الكذب؟ فقالوا: اللّٰهم لا و كان يسمى الصادق الأمين قبل النبوة لصدقه. فقالت قريش للوليد: فما هو؟ (فتفكر) في نفسه (ثم نظر و عبس) فقال: ما هو الاّ ساحر، ما رايتموه يفرّق بين الرّجل و أهله و ولده و مواليه فهو ساحر وما يقوله سحر يؤثر۔

و در تفسیر قمی ۲،۳۹۵ میں بھی یہی آیت نقل ہوئی ہے: عن ابن عبداللّٰهؑ في قوله: ذرني ومن خلقت وحيداً) قال: الوحيد ولد الزنا و هو زفر، (وجعلت له مالاً ممدوداً) قال: اجلاً الىٰ مدة، (و بنين شهوداً) قال: اصحابه الّذين شهدوا أن رسولَ اللّٰه لا يورّث (و مهّدت له تمهيداً) ملكه الّذي ملكه مهده له ثمّ يطمع، (أن أزيد كلاّ إنّه كان لآياتنا عنيداً) قال: لولاية اميرالمومنينؑ جاحداً عانداً لرسولَ اللّٰه فيها، (سأرهقه صعوداً إنّه فكّر و قدّر) فيما أُمر به من الولاية و قدّر إن مضي رسولَ اللّٰه ان لا يسلّم لأميرالمؤمنينؑ البيعة التي بايعه عليٰ (پچھلے صفحہ کا باقی) عهد رسولَ اللّٰه (فقتل كيف قدّر ثم قتل كيف قدّر) قال: عذاب بعد عذاب يعذبه القائمؑ (ثم نظر) الىٰ النبيّ و أميرالمؤمنينؑ. (فعبس و بسر) مما أُمر به، (ثمّ أدبر و استكبر، فقال: (إن هذا الاّ سحرٌ يؤثر) قال: زفر إنّ النّبيّ سحر النّاس بعليّ، (إن هذا الاّ قول البشر) اى ليس هو وحياً من اللّٰه عزّ و جلّ. (سأصليه سقر) الىٰ آخر الآيات، وفيه نزلت.

Presented by Ziaraat.Com

قرار دیں گے۔"

اس آیت میں دو امر، دو نہی، دو بشارت اور دو خبر ہیں۔

ان ارضعیہ اور فالقیہ امر ہیں لا تخافی ولا تحزنی نہی ہیں اور انا رادالیک میں ایک اور جاعلوہ من المرسلین میں دوسری بشارت ہے اور یہ دونوں جملے خبر بھی ہیں۔ ایک میں فرماتا ہے: ہم اسے تمہارے پاس پلٹا دیں گے اور دوسرے میں یہ ہے کہ ہم اسے رسول و پیغمبر بنائیں گے۔

مختصر یہ کہ قرآن کے اعجاز کی حقیقت کو نہیں سمجھا جا سکتا کیوں کہ ہم صرف قرآن کے الفاظ کو دیکھتے ہیں۔ اس کی حقیقت و باطن کو نہیں دیکھتے لہٰذا قرآن کی اعجازی جہتوں کا سراغ نہیں لگا سکتے۔

......❁......

Presented by Ziaraat.Com

......❁......

# دوسری تقریر

## اعجازِ قرآن کے پہلو

کیا قرآن کی فصاحت کا اعجاز عربوں سے مخصوص ہے؟

غیب کی خبروں کے لحاظ سے قرآن کا اعجاز

روم کی فتح کی پیشین گوئی

فتح مکہ کی پیشین گوئی

ابولہب کے کافر رہنے کی پیشین گوئی

رسولؐ کی دو بیویوں کی خیانت کی خبر

منافقین کی سازشوں کا پردہ فاش ہونا

امیر المومنین علیہ السلام کے حالات کے بارے میں پیشین گوئی

بیان کے لحاظ سے قرآن کا اعجاز

پیغمبروں کی داستانوں کی ایک تفصیل

نفسوں پر اثر کے لحاظ سے قرآن کا اعجاز

......❁......

Presented by Ziaraat.Com

قرآن کا اعجاز فصاحت و بلاغت ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ فصاحت و بلاغت بھی قرآن کے اعجازی پہلو ہیں اور اس لحاظ سے بھی قرآن معجزہ ہے۔

لیکن اعتراض کرنے والوں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن عربی زبان میں ہے تو واضح ہے کہ وہ عرب والوں ہی کے لیے حجت ہے۔ عربی کو وہی سمجھتے ہیں دوسری قوموں کے لیے قرآن حجت نہیں ہے کیوں کہ ان کی زبان عربی نہیں ہے۔

ان کا جواب یہ ہے:

اول: عربی ممالک میں غیر مسلموں کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے اور وہ عربی پر تسلط رکھتے ہیں۔

دوسرے: عرب کے علاوہ دوسرے ممالک میں بہت سے اسلام مخالف لوگ ایسے ہیں کہ جن کو عربی میں مہارت حاصل ہے جیسے جرجی زیدان۔ موصوف نے عربی میں تاریخ اسلام لکھی ہے۔ اسی طرح عربی کی مشہور لغت "المنجد" کے مؤلف' ایسی ہی اور بہت سی کتابیں ہیں جن کے مؤلف غیر مسلم ہیں۔

تیسرے: جن لوگوں نے اسلام کی رد میں کتابیں لکھی ہیں: وہ عربی پر مسلط تھے اور اس میں ید طولیٰ رکھتے تھے پس قرآن کا اعجاز عرب ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ غیر عرب بھی اس سے واقف ہیں۔ مثلاً میرزای قمی مرحوم کے زمانہ میں "پادری" نامی خارجی نے اسلام کی رد میں ایک کتاب لکھی اور کئی بزرگوں نے اس کے جواب لکھے اور اس کی باتوں کو رد کیا[1]

مذکورہ کتاب جو اسلام کی رد میں لکھی گئی ہے اس میں مؤلف نے یہ لکھا ہے: ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن نہایت ہی فصیح و بلیغ ہے لیکن اس کی فصاحت و بلاغت اس حد

(۱) جن بزرگوں نے اس کے جواب لکھے تھے ان میں مرحوم حاج مولی رضا ہمدانی نے مفتاح النبوت اور مرحوم مولی احمد نراقی نے سیف الامۃ' مرحوم مولی علی حکیم نوری نے اس کی رد میں کتاب لکھی تھی مؤخر الذکر اگرچہ خود بہت بڑا فیلسوف تھے لیکن مرحوم میرزا نے قمی سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

اعجاز تک نہیں پہنچی ہے کہ معجزہ قرار پائے (معاذ اللہ)۔

اس کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ وہ قرآن کے معجزہ ہونے کا انکار کرتا ہے لیکن اس کی فصاحت و بلاغت کو تسلیم کرتا ہے حالاں کہ وہ عرب نہیں ہے۔

یا ماہر طبیعیات ڈاکٹر شبلی شمیل، جو کہ اس دین کو نہیں مانتا تھا وہ مصر کے ایک دانش ور "رشید رضا"[1] کو ایک خط لکھتا ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے: تم حضرت محمدؐ کو بہت عظیم سمجھتے ہو کیوں کہ ان کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہو لیکن میں انھیں اس سے کہیں زیادہ عظیم سمجھتا ہوں جتنا تم انھیں عظیم سمجھتے ہو حالاں کہ انھیں نبی نہیں مانتا۔

اسی خط میں اس نے درج ذیل اشعار بھی لکھے ہیں:

انی و اِن اَكُ قَد كَفَرتُ بِدِينِهِ
هل اَكفُرَنَّ بِمُحكَمِ الآياتِ؟
و شرايعٍ لو اَنَّهُم عَمِلوا بها
ما قَيَّدوا العُمرانَ بالعَاداتِ
رجلُ الحِجىٰ رجلُ السِّياسَةِ و الدَّهىٰ
بطلٌ حليفُ النَّصرِ فِي الغاراتِ
ببلاغةِ القرآنِ قد غَلَبَ النُّهىٰ
و بِسيفِهِ اَنحىٰ علىٰ الهاماتِ
مِن دونِهِ الأبطالُ فِي كلِّ الورىٰ
مِن سَابقٍ او حاضرٍ اَو آتٍ

"اگر چہ میں ان کے دین کا منکر ہوں لیکن کیا ان کی آیات محکمہ کا بھی منکر ہو جاؤں؟ کیا میں ان کے شرائع و احکام کا انکار کر سکتا ہوں؟ اگر ساری دنیا کے لوگ ان پر عمل کرتے تو وہ آباد دنیا کو بُری عادتوں میں قید نہ کرتے۔

(۱) یہ صاحب کتاب المنادر رشید رضا ہیں چوں کہ سنی ہیں لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کی ولایت سے متعلق آیتوں کے منکر ہیں لیکن مرحوم علامہ محمد حسین طباطبائی رحمۃ اللہ علیہ نے المیزان میں اس کی باتوں کو رد کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

عقل مند و سیاست مدار ذہین و زیرک انسان کہ جس نے تمام جنگوں میں
فتح پائی ہے۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت نے تمام انسانوں کی عقلوں پر
غلبہ پایا ہے اور ان کی تلوار نے دشمنوں کے سروں کو پارہ کیا ہے۔ دنیا میں
ان کی کوئی مثال نہیں ہے' ماضی' حال اور مستقبل کے پہلوان ان سے
پست ہیں۔"

پس قرآن کے مخالف اس کی فصاحت و بلاغت کا انکار نہیں کر سکتے لیکن چوں کہ اس سے دشمنی ہے لہٰذا اس کے معجزہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن کے دوسرے اعجازی پہلوؤں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ غیب کی باتوں کے سلسلہ میں بھی معجزہ ہے۔ غیب کی جو خبریں قرآنِ مجید میں بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک روم پر ایران کے غلبہ کی خبر ہے' خسرو پرویز کے زمانہ میں' اس کے اور قیصر روم کے درمیان ایک جنگ ہوئی۔ ایران کی فوج نے روم کی فوج کو شکست دی۔ جب یہ خبر مکہ پہنچی تو عرب کے بت پرست کہنے لگے: ایرانیوں نے' جو اہل کتاب نہیں ہیں' روم والوں پر فتح پائی ہے جو کہ اہل کتاب ہیں لہٰذا ہم بھی کہ اہل کتاب نہیں ہیں' رسولؐ اور ان کے اصحاب پر جو کہ اہل کتاب ہیں اسی طرح فتح پائیں گے۔ اس وقت آپؐ کے اصحاب کو بہت افسوس ہوا اور انھیں شدید خوف لاحق ہوا لیکن خدا نے سورۂ روم کی ابتدائی آیتیں نازل کیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ○ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (سورۂ روم' آیات ۱-۵)

"اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ الم' روم مغلوب ہو گیا ہے لیکن
مغلوب ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد' تین (۳) سے نو (۹) سال کے

Presented by Ziaraat.Com

درمیان، وہ پھر غالب ہوگا اوّل و آخر ہر زمانہ کا اختیار اللہ ہی کو ہے اور اس
دن ایمان والے خوشی منائیں گے۔ خدا کی نصرت کے سہارے اور خدا
جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے کہ وہ صاحبِ عزت بھی ہے اور مہربان بھی۔"

ان آیتوں میں دو غیبی خبریں تھیں اور دونوں پوری ہوئیں:

① ایران و روم کے درمیان دوبارہ جنگ ہوئی لیکن سابق کے برخلاف اس بار روم کے لشکر نے ایران کی فوج کو شکست دی اور ان پر غلبہ پایا۔

② ایران والوں پر روم والوں کی فتح کی خبر مسلمانوں کو اس وقت ملی جب جنگِ بدر میں کفار پر غلبہ پا چکے تھے اور ان کے ستر (۷۰) آدمیوں کو قتل کر چکے تھے۔

قرآن نے مسلمانوں اور روم والوں کی فتح کی خبر دی تھی اور دونوں ہی کو فتح نصیب ہوئی لیکن پھر اعتراض کرنے والے کہتے ہیں: صحیح ہے کہ اس کا ذکر قرآن میں ہوا ہے لیکن یہ غیبی خبر نہیں ہے بلکہ یہ ایک قسم کی پیشین گوئی ہے، ممکن ہے پوری ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پوری نہ ہو۔

قرآن نے یہ بھی خبر دی تھی کہ رسولؐ اور ان کے اصحاب مکہ کو فتح کریں گے اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب آنحضرتؐ کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا اور آپؐ مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ اس کا آپؐ کو بہت زیادہ رنج تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ (سورۂ قصص، آیت ۸۵)

"بے شک جس نے تم پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ تمہیں مکہ واپس پلٹائے گا۔"

اس آیت کا مفہوم پورا ہوا، رسولؐ ایک لاکھ کے مجمع کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے اور بغیر کسی جنگ و خون ریزی کے مکہ کو فتح کر لیا۔ قرآن نے فتح مکہ کی خبر پہلے ہی دے دی تھی، ارشاد ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ
شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا

Presented by Ziaraat.Com

لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا (سورۂ فتح، آیت ۲۷)

"یقیناً خدا نے اپنے رسولؐ کے خواب کو سچا کر دکھایا، ضرور تم لوگ حق کے ساتھ محفوظ طریقے سے مسجد الحرام میں داخل ہو گے، اپنا سر منڈاؤ گے، تقصیر کرو گے اور کسی قسم کا خوف نہیں ہو گا۔"

پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے ابتدائی زمانہ ہی میں قرآن نے ابولہب کے بارے میں فرمایا تھا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ

(سورۂ لہب، آیت ۱-۲)

"ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور خود اُس کا ستیاناس ہو جائے نہ اُس کا مال کام آیا اور نہ اُس نے جو کمایا تھا۔"

جیسا کہ آپ حضرات ملاحظہ کر رہے ہیں اس آیت میں اس بات کی تصریح ہوئی ہے کہ ابولہب کافر اور جہنمی ہے۔ فرض کیجیے اگر ابوسفیان کی طرح کہ جس نے رسولؐ سے ستر جنگیں لڑی تھیں؛ رسولؐ اور مسلمانوں کا شدید دشمن تھا اور پھر مسلمان ہو گیا تھا۔ ابولہب زندہ رہتا اور کلمہ پڑھ لیتا اور مسلمان ہو جاتا تو اس وقت ان دو آیتوں کا کیا ہوتا؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے، اس نے پورے اعتماد کے ساتھ مسلمانوں کو یہ سمجھا دیا تھا: ابولہب دوسروں کی طرح نہیں ہے وہ کافر ہی مرے گا۔

یا رسولؐ خدا کی دو بیویوں کی داستان بیان کرتا ہے اور ان کے لیے نوح علیہ السلام و لوط علیہ السلام کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ (سورۂ تحریم، آیت ۱۰)

انھوں نے رسولؐ کے حق میں جو خیانت کی تھی خدا نے اس سے پردہ ہٹا دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی اس خیانت کا اعتراف و اقرار کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

قرآنِ مجید منافقوں کی حالت کی خبر دیتا ہے کہ وہ کیا کہتے تھے اور کیا کرتے تھے اور اتفاق سے ایسا ہی ہوا تھا یا آئمہ معصومینؑ کی روایت کے مطابق قرآن نے بنی عباس کی حکومت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (سورۂ محمدؐ، آیت ۲۲)

''کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے گی تو تم قطع رحم کرو گے اور روئے زمین پر فساد برپا کرو گے؟''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (سورۂ مائدہ، آیت ۵۴)

''اے ایمان لانے والو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے گا (وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا) اور خدا عنقریب ایسے گروہ کو لائے گا کہ جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ بھی اسے دوست رکھتے ہیں وہ مومنوں کے لیے خاکسار اور کافروں کے مقابلے میں سخت اور طاقت ور ہیں وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کرتے۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے وہ (اپنے فضل میں) صاحبِ وسعت اور جاننے والا ہے۔''

اس آیت کا مصداق حضرت علی علیہ السلام اور راہِ خدا میں آپؑ کا جہاد ہے[1] آئمہؑ سے وارد ہونے والی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے ان آیات میں امامِ زمانہؑ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور

(۱) ملاحظہ ہو: بحار الانوار، ج ۱۷، ص ۱۷۵، ج ۲۲، ص ۶۲، ج ۳۲، ج ۳۹، ص ۱۶، تفسیر فرات کوفی، ص ۱۲۳ قال حدثني الحسين بن سعيد معنعناً عن ابي جعفر في قوله: (فسوف ياتي الله بقوم يحبهم و يحبّونه) قال: عليٌّ و شيعته.

Presented by Ziaraat.Com

آپؐ کے اصحاب کی شان بھی ہے۔

تفسیر المیزان میں مرقوم ہے:

یہ آیتیں ملاحم میں سے ہیں علاوہ اس کے کہ یہ آیتیں حضرت علی علیہ السلام کے کردار کی عکاس ہیں۔

ان کا تعلق امامِ زمانہ علیہ السلام سے بھی ہے(1)

قرآنِ مجید میں ایسی آیات بہت زیادہ ہیں جو غیب کی خبر دیتی ہیں۔

قرآنِ مجید کے اعجازی پہلوؤں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سابقہ اُمتوں اور گذشتہ انبیاءؑ کی داستانوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے، حالاں کہ رسولؐ نے اس دنیا میں نہ کسی سے پڑھنا سیکھا تھا نہ لکھنا، کیوں کہ آپؐ علم نبوت سے اس پر قدرت رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں قرآنِ مجید فرماتا ہے:

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (سورۂ عنکبوت، آیت ۴۸)

"آپؐ اس سے قبل لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے ورنہ لوگ شک میں پڑ جاتے۔"

قرآنِ مجید میں داستانیں بڑی تفصیل اور بڑی خوبی سے بیان ہوئی ہیں جب کہ رسولؐ کا تعلق نہ یہود سے تھا نہ نصاریٰ سے، خصوصاً مکہ میں ان سے کوئی ربط نہیں تھا کیوں کہ وہاں نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ اس بات کی دلیل یہ ہے قرآن علم بشر کے علاوہ دوسرے منبع سے صادر و نازل ہوا ہے۔ خصوصاً اگر آپ حضرات قرآن کی داستانوں کا توریت و انجیل کی داستانوں سے موازنہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں میں انبیاءؑ کی طرف کتنے گناہوں کی نسبت دی گئی ہے اور خدا کو (معاذ اللہ) عاجز اور مجسم قرار دیا گیا ہے۔

قرآنِ مجید کے اعجاز کے اور پہلو بھی ہیں، مثلاً بعض علما کہتے ہیں: نفوس پر قرآنِ مجید کا اثر بجائے خود ایک معجزہ ہے اس کے علاوہ اور بھی اعجازی صورتیں ہیں جن کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

(1) تاویل الآیات الظاہرۃ ۱۵۵، و روی عن امیرالمومنینؑ انه قال یوم البصرۃ: ما قوتل أهل هذه الآية حتى اليوم يعني أنهم الذين ارتدوا عن الدين و هو و اصحابه القوم الذين يُحبُّونَ اللهَ و يُحبّهم فافهم ذلك. و ذكر علي بن إبراهيمؒ: أن المُخاطَبة بقوله عزّ و جلّ: (مَن يَرتَدَّ مِنكُم عَن دِينِهِ)، هي لأصحاب النبيّ الّذين ارتدّوا بعد وفاته و غصبوا آل محمّد حقوقهم. و قوله: (فسوف يأتي اللهُ بقومٍ) الآية، فإنها نزلت في القائمِ من آلِ محمّدٍ.

Presented by Ziaraat.Com

# تیسری تقریر

## فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے قرآن کا چیلنج اور دشمنوں کا اس کا جواب لانے سے عاجز رہنا

قرآن کا اعجاز امام رضا علیہ السلام کے کلام کی روشنی میں

قرآن تمام علوم کا سرچشمہ ہے

اعجاز قرآن کے بارے میں قرآن اور رسول کا چیلنج

قرآن سے لڑنے والوں کا رسوا ہونا

قرآن کا جواب لانے سے دشمنوں کا قاصر رہنا

الٰہیات سے متعلق بحث کے سلسلہ میں قرآن کا اعجاز

قرآن ایک جامع کتاب ہے

قرآن پڑھنے والوں کی قسمیں

Presented by Ziaraat.Com

ابن سکیت[1] امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ لاٹھی کا سانپ بنانا اور ید بیضا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مُردوں کو زندہ کرنا اور پیدائشی اندھوں کو شفا دینا تھا اور حضرت محمدؐ کا معجزہ قرآن ہے،اس کی وجہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر و جادو کا دورٗ دورہ تھا اور اس عہد میں ساحروں اور جادوگروں کی بڑی اہمیت تھی لہٰذا آپؑ کا معجزہ عصا کو اژدھا بنانا اور ید بیضا وغیرہ تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علم طب اپنے عروج پر تھا اور اس زمانہ میں بڑے بڑے طبیب موجود تھے لہٰذا آپؑ کا معجزہ مُردوں کو زندہ کرنا اور پیدائشی اندھوں کو بینائی عطا کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ساحروں نے یہ دیکھا کہ آپؑ نے عصا کو اژدھا بنا دیا تو وہ سمجھ گئے اس کا تعلق جادو یا سحر سے نہیں ہے بلکہ یہ سحر و جادو سے بلند ہے اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جب اطبا نے مُردوں کو زندہ کرتے اور پیدائشی اندھوں کو شفا عطا کرتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ ہمارے طب سے بلند ہے کیوں کہ طبیب بعض امراض کا علاج کرتا ہے لیکن مُردوں کو زندہ کر دینا انسان کے قبضہ کی بات نہیں ہے اور چوں کہ رسولؐ اکرم کے زمانہ میں عرب کا عظیم ترین ہنر فصاحت و بلاغت تھی اور اس میں عرب کو مہارت

---

(۱) ابن سکیت شیعہ ادیب تھے۔ایک دن متوکل نے ان سے یہ معلوم کیا کہ تم میرے بیٹوں سے زیادہ محبت کرتے ہو یا حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام سے؟ انھوں نے جواب دیا: حضرت علی علیہ السلام کے غلام قنبر رضی اللہ عنہ تمھارے دونوں بیٹے سے بلند ہیں، حسنینؑ کا مرتبہ تو بہت بلند ہے اس پر وہ غضب ناک ہوگیا اور حکم دیا: اسے عبرت ناک طریقہ سے قتل کیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیں: الکنی والالقاب، ج۱،ص۳۰۲ قتلہ المتوکل فی خامس رجب سنۃ ۲۴۴ و سببہ ان المتوکل قال لہ یوما: ایّھما احبّ الیك ابنای ھذان أی المعتز و المؤیّد أم الحسنؑ و الحسینؑ؟ فقال ابن السکیت: واللّٰہ إنّ قنبراً خادم علیؑ بن ابی طالبؑ خیر منك ومن ابنیك. فقال المتوکّل للأتراك: سلّوا لسانہ من قفاہ. ففعلوا فمات و قیل: بل اثنی علی الحسنؑ و الحسینؑ و لم یذکر ابنیہ فأمر المتوکل الأتراك فداسوا بطنہ فحُمِل الیٰ دارہ فمات بعد غدٍ من ذلك.

Presented by Ziaraat.Com

حاصل تھی[1] لہٰذا قرآن رسولؐ کا عظیم ترین معجزہ تھا چناں چہ جب قرآن نازل ہوا اور لوگوں نے اس کی آیتوں کو سنا تو سب نے اس بات کی تصدیق کی' ایسا کلام انسان کی طاقت سے باہر ہے' یہاں تک کہ جو لوگ دشمنی کی وجہ سے اس کی تصدیق نہیں کرتے تھے' وہ بھی یہ کہتے تھے کہ یہ سحر ہے[2]

مختصر یہ کہ قرآن رسولؐ کا عظیم ترین معجزہ ہے اور تا قیامت خلقِ خدا پر حجت ہے۔

رسولؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اِن اَرَدتُم عَیشَ السُّعداءِ و مَوتَ الشّھداءِ والنجاۃَ یومَ الحَسرَۃِ
و الظِّلَّ یومَ الحَرُورِ و الھدیٰ یوم الضلالۃِ فادرسوا القرآن
فاِنّہ کَلامُ الرَّحمٰنِ و حِرزٌ من الشّیطان و رَجحَانٌ فِی المیزانِ

---

(۱) ان کے بچے بھی فصیح و بلیغ تھے۔ خانۂ کعبہ میں سبعہ معلقات وغیرہ کا آویزاں کرنا اس کا ثبوت ہے۔ قرآن کے نازل ہونے کے بعد جب عرب والوں نے اس کی فصاحت و بلاغت کو دیکھا تو بہت شرمندہ ہوئے اور خانۂ کعبہ سے ایسے قصائد کو اُتار لیا۔ مشہور ہے کہ طائف میں ایک بازار تھا جس کا نام "عکاظ" تھا۔ جس کے پاس کوئی مال و متاع ہوتا تھا وہ اسے وہاں لے جاتا تھا اور معرض فروخت میں رکھ دیتا تھا۔ اسی بازار میں شعرا اور خطبا بھی جمع ہوتے اور اپنے اشعار و خطبات کو پڑھتے تھے اور جو خطبہ یا اشعار دیگر خطبات و اشعار پر فوقیت لے جاتے تھے۔ انہی خانۂ کعبہ کی دیواروں پر آویزاں کر دیا جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں عرب کا اہم ترین ہنر فصاحت و بلاغت ہی تھی۔

(۲) کافی' ج۱، ص۲۴' بحارالانوار' ج۱، ص۷۰، ج۱۷، ص۲۱۰' احتجاج طبرسی، ج۲، ص۲۲۳' علل الشرائع، ج۱، ص۱۲۱' عیون اخبارالرضاؑ، ج۲، ص۷۹' عن ابی یعقوب البغدادی' قال ابن السکیت لأبی الحسنؑ: لماذا بعث اللّٰہ موسیٰ بن عمرانؑ بالعصا ویدہ البیضاء و آلۃ السحر و بعث عیسیٰ بآلۃ الطبّ و بعث محمداً بالکلام و الخطب؟ فقال ابوالحسنؑ: ان اللّٰہ لمّا بعث موسیٰؑ کان الغالب علیٰ اھل عصرہ السحر فأتاھم من عنداللّٰہ بمالم یکن فی و سعھم مثلہ وما ابطل بہ سحر ھم و اثبت بہ الحجّۃ علیھم و ان اللّٰہ بعث عیسیٰؑ فی وقت قد ظھرت فیہ الزمانات و احتاج النّاس الیٰ الطبّ فأتاھم من عنداللّٰہ بما لم یکن عندھم مثلہ و بما أحیالھم الموتیٰ و أبرأ الأکمہ و الأبرص بإذن اللّٰہ و اثبت بہ الحجۃ علیھم و ان اللّٰہ بعث محمداً فی وقت کان الغالب علیٰ أھل عصرہ الخطب و الکلام و أظنہ' قال: الشعر فأتاھم من عنداللّٰہ من مواعظہ و حکمہ ما أبطل بہ قولھم و اثبت بہ الحجۃ علیھم. قال: فقال ابن السّکیت: تاللّٰہ مارأیت مثلک قط' الحجّۃ علیٰ الخلق الیوم؟ قال: فقال: العقل یعرف بہ الصادق علیٰ اللّٰہ فیصدقہ و الکاذب علیٰ اللّٰہ فیکذبہ. قال: فقال ابن السکیت: ھذا و اللّٰہ الجواب.

Presented by Ziaraat.Com

"اگر تم چاہتے ہو کہ کام یاب لوگوں کی زندگی جیو اور شہیدوں کی موت مرو اور حسرت و یاس کے دن نجات پاؤ اور روز محشر کی گرمی سے امان میں رہو اور گم راہی سے ہدایت پاؤ تو قرآن فہمی کی کوشش کرو کیوں کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور شیطان سے بچنے کے لیے امان ہے اور جس کے پاس علم قرآن ہوگا روز قیامت اس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا" (بحارالانوار ج ۹۲، ص ۱۹ بحوالہ جامع الاخبار)۔

قرآن تمام علوم کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ علم خدا کا بحر بیکراں ہے' رسولؐ کا زندۂ جاوید معجزہ ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے قرآن کو اہمیت دی جائے اسے حفظ کیا جائے' اس کی تفسیر دریافت کی جائے' اس کے حقائق اور باریکیوں سے استفادہ کیا جائے۔

قرآن' رسولؐ اسلام کا باقی رہنے والا معجزہ ہے' اس کے ذریعے ہر مسلمان اسلام کے مخالفوں کو چیلنج کر سکتا ہے اور انھیں یہ بتا سکتا ہے کہ یہ رسولؐ کی آسمانی کتاب' خدا کا کلام ہے۔ اگر تم اس بات کو نہیں مانتے تو اس جیسا کلام لے آؤ۔ ہرگز نہیں لا سکو گے۔ اس کا جواب لانے سے سب عاجز رہیں گے۔

واضح رہے کہ قرآن کا اعجاز فصاحت و بلاغت ہی میں منحصر نہیں ہے' ہاں فصاحت و بلاغت اس کے اعجازی پہلو ہیں اور رسولؐ نے قرآن کی فصاحت و بلاغت کے اعجاز کے ذریعے عرب کے فصیح و بلیغ لوگوں کو متعدد بار چیلنج کیا ہے:

① بعثت کے ابتدائی زمانہ میں شہر مکہ میں اس وقت چیلنج کیا تھا جب قرآن کا کچھ حصہ نازل ہوا تھا' مخالفوں سے فرمایا: قرآن کا مثل لے آؤ اس کا جتنا حصہ نازل ہو چکا ہے اتنے ہی حصہ کا جواب لے آؤ۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (سورۂ طور آیات ۳۰-۳۳)

Presented by Ziaraat.Com

"(یہ کافر کیا کہہ رہے ہیں؟) کیا یہ کہہ رہے ہیں: رسولؐ شاعر ہیں؟ اور ہم ان کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں جس طرح دوسرے شعرا مر گئے اور ان کا نام تک باقی نہیں ہے اسی طرح ان کا نام بھی نہیں رہے گا۔ اے رسولؐ! ان سے کہہ دیجیے کہ تم انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے۔ یا انھیں ان کے وہم وخواب نے اس بات پر اُکسایا ہے کہ قرآن کا انکار کر دو؟ یا یہ لوگ سرکش و باغی ہیں؟ یا یہ کہتے ہیں: اس قرآن کو رسولؐ نے خود بنا لیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتے ہیں۔"

پس ان سے کہہ دیجیے:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ (سورۂ طور آیت ۳۴)

"اگر وہ سچے ہیں تو قرآن کے مثل کلام لے آئیں۔"

(۲) مکہ ہی میں یہ آیت نازل ہوئی:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ (سورۂ ہود آیت ۱۳)

"یہ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ افترا ہے رسولؐ نے بنایا ہے؟ اور اگر تمھاری بات صحیح ہے تو تم اس کے مثل دس سورے بنا لاؤ۔"

آخر کار وہ قرآن کے مثل سورے نہ لا سکے۔

(۳) سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے:

إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۳)

"اگر تم اس قرآن کے بارے میں شک کر رہے ہو جو ہم نے اپنے رسولؐ پر نازل کیا ہے تو اس جیسا ایک سورہ لے آؤ (تاکہ یہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے)۔"

Presented by Ziaraat.Com

قرآن میں کوثر، عصر اور توحید جیسے چھوٹے چھوٹے سورے موجود ہیں لیکن تعجب ہے کہ عرب قرآن کے مقابلہ میں ایسی ہی فصاحت و بلاغت کا کلام اتنا بھی پیش نہ کر سکے حالاں کہ وہ فصاحت و بلاغت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ عرب کے عظیم ترین فصحا میں سے ایک نبوت کا مدعی، مسیلمہ کذاب جب قرآن کے مثل کلام بنانے کی کوشش کرتا ہے تو ایسا کلام بناتا ہے کہ جس سے خود ہی رسوا ہوتا ہے۔

قرآن کے مقابلہ میں اس نے جو کلام پیش کیا تھا اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

و المبذرات بذراً و الحاصدات حصداً و الذاریات قمحاً و الطاحنات طحناً و العاجنات عجناً و الخابزات خبزاً و الثاردات ثرداً و اللاقمات لقماً اهالة و سمناً

"قسم ہے ان لوگوں کی جو کھیتی کرتے ہیں، قسم ہے ان لوگوں کی جو کھیتی کاٹتے ہیں، قسم ہے ان لوگوں کی جو روٹی پکاتے ہیں اور قسم ہے ان لوگوں کی جو روٹی کھاتے ہیں" (منتہی الآمال، ص۳۳، قرآن و آخری پیغمبر، ص۴۵)۔

الفیل ما الفیل، له خرطوم طویل، ذنب و ثیل

"ہاتھی اور ہاتھی کیا ہے، اس کی سونڈ لمبی ہے اور اس کی دم مضبوط ہے" (قرآن و آخرین پیغمبر، ص۴۹)۔

اس جیسا ہی بہت سا کلام ہے جو اس کی رسوائی کا باعث ہوا۔

ہر زمانہ میں مخالفین قرآن کا جواب دینے کے لیے تیار ہوئے ہیں لیکن کبھی کام یاب نہیں ہوئے۔ اس کا جواب لانے سے ہمیشہ عاجز رہے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام کے عہد امامت میں منصور دوانقی کی غاصبانہ حکومت کے زمانہ میں ملحدوں کا ایک گروہ وجود میں آیا، انھوں نے امام صادق علیہ السلام سے بحث کی۔ آپؑ نے انھیں شکست دے دی پھر وہ ایک روز سب مسجد الحرام میں جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے: ہمیں کچھ غور کرنا چاہیے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کرنی چاہیے اور چوں کہ قرآن

Presented by Ziaraat.Com

مسلمانوں کی بہت بڑی حجت و دلیل ہے لہٰذا ہمیں قرآن کا جواب لکھنا چاہیے تاکہ شر و فساد ختم ہو جائے۔ یہ بھی فصاحت و بلاغت میں مہارت رکھتے تھے پھر انھوں نے اس کا جواب لکھنے کے لیے اپنے درمیان سے ایسے چار افراد کو منتخب کیا جو فصاحت و بلاغت میں سب سے زیادہ مہارت رکھتے تھے ان چار اشخاص نے یہ طے کیا کہ ایک سال تک وہ تحقیق و جستجو کریں گے اور ہر ایک قرآن کے ۱/۴ حصہ کے مثل کلام ایجاد کرے گا پھر سب مسجد میں جمع ہوں گے اور اپنے ایجاد کیے ہوئے کلام کو ایک دوسرے کے سامنے پیش کریں گے اور اس کے بعد مسلمانوں سے بحث کریں گے۔

ایک سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد جب یہ چاروں مسجد الحرام میں جمع ہوئے تو ان میں سے ایک نے کہا: حقیقت تو یہ ہے کہ جب میں اس آیت:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (سورۂ انبیاء، آیت ۲۲)

پر پہنچا تو میں سمجھ گیا کہ یہ بشر کا کلام نہیں ہے اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے نے کہا: جب میں اس آیت:

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا (سورۂ یوسف، آیت ۸۰)

تو متوجہ ہو کر قرآن کا جواب نہیں لایا جا سکتا' یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔

تیسرے نے کہا: جب میں اس آیت:

وَ قِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

(سورۂ ہود، آیت ۴۴)

پر پہنچا تو میں سمجھ گیا کہ اس کا جواب نہیں لایا جا سکتا۔

چوتھے نے کہا: جب میں نے اس آیت:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ

Presented by Ziaraat.Com

وَ اِنۡ یَّسۡلُبۡہُمُ الذُّبَابُ شَیۡئًا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡہُ مِنۡہُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الۡمَطۡلُوۡبُ (سورۂ حج' آیت ۷۳)

کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ قرآن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

اتفاق سے اسی وقت ادھر سے امام جعفر صادق علیہ السلام کا گزر ہوا اور آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَ لَوۡ کَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا

(سورۂ اسرائیل' آیت ۸۸)

"کہہ دیجیے کہ اگر تمام انس و جن مل کر اس قرآن کا جواب و مثل لانا چاہیں تو بھی اس کا مثل نہ لا سکیں گے خواہ ان میں بعض' بعض کے پشت پناہ ہی بن جائیں۔"

## اعجازِ قرآن کے پہلو

ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ قرآنِ مجید کی فصاحت و بلاغت اعجازِ قرآن کا ایک پہلو ہے کیوں کہ قرآن مختلف جہات سے معجزہ ہے۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں غیب کی خبریں بیان ہوئی ہیں۔ مستقبل میں رونما ہونے والی چیزوں کی خبر دی گئی ہے۔

اس کے اعجاز کا پہلو قرآن کے الٰہیات ہیں۔ خدا کی اس کتاب میں' خدا کی ذات و صفات' اس کے اسما و افعال' موجودات میں اس کی قدرت نمائی' عالم میں کارفرما عجیب نظم و نسق اور بہت سے اہم مطالب بیان ہوئے ہیں۔ تقریباً سات سو آیتیں کائنات کے علم سے متعلق ہیں جو آسمان و زمین اور ممکنات میں خدا کی قدرت کے آثار کو بیان کرتی ہیں۔

قرآن کے اعجاز میں سے اس کا حُسنِ اسلوب بھی ہے۔

قرآنِ مجید میں اس کے علاوہ بھی اعجاز کے پہلو ہیں' جنھیں بیان کرنا چاہیے لیکن اہم

Presented by Ziaraat.Com

چیز یہ ہے کہ ہمیں قرآن اور اس کی تفسیر کو سمجھنے اور اس کے نکات و باریکیوں کو جاننے کے لیے غور و فکر کرنا چاہیے۔ قرآن میں سب کچھ موجود ہے کسی بھی چیز کو چھوڑا نہیں گیا ہے' چناں چہ ارشاد ہے:

كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ یٰس' آیت ۱۲)

"اور ہم نے ہر چیز کو امام مبین' واضح کتاب میں سمو دیا ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (سورۂ انعام' آیت ۳۸)

"ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔"

بحث کی تکمیل کے لیے درج ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں:

قال ابو جعفر: قُرّاءُ القُرآنِ ثَلاثَةٌ: رَجُلٌ قَرأ القُرآنَ فاتَّخَذَهُ بِضَاعَةً و استَدَرَّ بِهِ المُلُوكَ و استَطَالَ بِهِ عَلَىٰ النَّاسِ ورَجُلٌ قَرأ القُرآنَ فَحَفِظَ حُرُوفَهُ وضَيَّعَ حُدُودَهُ و أقامَهُ إقامَةَ القَدحِ فَلا كَثَّرَ اللّٰهُ هؤلاء مِن حَمَلَةِ القُرآنِ ورَجُلٌ قَرأ القُرآنَ فَوَضَعَ دَواء القُرآنِ عَلىٰ دَاءِ قَلبِهِ فأسهَرَ بِهِ لَيلَهُ و أظمأ بِهِ نَهارَهُ و قَامَ بِهِ فِي مَساجِدِهِ و تجافي بِهِ عَن فِراشِهِ فَبِأُولٰئِكَ يَدفَعُ اللّٰه العَزيزُ الجَبَّارُ البلاءَ و بِأُولٰئِكَ يُديلُ اللّٰه عَزَّ و جَلَّ مِنَ الأعداءِ وبِأُولٰئِكَ يُنزِلُ اللّٰهُ عَزَّ و جَلَّ الغَيثَ مِنَ السَّماءِ فَوَاللّٰه لَهُوَ لاءِ فِي قُرّاءِ القُرآنِ أعزُّ مِنَ الكِبريتِ الأحمَرِ (اصول کافی' ج۲' ص۶۲۷)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: قرآن پڑھنے والے تین قسم کے ہیں:

(۱) ایک شخص قرآن پڑھتا ہے لیکن اسے ذریعہ معاش اور کمائی کا وسیلہ بنا لیتا ہے' بادشاہوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے' لوگوں کے سامنے بڑا بنتا ہے۔

(۲) دوسرا قرآن پڑھتا ہے اور اس کے حروف کو یاد کر لیتا ہے لیکن اس کے حدود و احکام کو

Presented by Ziaraat.Com

ضائع کر دیتا ہے اسے ایسا تیر سمجھ لیتا ہے کہ جس کی اصلاح ہوئی ہے دعا ہے کہ خدا ایسے لوگوں کی کثرت نہ ہونے دے۔

(۳) جو قرآن پڑھتا ہے اور اس سے اپنا روحانی علاج کرتا ہے اسے اپنے درد کی دوا قرار دیتا ہے' دن بھوکا پیاسا رہتا ہے (یعنی روزہ رکھتا ہے) اور رات میں عبادت کرتا ہے اور اپنی جائے عبادت پر عبادت کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے وسیلہ سے خدا دشمنوں کے شر سے بچاتا ہے' بارش برساتا ہے' خدائے بزرگ و برتر کی قسم قرآن کے ایسے قاریوں کی تعداد بہت کم ہے اور وہ کبریت احمر' سرخ یاقت سے بھی زیادہ کم یاب ہیں۔

......☆......

Presented by Ziaraat.Com

# معاد

Presented by Ziaraat.Com

# پہلی تقریر

## معادِ جسمانی و روحانی

معادؔ اُصولِ دین سے ہے اور اس کا انکار دین کے لازمی جز کا انکار ہے

معادِ روحانی وجسمانی

مُردوں کی ہڈیوں کو پہلی ہی صورت میں زندہ کرنا معادِ جسمانی کی دلیل ہے

انسانوں کا قبروں سے اُٹھنا بھی معادِ جسمانی کی دلیل ہے

Presented by Ziaraat.Com

ہمارے اہم اعتقادی مسائل میں سے معاد بھی ہے۔ یہ اُصول اور ضروریات دین میں سے ہے۔ معاد اہم اصل ہے جس کو خدا نے بیان کیا ہے لہٰذا جو شخص معاد کا انکار کرتا ہے وہ حقیقت میں اُصول اور ضروریات دین میں سے ایک اصل کا انکار کرتا ہے۔ پس مسئلہ معاد بالکل توحید ہی کی مانند اہم اصل ہے۔

کیا قیامت میں معاد روحانی ہوگی یعنی جیسا کہ بعض فلاسفہ کہتے ہیں: وہاں لذت جسمانی کھانا' پینا بالکل نہیں ہے یا قیامت میں معادِ جسمانی ہے؟

صحیح بات یہ ہے کہ معادِ روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی ہے۔ جنت میں روح تمام لذتوں سے مالا مال ہوگی اور بدن بھی جہنم میں عذاب کا مزہ چکھیں گے اور روح کو بھی عذاب ہوگا۔

قرآن کی آیت سے جسم و روح کی بازگشت سمجھ میں آتی ہے۔

قرآن کی جو آیتیں معادِ جسمانی کو ثابت کرتی ہیں ان میں سے ایک آیت یہ ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ○ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ

(سورۂ یٰسٓ' آیات ۷۷-۷۹)

''کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے اور اب وہ ہمارا کھلا دشمن ہوگیا ہے اور ہمارے لیے مثال بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا (کہ کتنے مرحلے طے کیے ہیں) کہتا ہے: ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دیجیے کہ وہی زندہ کرے گا کہ جس نے انھیں پہلی مرتبہ زندگی دی تھی اور وہ ہر خلقت و آفرینش کا عالم ہے۔''

Presented by Ziaraat.Com

پھر فرماتا ہے:

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سورۂ یٰس آیات۸۱-۸۳)

"جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟ یقیناً وہ خلق کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ خدا کا امر تو بس یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا چناں چہ وہ ہو جاتی ہے۔ پس پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز ہے اور تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہوگی۔"

واضح ہے کہ اس آیت میں خداوند عالم یہ فرماتا ہے: جو لوگ معاد کے بارے میں شک کرتے ہیں اگر وہ اپنے وجود کے بارے میں غور کریں گے تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ جس خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے وہی انسان کو لوٹائے گا۔

یہی آیت معادِ جسمانی و معادِ روحانی پر بھی دلالت کرتی ہے کیوں کہ ارشاد ہے:

"ہم انھیں ہڈیوں کو زندہ کریں گے بالکل ایسے ہی جیسے ہم نے انھیں پیدا کرتے وقت زندگی دی تھی" (یٰس ۷۹: قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ)۔

دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ

Presented by Ziaraat.Com

مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِکَیۡلَا یَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَیۡئًا وَ تَرَی الۡاَرۡضَ ہَامِدَۃً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡہَا الۡمَآءَ اہۡتَزَّتۡ وَ رَبَتۡ وَ اَنۡۢبَتَتۡ مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍۭ بَہِیۡجٍ (سورۂ حج' آیت ۵)

"اے لوگو! اگر تمھیں معاد کے بارے میں شک ہے تو تم اپنی پیدائش و خلقت کے بارے میں غور کرو کہ ہم نے تمھیں خاک سے پھر نطفہ سے (خاک سے غذا دی' غذا سے نطفہ بنا) اور نطفہ کے بعد خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا' پھر اس جمے ہوئے خون کو گوشت کی صورت میں لائے۔ ہو سکتا ہے پیدائش میں کامل ہو یا ناقص تا کہ تم یہ جان لو کہ خدا ہر قسم کی خلقت کو جانتا ہے اسی طرح ہم جس کو چاہتے ہیں ایک معین مدت تک عورتوں کے رحم میں رکھتے ہیں اور پھر تمھیں بچہ کی صورت میں تمھاری ماؤں کے شکم سے دنیا میں لاتے ہیں یہاں تک بالغ ہو جاتے ہو اور رشد و نمو پاتے ہو لیکن تم میں سے بعض پہلے ہی مر جاتے ہیں اور بعض طویل عمر گزارتے ہیں اور تمھاری طاقت ختم ہو جاتی ہے یہاں تک تم ان چیزوں کو بھی بھول جاتے ہو جن کو تم جانتے تھے۔"

پس جس خدا نے انسان کو اس مرحلہ تک پہنچایا ہے۔ وہ اسے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ اسی آیت میں ایک اور دلیل قائم کرتا ہے' فرماتا ہے:

"تم دیکھتے ہو کہ یہ زمین خشک' مردہ اور بنجر و سپاٹ تھی۔ لیکن جب ہم نے بارش برسائی تو اس میں حرکت آ گئی اور ہر نباتات کے جوڑے پرورش پانے لگے' جو ہرے بھرے اور پُر کیف منظر پیش کرتے ہیں۔"

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ وَ اَنَّہٗ یُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۙ﴿۶﴾ وَّ اَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡہَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰہَ یَبۡعَثُ مَنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ (سورۂ حج' آیات ۶-۷)

Presented by Ziaraat.Com

"یہی انسان کی خلقت' اس کے تکاملی مراحل اور زمین کی خلقت اور مردہ زمین سے پیڑ پودوں کا پیدا ہونا بھی اس کی حقانیت و قدرت کی دلیل ہے اور مُردوں کو اپنے دستِ قدرت سے زندہ کرنا اور قیامت میں مُردوں کا اپنی قبروں سے اُٹھنا یہ سب اس کی قدرت کی دلیلیں ہیں۔"

پس معاد پر دو طریقوں سے استدلال کیا گیا ہے:

① انسان کی خلقت اور اس کے مراحل سے۔

② بارش برسنے اور اس کے نتیجہ میں زمین سے پیڑ پودوں کے اُگنے سے اور آیت یا یہ جملہ "ان اللّٰہ یبعث من فی القبور" بھی جسمانی و روحانی معاد پر دلالت کرتی ہے' معاد صرف روحانی نہیں ہے بلکہ روح و بدن کے ساتھ ہے۔ اگر روحانی ہی ہوتی تو تو پھر قبروں سے مُردوں کو اُٹھانے کی ضرورت نہ ہوتی۔

قرآنِ مجید کی تمام آیتوں کی دلالت اس بات پر ہے کہ قیامت کے دن خداوند عالم روح و بدن دونوں کو زندہ کرے گا' فرماتا ہے:

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ (سورۂ حج' آیت ۵)

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمھارے بدن اور تمھاری روح کو زندہ کریں گے۔ پس معاد کے معنی ہیں روح و بدن کی بازگشت۔

یہ تھا معاد کی بحث کا خلاصہ لیکن اس کی کیفیت اور وہ مثالیں جو خدا نے قرآن میں بیان کی ہیں' جیسے حضرت عزیزؑ و ابراہیمؑ اور اصحابِ کہف (جو کہ ۳۰۹ سال تک غار میں تھے اور ان کے بدن میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی تھی جب وہ بیدار ہوئے تو کہنے لگے: ہم بہت سوئے ہیں) کا قصہ دوسری آیتوں کی طرح یہ آیتیں بھی جسمانی و روحانی معاد پر صریح طور پر دلالت کر رہی ہیں۔

......★......

Presented by Ziaraat.Com

# دوسری تقریر

## معادِ جسمانی و روحانی

جو منظر حضرت عزیز علیہ السلام نے دیکھا وہ معادِ جسمانی کی دلیل ہے

پرندوں کا زندہ ہونا معادِ جسمانی کی دلیل ہے

Presented by Ziaraat.Com

قال اللہ تبارک و تعالیٰ:

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹)

''یا اس بندے کی مثال جس کا گزر اس قریہ سے جو کھنڈر بن گیا تھا اور اس کے رہنے والے مر چکے تھے اس بندہ نے کہا: خدا ان کو ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو خدا نے اس بندے کو سو سال کے لیے موت دے دی پھر اسے زندہ کیا اور پوچھا: کتنی دیر پڑے رہے؟ انھوں نے ایک دن یا اس سے کچھ کم۔ فرمایا نہیں، بلکہ سو سال اب تم اپنے کھانے، پینے دیکھو خراب تک نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھو (وہ سڑ گل گیا) اس طرح ہم تمھیں لوگوں کے لیے نشانی بنانا چاہتے ہیں، اب ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم انھیں جوڑ کر کس طرح ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ جب ان پر یہ بات آشکار ہو گئی تو بول اُٹھے، مجھے معلوم ہے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔''

یہ تو ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ خداوند عالم نے قرآنِ مجید کی جن آیتوں میں معاد کا ذکر کیا ہے ان سے معادِ جسمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور معادِ روحانی بھی یعنی انسان اسی بدن اور اسی روح کے ساتھ محشور ہو گا۔

Presented by Ziaraat.Com

مذکورہ آیت انھیں آیتوں میں سے ایک ہے جو معادِ جسمانی و روحانی کو صریح طور پر ثابت کرتی ہیں۔ یہ آیت حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتی ہے اور سابقہ پر عطف ہے۔ وہ آیت خدا کی وحدانیت کے بارے میں ہے جو نمرود پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت کو بیان کرتی ہے۔

یہ آیت کس سے متعلق ہے؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کا تعلق حضرت عزیر علیہ السلام سے ہے یا حضرت ارمیا علیہ السلام یا حضرت خضر علیہ السلام یا دیگر انبیاءؑ سے ہے۔ بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ اس کا تعلق ایک کافر سے ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جس سے اس آیت کا تعلق ہے وہ پیغمبر تھے اور اس سے بھی زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔

بنابرایں خداوند عالم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے: یا اس بندے کی مثال جس کا گزر ایک ویران قریہ کی طرف سے ہوا تھا جس کے رہنے والے مر چکے تھے۔

ایک جماعت کا قول یہ ہے: وہ قریہ بیت المقدس تھا کہ جس کو بخت نصر نے خراب ویران کر دیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں: وہ قریہ تھا جس کا ذکر اس سے پہلے کی چند آیتوں میں ہوا' فرماتا ہے: وہ گروہ کہ جس میں ہزاروں آدمی تھے انھوں نے موت کے ڈر سے شہر چھوڑ دیا تھا تاکہ موت سے نجات پا سکیں لیکن خدا نے ان سے کہا: مر جاؤ اور پھر انھیں زندہ کیا۔ خدا صاحبِ فضل ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا دیکھا کہ شہر ویران ہو گیا ہے اور اس کے باشندے مر چکے ہیں۔

انھیں تعجب ہوا' خدا انھیں جو کہ مر چکے ہیں مدتِ دراز کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟

اس کے بعد خدا نے انھیں سو سال کے لیے موت دے دی پھر انھیں زندہ کیا اور مخاطب قرار دیا (اس خطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب پیغمبرؑ ہے نہ کہ کافر) کہ کتنی دیر پڑے رہے؟ کیوں کہ پہلے انھوں نے یہ سوچا کہ نیند آ گئی تھی لیکن بعد میں انھیں بتایا گیا کہ اصل

Presented by Ziaraat.Com

میں تم مر گئے تھے۔ کتنی دیر پڑے رہے؟ عرض کیا: ایک دن یا اس سے کم' ارشاد ہوا' سو سال سے مردہ پڑے تھے۔ اپنے کھانے' پینے کو دیکھو کہ خراب تک نہیں ہوا۔

آیت میں وارد لفظ شراب سے مراد پینے کی چیز ہے' شراب نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ انگور کی شراب تھی اور خراب نہیں ہوئی تھی اسے خدا نے اپنی قدرت سے تازہ بنا رکھا تھا۔

اب اپنے گدھے کو دیکھو اور اس کی ہڈیوں کو دیکھو' ہم تمھیں اپنی قدرت کی نشانی قرار دینا چاہتے ہیں' اپنے گدھے کی ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم انھیں کس طرح حرکت میں لاتے ہیں اور ان پر کس طرح گوشت چڑھاتے ہیں۔

جب ان پر یہ بات آشکار ہوگئی تو سمجھ گئے کہ خدا کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا لہٰذا آواز دی: مجھے معلوم ہے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

اس "مجھے معلوم ہے" سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ معاد پر ان کا ایمان تھا اور جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا:

لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (سورۂ بقرہ' آیت ۲۶۰)

"اسی طرح ان کے اطمینان ویقین کے لیے یہ صورت پیش آئی ہے۔"

پس یہ آیت بھی معادِ جسمانی و روحانی پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح خداوند عالم دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (سورۂ بقرہ' آیت ۲۶۰)

"دکھا دے کہ مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا: کیا اس پر ایمان نہیں رکھتے؟ عرض کیا: ایمان رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو

Presented by Ziaraat.Com

جائے۔ ندا آئی: چار پرندے پکڑلو۔"

ایک صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ وہ پرندے کبوتر' کوا' مور اور مرغ تھے[1]

ارشاد ہوا: پھر انھیں پیار سے بلاؤ اور ذبح کر کے ان کے گوشت کو مخلوط کر دو اور اسے پہاڑ پر رکھ دو' اس کے بعد انھیں پکارو' وہ تمھاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے[2]

تفسیر میں بیان ہوا ہے: سعی کا تعلق پرندوں سے نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے[3]

چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کام کی انجام دہی کے بعد پرندوں کو آواز دی۔ وہ آئے اور پہلے جیسے مکمل پرندے ہو گئے' پھر ابراہیم علیہ السلام کو خطاب ہوا:

وَ اعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ حَكِیۡمٌ (سورۂ بقرہ' آیت ۲۶۰)

"جان لو کہ خدا کے کام حکیمانہ ہیں اور وہ ہر چیز پر غالب ہے۔"

بنابرایں حضرت ابراہیم علیہ السلام علم الیقین کے مرحلہ سے عین الیقین اور حق الیقین کے مرحلہ پر پہنچ گئے۔ معادِ جسمانی و روحانی پر یہ آیت دوسری دلیل ہے کیوں کہ پرندے پہلے ہی بدن کے ساتھ زندہ ہوئے تھے[4]

---

(۱) تفسیر قمی ج۱' ص۹۱' بحارالانوار' ج۷' ص۱۴' بحوالہ علل الشرائع

(۲) کتاب العین' ج۷' ص۱۴۹' صور: الصور: المیل' یقال: فلان یصور عنقه الیٰ کذا ای مال بعنقه و وجهه نحوه' و النعت اصور' قال الشاعر:

فقلت لها غضّی فانی الیٰ التی ... تریدین أن أصبو لها غیر أصور

و قوله تعالیٰ: (فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ) ای فَشَقِّقهُنَّ اِلَیۡكَ' قال: فقال له الرحمن: صرها فانها تأتیك طوعاً عند دعوتك الشفع. و یقال: صرهن ای ضمّهن' و یقال: قطّعهن' قال امیة:

فشَقّی فصُرهُنَّ ثُمَّ ادعُهنَّ ... یاتینَ زُهراً بدارَ القَطا

(۳) مجمع البیان، ج۲-۱، ص۳۷۳' و ذکر عن النضر بن شمیل قال: سالت الخلیل بن احمد عن قوله تعالیٰ: (یأتینك سعیاً) هل یقال للطائر اذا طار سعی؟ فقال: لا، قلت: فما معناه؟ قال: معناه یا تینك و انت تسعی سعیاً۔

(۴) مختصر یہ کہ ان آیتوں کی صریح دلالت معادِ جسمانی و روحانی پر ہے۔ اس مطلب پر یہ نص ہے اس میں توجیہ و تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور چوں کہ معاد کا تعلق اعتقاد سے ہے وہ بھی اُصولِ دین سے' اس لیے اسی چیز کا اعتقاد رکھنا چاہیے جس کی قرآن نے تصریح کی ہے اور جس کو خطا قرار نہ دیا ہو۔ خداوند عالم ہمیں' محمدؐ اور ان کی آلِ اطہارؑ کے تصدق میں لغزشوں سے محفوظ رکھے۔

Presented by Ziaraat.Com

# عدالت

Presented by Ziaraat.Com

# پہلی تقریر

## حقیقی واعظ خدا اور رسولؐ اور اہل بیت اطہارؑ ہیں

موعظہ کے اثرات

حقیقی واعظ خدا ہے

رسولؐ اور آئمہ اطہارؑ خدا کی طرف سے واعظ ہیں

موعظہ' دلوں کو زندگی بخشتا ہے اور زہد' ہوس کو نابود کرتا ہے

زہد کے اسباب

شبہات کو چھوڑنے والا سب سے زیادہ باورع ہے

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علی علیہ السلام[1] نے امام حسن علیہ السلام کو جو وصیتیں کی تھیں ان میں سے یہ بھی ہے:

احیی قَلْبَكَ بالموعِظَةِ و أمِتهُ بالزهادَةِ

''اپنے قلب و روح کو موعظہ کے ذریعے زندہ کرو اور زہد و پرہیزگاری کے وسیلہ سے اسے مار ڈالو'' (نہج البلاغہ مکتوب:۳۱)۔

اولاً: یہ جان لینا چاہیے کہ حقیقی واعظ خدائے متعال ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ یونس: آیت ۵۷)

''اے لوگو! یقیناً تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس ایک موعظہ آیا ہے (یعنی قرآن جو کہ معجزہ ہے) وہ تمھاری تمام روحانی بیماریوں کے لیے شفا اور مومنین کے لیے ہدایت، و رحمت ہے۔''

روایات کی رو سے قرآن جسمانی امراض کے لیے بھی شفا ہے' لیکن اُصولی طور پر قرآن تمام اندرونی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور یقین رکھنے والوں کے لیے رحمت ہے۔

اصلی و حقیقی واعظ خدا ہے' جس نے قرآن کے ذریعے پوری دنیا کو موعظہ کیا ہے' خدا کے بعد رسولؐ واعظ ہیں' درج ذیل آیت میں ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى (سورۂ سبا: آیت ۴۶)

''اے رسولؐ! کہہ دیجیے کہ میں تمھیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ ایک ایک دو دو کر کے خدا کے لیے قیام کرو۔''

پس رسول اکرمؐ خدا کی طرف سے موعظہ کرنے کا منصب بھی رکھتے ہیں اور آپؐ کے

---

(۱) اگرچہ آپؑ کے مخاطب امام حسن علیہ السلام ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؑ کا کلام سارے مسلمانوں کے لیے ایک دستور ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بعد امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ اطہارؑ اس منصب کے مالک ہیں اور ان حضرات کے بعد علما ان مواعظ کو لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں جو آیات و روایات میں نقل ہوئے ہیں۔ اسی لیے حضرت علی علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا تھا:

احیی قَلبَکَ بالموعِظَۃِ و اَمِتہُ بالزہادۃ

"اپنے قلب و روح کو موعظہ کے ذریعے زندہ کرو اور زہد کے وسیلہ سے مار ڈالو۔"

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے دل کو زندہ کرو یعنی چہ؟ اور اپنے دل کو مار ڈالو؟ یعنی چہ؟

جواب: دل کو زندہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ موعظہ کے ذریعے اپنے عقلی پہلو کو مضبوط کرو اور دل کو مار ڈالوں کے معنی یہ ہیں کہ اپنے خود پسندی اور نفسانی جذبہ کو کچل ڈالو۔

امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

اَورَعُ النَّاسِ مَن وَقَفَ عِندَالشُّبھَۃِ' اعبَدُ النَّاسِ مَن اقامَ عَلیٰ الفَرائِضِ' اَزھَدُ النَّاسِ مَن تَرَکَ الحرامَ عِندَ الشُّبھَۃِ' اَشَدُّ النَّاسِ اجتہاداً مَن تَرَکَ الذُّنُوبَ

"پرہیزگار ترین انسان وہ ہے کہ جو شبہ (پیدا ہونے) کے موقع پر ٹھہر جائے اور سب سے بڑا عبادت گزار وہ ہے جو اپنے فرائض و واجبات پر عمل کرتا ہے اور زاہد ترین انسان وہ ہے جو شبہ کے وقت حرام کا ارتکاب نہیں کرتا ہے (بہت سے ایسے بھی ہیں جو مستحب کاموں کی انجام دہی میں کوشاں رہتے ہیں لیکن واجبات کی فکر نہیں کرتے) اور سب سے زیادہ محنتی وہ ہے جو معصیت سے دور رہتا ہے۔"

پرہیزگار ترین انسان وہ ہے جو صرف حرام ہی سے اجتناب نہیں کرتا شبہ والی چیزوں سے بھی دور رہتا ہے۔ تقویٰ کے معنی بھی یہی ہیں کہ انسان خود کو تمام معصیتوں سے محفوظ رکھے۔ جو شخص پُرخار وادی سے گزرتا ہے وہ نہایت ہی احتیاط سے گزرتا ہے کہ کہیں کانٹا نہ لگ جائے

Presented by Ziaraat.Com

پرہیزگار و متقی انسان بھی خود کو اسی طرح معاصی سے بچاتا ہے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

حَلالٌ بَیِّنٌ و حَرامٌ بَیِّنٌ و شُبُهاتٌ تَتَرَدَّدُ بَینِ ذٰلِكَ فَمَن تَرَكَ الشُّبُهَاتِ نَجیٰ مِنَ المُحَرَّمَاتِ ومَن أخَذَ بِالشُّبُهاتِ اِرتَكَبَ المُحَرَّمَاتِ وَهَلَكَ مِن حَيثُ لا يَعلَمُ

''حلال بھی آشکار ہے اور حرام بھی آشکار ہے' شبہات ان دونوں کے درمیان ہے' پس جو انسان حرام چیزوں کے علاوہ شبہ والی چیزوں سے بھی پرہیز کرتا ہے وہ حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے۔ جو شبہات سے محفوظ نہیں رہتا ہے وہ لاشعوری طور پر حرام کا مرتکب ہو جاتا ہے ( کیوں کہ شبہات کے ارتکاب کے نتیجہ میں وہ اس حساس طبیعت کو گنوا دیتا ہے جو حرام کے ارتکاب سے روکتی ہے'' (بحار الانوار ج ۲، ص ۲۲۱، ج ۱۰۲، ص ۲۶۲)۔

اسی لیے فرمایا ہے:

پرہیزگارترین انسان وہ شخص ہے جو خود کو شبہات سے محفوظ رکھتا ہے۔

......✻......

Presented by Ziaraat.Com

# دوسری تقریر

## مکارمِ اخلاق اور لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی اہمیت

لوگوں کی حاجت روائی کرنا خدا کی عظیم نعمت ہے

جب نعمتیں لوگوں کی حاجت روائی کے لیے صرف ہوتی ہیں تو باقی رہتی ہیں

لوگوں کی حاجت روائی کرنا انھیں علم خدا کی تعلیم دینا ہے

مکارمِ اخلاق امام حسین علیہ السلام کی حدیث کی روشنی میں

رسولؐ کے مکارمِ اخلاق کے چند نمونے

امیر المومنین علیہ السلام کے مکارمِ اخلاق کے چند نمونے

امام حسین علیہ السلام کے مکارمِ اخلاق کے چند نمونے

Presented by Ziaraat.Com

امام حسین علیہ السلام کے نورانی کلمات میں یہ خطبہ بھی ہے:

اَیُّھا النّاسُ نافِسُوا فِی المکارِمِ، و سارِعُوا اِلیٰ المَغَانِمِ [1]

"اے لوگو! مکارمِ اخلاق کی طرف رغبت کرو اور جو چیزیں (اخلاقی فضائل) کی غنیمت ہیں ان کی طرف بڑھو۔"

و اعلَموا أنَّ حَوائِجَ النّاسِ اَلَیکُم مِن نِعَمِ اللّٰہِ عَلَیکُم فَلا تَمِلُّوا النِّعَمَ فَتَحُورَ نِقَماً

"جان لو کہ لوگوں کی تم سے جو حاجتیں ہیں وہ تمہارے لیے خدا کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ہیں۔"

پس لوگوں کی حاجت روائی کرنے سے نہ تھکنا اور اگر ایسا کرو گے تو نعمت، نقمت میں بدل جائے گی۔

امام حسین علیہ السلام کے یہ کلمات امیرالمومنین علیہ السلام کے کلمات جیسے ہیں، فرماتے ہیں:

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَاداً یَختَصُّھُم اللّٰہُ بِالنِّعَمِ لِمَنافِعِ العبادِ، فَیُقِرُّھا فِی أیدیہِم مَا بَذَلُوھا فِاِذا مَنَعُوھَا نَزَعَھا مِنھُم، ثُمَّ حَوَّلَھا اِلیٰ غَیرِھِم

"بندوں کی حاجت روائی کے لیے خدا کچھ بندوں کو اپنی نعمتوں سے

---

(۱) بحارالانوار، ج۷۸، ص۱۲۱ ...... ایھا النّاس نافسوا فی المکارم، و سارعوا الیٰ المغانم. ولا تجتسبوا بمعروف لم تعجلوا، و اکسبوا الحمد بالنجح، ولا تکسبوا بالمطل ذماً فمھما یکن لأحد عند أحد صنیعة له رأیٰ أنّه لا یقوم بشکرھا فاللّٰہ له بمکافاته فإنّه أجزل عطاءً و اعظم أجراً، و اعلموا أن حوائج النّاس إلَیکم مِن نعم اللّٰہ علیکم فلا تَملّوا النّعم فتحُور نِقماً و اعلموا أن المعروف مُکسبٌ حمداً و معقِبٌ أجراً فلو رأیتم المعروف رجلاً رأیتموه حسناً جمیلاً یسر الناظرین ولو رأیتم اللؤم رأیتموه سمجاً مشوّھاً تنفر منه القلوب، و تغضّ دونه الأبصار. أیّھا النّاس من جاد ساد ومَن بَخِل ذَلَّ و إنَّ أجودَ النّاسِ مَن أعطیٰ مَن لا یرجوہ و أنَّ اعفی النّاس من عفی عن قُدرة وإن أوصل النّاس مَن وَصَلَ مَن قَطَعَه......

Presented by Ziaraat.Com

مخصوص کر لیتا ہے۔ پس یہ اہل نعمت جب تک لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرتے رہتے اس وقت تک خدا ان نعمتوں کو ان کے ہاتھوں میں برقرار رکھتا ہے لیکن جب حاجت روائی سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں تو خدا ان نعمتوں کو دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے" (نہج البلاغہ حکمت:۴۲۵)۔

لوگوں کی حاجتیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی وہ مالی مدد سے پوری ہو جاتی ہیں، کبھی قدم اُٹھانے سے، کبھی جنبش قلم سے، کبھی زبان اور راہ نمائی سے اور کبھی منصب کے استعمال سے پوری ہوتی ہیں۔

کبھی انسان اپنے علم و حکمت سے لوگوں کی مدد کرتا ہے اور ان کی راہ نمائی کرتا ہے۔ یہ مدد کی اعلیٰ ترین قسم ہے کیوں کہ اس میں لوگوں کا بہت زیادہ فائدہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ صاحبانِ علم اور دانش وروں کے دوش پر سنگین ذمہ داری ہے۔ انھیں چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کی ہدایت میں غفلت نہ کریں۔ جن چیزوں میں لوگوں کی مدد کی جا سکتی ہے ان میں سے مشورہ بھی ہے۔

پھر ہم امام حسین علیہ السلام کے کلام کی طرف پلٹتے ہیں:

اَیُّھا النَّاسُ مَن جَادَ سَادَ وَمَن بَخِلَ ذَلَّ

"اے لوگو! جان لو کہ جو شخص سخاوت کرتا ہے وہ (قوم کا) سردار بن جاتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔"

وَ اِنَّ أَجوَدَ النَّاسِ مَن أَعطیٰ مَن لا یَرجُوهُ، اِنَّ أَعفیٰ النَّاسِ مَن عَفیٰ عَن قُدرَة وَ اِنَّ أَوصَلَ النَّاسِ مَن وَصَلَ مَن قَطَعَهُ

"اور دیکھو سب سے بڑا سخی وہ ہے کہ جو اُمید نہ رکھنے والے کو بھی عطا کرتا ہے اور سب سے زیادہ درگزر کرنے والا وہ ہے کہ جو طاقت و قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے اور صلہ رحمی میں سب سے زیادہ کام یاب شخص ہے جو اس شخص کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرتا ہے، جس نے اس سے قطع

Presented by Ziaraat.Com

رحم کیا تھا۔"

یقیناً ان صفات کا تعلق مکارمِ اخلاق سے ہے جیسا کہ ایک روایت میں ان صفات کو مکارمِ اخلاق ہی سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی اخلاقِ حسنہ میں یہ صفات درجہ اوّل پر ہیں کیوں کہ یہ انسان کی مردانگی پر دلالت کرتے ہیں اور انھیں صفات سے انسان کی مروت و جواں مردی ظاہر ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ صفات رسولؐ اور آئمہ اطہارؑ کی نمایاں صفات ہیں جیسا کہ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں بیان ہوا ہے۔

لکھا ہے: جب رسولؐ نے مکہ کو فتح کیا' حالاں کہ اہل مکہ نے رسولؐ سے جنگ کی تھی آپؐ کے اصحاب کو شہید کیا تھا اور آپؐ سے بہت زیادہ دشمنی رکھتے تھے اور سب یہی سوچ رہے تھے کہ دیکھیے رسولؐ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اسی وقت رسولؐ کی آواز گونجی:

مکہ والو! تمھارے خیال میں مَیں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟

انھوں نے کہا:

أخٌ كريمٌ و ابنُ أخٍ كريمٍ

"آپؐ ہمارے بڑے عظیم و کریم بھائی ہیں اور ہمارے کریم وسید و سردار بھائی کے بیٹے ہیں" (بحارالانوار: ج۲۱، ص۱۳۵)۔

یہ کہنا چاہتے تھے کہ آج بھی ہمیں آپؐ سے نیک سلوک کی توقع ہے۔ رسولؐ نے فرمایا:

اذهبوا فأنتمُ الطُّلَقَاءُ

"میں نے تم سب کو معاف کیا جاؤ تم آزاد ہو" (بحارالانوار: ج۲۱، ص۱۰۶)۔

ان میں ابوسفیان بھی تھا' جو ان کا سرغنہ تھا' ساری جنگیں اسی نے بھڑکائی تھیں لیکن رسولؐ نے سخت دشمن کو بھی معاف کر دیا۔ جی ہاں رسولؐ ایسے ہی تھے' آپؐ کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۂ قلم' آیت ۴)

Presented by Ziaraat.Com

اسی طرح جنگِ جمل میں جب حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ فتح کیا تو آپؑ نے ان لوگوں کو معاف کر دیا تھا جنھوں نے آپؑ سے جنگ کی تھی اور عائشہ کو بھی نہایت احترام کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا تھا۔[1]

یا جنگ صفین میں، باوجود یہ کہ پہلے معاویہ کا لشکر صفین پہنچا تھا اور فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر کے حضرت علی علیہ السلام کی فوج پر پانی بند کر دیا تھا لیکن جب حضرت علی علیہ السلام کی فوج صفین پہنچی اور دیکھا کہ معاویہ کا لشکر پانی تک نہیں پہنچنے دیتا، اگرچہ حضرت علی علیہ السلام جنگ میں پہل نہیں کرتے تھے مگر چوں کہ فوج پیاسی تھی اور فوجیوں کی جان پر بنی ہوئی تھی اس لیے حکم دیا: حملہ کر دو۔ فوج نے حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ مالک اشتر رضی اللہ عنہ اور دیگر افراد نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا (ایک روایت میں یہ ہے کہ آپؑ نے خود گھاٹ چھینا تھا) اور معاویہ کے لشکر کا راستہ بند کر دیا۔ اس وقت معاویہ کی طرف سے کچھ لوگ آئے اور اُنھوں نے یہ التماس کی کہ ہمیں بھی پانی سے استفادہ کی اجازت دی جائے۔ آپؑ کے بعض اصحاب نے عرض کیا: اے امیر المومنین علیہ السلام! ان پر پانی کو اسی طرح بند رکھا جائے جس طرح اُنھوں نے ہم پر بند کیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: میں کسی مخلوق پر پانی بند نہیں کروں گا۔ نیز فرمایا: راستہ چھوڑ دو تا کہ معاویہ کا لشکر بھی پانی سے استفادہ کرے۔[2]

اسی طرح جب امام حسین علیہ السلام کوفہ تشریف لے جا رہے تھے اس وقت آپؑ نے اپنے

(۱) الجمل "شیخ مفید" ۴۱۵ لمّا عزم أمیرالمؤمنینؑ علیٰ المسیر الیٰ الکوفة أنفذ الیٰ عائشة یأمرها بالرحیل إلیٰ المدینة فتهیات لذلك و انفذ معها اربعین امراة البسهن العمائم و القلانس وقلدهن السیوف و امرهن ان یحفظنها و یکن عن یمینها و شمالها و من ورائها فجعلت عائشة تقول فی الطریقِ: اللهم افعل بعلی بن ابی طالبؑ بما فعل بی بعث معی الرجال ولم یحفظ بی حرمة رسول الله فلما قدمن المدینة معها ألقین العمائم و السیوف ودخلن معها فلما رأتهن ندمت علی ما فرطت بذم امیرالمومنینؑ و سبّه و قالت جزی الله ابن ابی طالبؑ خیراً فلقد حفظ فی حرمة رسولَ الله۔

(۲) ملاحظہ ہو: انساب الاشراف، ج۲، ص۲۹۸، الفتوح، ص۳و۴ ص۱۳، بحار الانوار، ج۳۲، ص۱۵۷ مناقب، ج۲، ص۱۶۷۔ قال امیرالمومنینؑ: قاتلت الناکثین و هولاء القاسطین و ساقاتل المارقین. ثمّ رکب فرس النبیؐ و قصده فی تسعین الفاً. قال سعید بن جبیر: منها تسعماة رجل من

Presented by Ziaraat.Com

اصحاب سے فرمایا: زیادہ سے زیادہ پانی بھرلو اور جب حُرؒ کا لشکر پہنچا جو شدید پیاسا تھا تو آپؑ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا: انھیں سیراب کر دیں۔ لیکن:

از آب هم مضایقه کردند کوفیان
خوش داشتند حرمت مهمان کربلا
زان تشنه گان هنوز بعیوق می رسد
فریاد العطش ز بیابان کربلا
بودند دیو و دد همه سیراب و می مکید
خاتم ز قحط آب سلیمان کربلا

......❁......

---

(صفحۂ قبل کا باقی) الأنصار و ثمانمائة من المهاجرين. و قال عبدالرحمن بن ابی ليلى: سبعون رجلاً من أهل بدر. و يقال: مائة و ثلاثون رجلاً. و خرج معاوية في مائة و عشرين ألفاً يتقدمهم مروان و قد تقلد بسيف عثمان فنزل صفين في المحرم علىٰ شريعة الفرات و قال:

أتاكم الكاشرُ عن أنيابهِ        ليثُ العرينِ جاءَ في أصحابهِ

و منعوا علياً و أصحابه الماء فأنفذ عليٌ شبث بن ربعي الرياحي و صعصعة بن صوحان. فقالا: في ذلك لطفاً و عنفاً. فقالوا: أنتم قتلتم عثمان عطشاً. فقال: ارووا السيوف من الدماء ترووا من الماء و الموت في حياتكم مقهورين و الحياة في موتكم قاهرين۔

(۱) تاریخ طبری، ج۷، ص ۲۹۷ بحارالانوار، ج۴۴، ص۳۷۶ ارشاد، ج۲، ص۷۸ (وجاء القوم زهاء الف فارس مع الحُرّ بن يزيد التميمي حتّى وقف هو و خيله مقابل الحسينؑ في حرّ الظهيرة والحسينؑ و أصحابه معتمّون متقلدون اسيافهم فقال الحسينؑ لفتيانه: اسقوا القوم و ارووهم من الماء و رشفوا الخيل ترشيفاً ففعلوا و اقبلوا يملئون القصاع و الطاس من الماء ثم يدنونها من الفرس فاذا عب فيها ثلاثاً أو اربعا او خمسا عزلت عنه و سقوا آخر حتى سقوها كلها. فقال علي بن الطعان المحاربي: كنت مع الحر يومئذ فجئت في آخر من جاء من أصحابه فلما رای الحسينؑ مابي و بفرسي من العطش قال: أنخ الراوية و الراوية عندی السقاء. ثم قال: يا ابن اخي أنخ الجمل فانخته. فقال: اشرب فجعلتُ كلما شربت سال الماء من السقاء. فقال الحسينؑ: اخنث السقاء ای اعطفه فلم ادر كيف افعل فقام فخنثه فشربت و سقيت فرسي)۔

(۲) دیوان محتشم کاشانی۔ اس کا مطلع یہ ہے: کشتی شکست خوردہ ی طوفانِ کربلا۔

Presented by Ziaraat.Com

......❁......

# تیسری تقریر

## مسجد کے فوائد

اختلاف کے معانی آمدورفت بھی ہیں

مسجد جانے کے فوائد

قرآن کا علم حاصل کرنا

دینی دوست تلاش کرنا

اسلام دینِ اُخوت

جدید علم حاصل کرنا

رحمت ایزدی کا شامل حال ہونا

ایسی بات سننا جو ہدایت کرے

گناہوں کو چھوڑنے میں کامیابی

خدا کا مسجد کو اپنی طرف منسوب کرنا

مسجد میں خدا کی زیارت ہوتی ہے یعنی چہ؟

مسجد میں نمازی کا احترام

مساجد کی عظمت ورفعت

مشاہد مشرف اور آئمہؑ کے گھر خدا کی رحمت کے مرکز

......❁......

Presented by Ziaraat.Com

مسجد کی عظمت و فضیلت کے بارے میں امام حسن علیہ السلام سے ایک حدیث نقل ہوئی ہے' فرماتے ہیں:

مَن اَدامَ اِلاختِلاف الیٰ المسجد اَصابَ اِحدیٰ ثمانٍ: آیۃً مُحکَمَۃً' و اخاً مستفاداً' و عِلماً مُستَطرفاً' و رحمۃً منتظرۃً' و کلمۃً تَدِلُّہُ علیٰ الھُدیٰ او تَرُدُّہُ عَن رَدیً' و ترکَ الذنوبَ حَیاءً او خَشیَۃً (تحف العقول' حکم و مواعظ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام' ۲۳۵)

جو شخص مسلسل مسجد میں آمد و رفت رکھتا ہے اسے آٹھ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

یہاں لفظ اختلاف کے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے ہیں اس کی نظیر قرآن کی درج ذیل آیت ہے:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ (سورۂ آل عمران' آیت ۱۹۰)

"بے شک زمین و آسمان کی خلقت میں اور رات دن کے آنے جانے میں صاحبانِ عقل کے لیے خدا کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں۔"

پس لفظ اختلاف کے معنی آمد و رفت کے ہیں[1] اختلاف کے انھیں معنی کی مثال درج ذیل حدیث میں موجود ہے:

اختلافُ اُمتِی رحمۃٌ (بحار الانوار، ج۱، ص۱۹)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اُمت کا اتفاق رحمت ہے نہ کہ اس کا اختلاف' اُمت کا اختلاف اس کے لیے کیسے رحمت ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے: یہاں اختلاف کے معنی آمد و رفت کے ہیں یعنی اُمت کے افراد کا

(۱) البتہ اس آیت میں اختلاف کے دوسرے معنی نور و ظلمات کا اختلاف بھی مراد ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے آنا جانا رحمت ہے۔

## مسجد جانے کے فوائد

### ① آیۃً مُحکمۃً

اولین فائدہ: مسجد میں جن اعمال کے بجالانے کی تاکید کی گئی ہے ان میں سے ایک قرآن کی تلاوت کرنا اور اس کی آیتوں کی تفسیر اور اس کے علوم و معارف کو یاد کرنا ہے کہ اس کی مشق سے انسان توحید و نبوت اور دینی و قرآنی معارف کی دلیل سے آشنا ہوتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ محکم دلیل خدا کی معرفت کی علامتیں ہیں:

### ② و أخاً مُستفاداً

مسجد جانے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان کو وہاں ایسے دینی بھائی مل سکتے ہیں جو اسے فائدہ پہنچا سکتے ہیں کیوں کہ مسجد اُخوت و برادری کی جگہ ہے اور مسجد جانے سے لوگوں کے درمیان محبت و اُخوت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔

صدر اسلام میں رسولؐ نے مسلمانوں کو مسجد ہی میں ایک دوسرے کا بھائی بنایا تھا۔ یہیں امیرالمومنین علیہ السلام کو اپنا بھائی قرار دیا تھا اور فرمایا تھا:

أنتَ أخِي فِي الدّنيا و الآخرة

''اے علی علیہ السلام! تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو'' (بحارالانوار ج ۳۸، ص ۳۳۶)۔

اس اور دوسری نصوص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام رسولؐ کے بھائی، وصی اور جانشین ہیں۔

دین اسلام برادری، اُخوت، محبت، دوستی، وحدت و یگانگی، صلاح و صداقت کا دین ہے مختصر یہ کہ خدا پرستی کا دین ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (سورۂ حجرات، آیت ۱۰)

''مومنین بس بھائی بھائی ہیں۔''

احکام و دستورات پر عمل کرنے کے اہم ترین فوائد میں سے اُخوت و برادری، محبت و

Presented by Ziaraat.Com

وحدت اور یگانگی پیدا کرتا ہے' اسلام کے احکام میں اس پر خاص توجہ دی گئی ہے' ہم یہاں دو نمونے پیش کرتے ہیں:

### (الف) شریعت کے بعض احکام اور فروعِ دین میں اُخوت

مسجد میں جانے سے اُخوت و دوستی میں استحکام پیدا ہوتا ہے' نماز جمعہ' نماز عیدین اور عبادت و طواف کے لیے مسلمانوں کے مکہ معظمہ میں جمع ہونے سے' دوستی و یگانگی اور وحدت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے اور اس کے پیش نظر اسلام دشمن طاقتیں کسی بھی طرح مسلمانوں پر تسلط پانے کی کوشش نہیں کریں گی۔

### (ب) اُخوت کا پاس و لحاظ اخلاقی حکم ہے

اخلاقیات میں بھی اسی طرح بیان ہوا ہے اور ہم اس اجتماعی امر یعنی وحدت و اُخوت کی رعایت کو شریعتِ اسلام کی رو سے بھی اسی طرح پاتے ہیں مثلاً سچ بولنا بھی پسندیدہ اخلاق میں سے ہے۔ اس سے محبت و دوستی پیدا ہوتی ہے اور سچ بولنے کے نتیجہ میں مسلمان ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس بھروسہ و اطمینان کے نتیجہ میں ان کے درمیان محبت و دوستی اور الفت و اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

ایک روایت میں بیان ہوا ہے:

المُسلِمُ أخُو المُسلمِ لا يظلِمُهُ ولا يَسلِمُهُ (أو لا يَشتِمُهُ) [۲][۱]

''مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا ہے اور نہ اسے چھوڑتا ہے اور اسے بُرا نہیں کہتا ہے۔'' [۳]

---

(۱) عوالی اللئالی۔ قال رسول: المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته و من فرّج عن مسلمٍ كُربةً فرّج الله عنه كربةً مِن كُرَبِ يومِ القيامة ومَن سَترَ "سَتَر" مسلماً سترَهُ "ستَرَهُ" الله يومَ القيامة۔

(۲) یہ روایت دوسرے مفہوم و مضامین کے ساتھ بھی وارد ہوئی ہے' ملاحظہ ہو: کافی، ج۲، ص۱۶۶ و ۱۷۴، ج۴، ص۵۰ وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۲۰۳، ص۲۰۴ و ص۲۷۹، ج۱۶، ص۳۸۵۔

(۳) بعض نسخوں میں لایشتمہ بھی لکھا ہے' ملاحظہ ہو مستدرک الوسائل، ج۱۲، ص۴۱۴ عن ابراهيم عن سالم عن أبيه أن رسول الله قال: المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يشتمه' من كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته ومن فرّج عن مسلم كربة فرّج الله عنه بها كربةً من كُرَبِ القيامة و۔ مَن سترَ مسلماً سترَه الله يوم القيامة۔

Presented by Ziaraat.Com

تمام اخلاقیات میں ایسا ہی ہے۔ اخلاقی مسائل کا پاس و لحاظ اُخوت و برادری کے استحکام کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف اخلاقیات کی رعایت نہ کرنے سے ناکامی و بدبختی وجود میں آتی ہے مثلاً سخن چینی سے لوگوں کے درمیان جدائی ہوتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

الْمُسلِمُونَ یَدٌ علیٰ مَن سِواھُم [1]

"غیر کے مقابلہ میں مسلمان متحد ہیں۔"

خلاصہ یہ کہ اخلاقیات اور اسلامی احکام میں' جو کہ اسلام کے عملی دستورات ہیں' اُخوت' محبت اور اتحاد و یگانگی کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ان اخلاقی و عملی احکام پر عمل کرنے سے مسلمانوں کے درمیان اُخوت و برادری کا رشتہ محکم ہوتا ہے' مسجد میں آنا جانا بھی اسلام کے عملی دستورات میں سے ہے۔ اس سے ان کی اُخوت و برادری کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔

۳ و علماً مُستَطرِفاً

مسجد علم و دانش کا منبع اور علوم و معارف کی نشر و اشاعت کا مرکز ہے' مسجد میں انسان کو نئی نئی معلومات معلوم ہوتی ہیں۔ رسولؐ اور امیر المومنین علیہ السلام نے مسجد ہی میں خطبات دیئے ہیں۔

۴ و رحمةً منتَظَرةً

مسجد کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جو مسجد میں داخل ہوتا ہے' اس پر خدا رحم کرتا ہے۔

۵ کلمةً تدلُّهُ علیٰ الهُدیٰ أو تَرُدُّهُ عن رَدَیٰ

مسجد وعظ و نصیحت کی جگہ ہے۔ مسجد میں انسان جو بات سنتا ہے ان کے سننے سے اکثر اس کی ہدایت میں اضافہ ہوتا ہے یا وہ معصیت سے دور ہوتا ہے۔

---

(1) امالی صدوق، ج۲، ص۲۶۹ بحار الانوار، ج۱۰۰، ص۳۲ اس روایت کا متن یہ ہے: عن النبی انه قال: ایما حلف کان فی الجاهلیة فان الاسلام لم یرده ولا حلف فی الاسلام' المسلمون ید علی من سواهم بیجیر علیهم ادناهم' ویردّ علیهم اقصاهم' ترد سرایا هم علیٰ قعدهم' لا یقتل مؤمن بکافر' ودیة الکافر نصف دیة المؤمن' ولا جلب ولا جنب ولا تؤ خذصد قاتهم اِلاّ فی دورهم' قال رسول الله هذا الحدیث فی یوم الجمعة قال: یا ایها الناس.....

Presented by Ziaraat.Com

(۶) و ترک الذنوب خشیۃ او حیاءً

مسجد کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان ترکِ معصیت میں کام یاب ہو جاتا ہے اور ترکِ معصیت ممکن ہے خواہ خوفِ خدا سے ہو یا لوگوں کی شرم و حیا سے ہو' کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اگر معصیت کرے گا تو لوگ اسے ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اگر تم مسجد میں جاتے ہو تو معصیت کیوں کرتے ہو؟

مسجد کی بہت سی فضیلتیں ہیں۔ مسجد خدا کا گھر ہے اور چوں کہ وہ عبادت گاہ ہے لہٰذا اسے خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ فرماتا ہے: مسجد میرا گھر ہے۔ ورنہ خدا جسم نہیں رکھتا ہے کہ مکان کی ضرورت ہو۔ اسی طرح اہم ترین عبادت گاہ خانہ کعبہ کو بھی اپنی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا ہے:

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (سورۂ حج' آیت ۲۶)

''اے رسولؐ! اس وقت کو یاد کیجیے کہ جب ہم نے کعبہ کی جگہ کو ابراہیم علیہ السلام کے لیے معین کیا اور انھیں یہ حکم دیا: اس گھر کو بناؤ' سنوارو اور میرے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں' نماز گزاروں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر دو۔''

اسی طرح سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے خون کی نسبت اپنی طرف دیتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَارَ اللّٰهِ وَ ابْنَ ثَارِهٖ[1]

یا انسان کی روح کی نسبت اپنی طرف دیتا ہے اور فرماتا ہے:

وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

''اور اس میں اپنی روح پھونک دوں'' (ص ۷۲)۔

---

(۱) کافی، ج ۴، ص ۵۷۵' اقبال، ص ۳۳۳، ص ۷۱۲' کامل الزیارات، ص ۱۷۴، ۱۹۷، و ۲۳۳' مصباح کفعمی، ص ۴۸۲ و ۴۹۱ و ۵۰۱' مصباح المتہجد، ص ۷۱۹ و ۷۷۳۔

Presented by Ziaraat.Com

یا حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی جو بجائے خود ایک عظیم معجزہ ہے (کہ پہاڑ کے اندر سے ایسی مخلوق نکل آئے) یہ معمولی بات نہیں ہے اُسے بھی خدا نے اپنی طرف نسبت دی ہے فرماتا ہے:

نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا (سورہ شمس آیت ۱۳)

"اللہ کی اُونٹنی کے بارے میں ڈرو اور اسے پانی پلاؤ۔"

پس خدا مسجد کو اس فضیلت کی بنا پر اپنی طرف منسوب کرتا ہے جو کہ اس کو عبادت کے سبب حاصل ہوتی ہے اور اسی بنا پر اسے اپنا گھر قرار دیتا ہے۔

روایت میں وارد ہوا ہے:

اِنَّ بیتی فِی الأرضِ المَساجِدَ و اِنَّ زُوّارِی فیھا عُمّارُھا

"مساجد روئے زمین پر میرے گھر ہیں اور میری زیارت کرنے والے وہ لوگ ہی جو اپنی عبادتوں سے مسجدوں کو آباد کرتے ہیں (مسجد کو آباد کرنے کا ایک طریقہ ان میں عبادت کرنا ہے)"۔

سوال: یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا دکھائی دینے والی چیز ہے کہ جس کی زیارت کے لیے لوگ مسجد میں جاتے ہیں؟

جواب: نہیں! خدا دکھائی دینے والی چیز نہیں ہے لیکن جو لوگ مسجد جاتے ہیں اور مسجدوں سے انس رکھتے ہیں وہ خدا کو دیکھتے ہیں! ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے اس کی ذات کا مشاہدہ کرتے ہیں:

چشم دل باز کن کہ جان بینی
آن چہ نادیدنی است ان بینی
گر بہ اقلیم عشق رو آری
ھمہ آفاق گلستان بینی

"دل کی آنکھیں کھولو تاکہ حقیقت کا مشاہدہ کر سکو جو چیز دکھائی دینے والی نہیں ہے اسے دیکھ سکو۔ اگر تم اقلیم عشق کی طرف رُخ کرو گے تو سارے

Presented by Ziaraat.Com

آفاق کو گلستان پاؤ گے" (دیوان ہاتف اصفہانی ہفت بند راجع بہ بند توحید)۔

فطوبیٰ لِعَبدٍ تَطَهَّرَ فِی بَیتِهِ ثم زارنی فی بیتی[1]

"خوش نصیب ہے وہ بندہ جو اپنے گھر کو ہر جہت سے پاک وصاف رکھتا ہے اور پھر میری ملاقات وزیارت کے لیے مسجد آتا ہے۔"

و حَقٌّ عَلیٰ المَزُورِ أن یُکرِمَ زائِرَهُ[2]

"اور زیارت شدہ (خدا) پر یہ حق ہے کہ وہ اپنی زیارت (مسجد میں عبادت) کرنے والے کا احترام کرے۔"

دوسری حدیث میں مروی ہے:

المَساجِدُ بُیوتُ اللّٰهِ فِی الأرضِ وهی تُضیءُ لأهلِ السّماءِ کما تُضِیءُ النجومُ لأهلِ الأرض[3]

"روئے زمین پر مسجدیں خدا کے گھر ہیں وہ آسمان والوں کو ایسے ہی درخشاں نظر آتی ہیں جیسے زمین والوں کے ستارے درخشاں نظر آتے ہیں۔"

پس جو مقامات بڑی عظمت کے حامل ہیں ان میں سے مسجدیں بھی ہیں۔ قرآنِ مجید میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

فِیْ بُیُوتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (سورۂ نور آیات ۳۶-۳۷)

"اور وہ (قندیل) ان گھروں میں روشن ہے جن کی نسبت خدا نے حکم دیا

---

(۱) تفسیر منہج الصادقین، ج ۴، ص ۲۳۰؛ عوالی اللئالی، ج ۲، ص ۱۶۸؛ بحار الانوار، ج ۸۴، ص ۶؛ بحار الانوار، ج ۸۴، ص ۱۴؛ عوالی اللئالی، ج ۷، ص ۳۱۔

(۲) ایضاً۔

(۳) بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۳۲۷ و ج ۸۴، ص ۱۴ معمولی فرق کے ساتھ۔

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ اُن کی تعظیم کی جائے اور ان میں اُس کا نام لیا جائے جس میں صبح و
شام وہ لوگ اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں ایسے لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز
پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ تو تجارت ہی غافل کر سکتی ہے اور نہ
(خرید و فروخت) کا معاملہ (کیوں کہ) وہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں
جس میں خوف کے مارے دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔"

جن گھروں کے بارے میں خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کی عظمت و رفعت کا اعتراف کیا جائے، تفسیر کی رو سے ان میں سے ایک مسجد بھی ہے۔ مساجد کے بارے میں فرماتا ہے: ان مسجدوں میں ایسے لوگ ہیں جو صبح و شام خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ انھیں بلند مرتبہ گھروں میں سے رسولؐ اور آئمہ اطہارؑ کے گھر میں بھی ہیں؛ رسولؐ، علیؑ اور فاطمہ زہراؑ کے مقدس گھروں سے علم و حکمت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔

انھیں باعظمت گھروں میں سے رسولؐ اور آئمہ معصومینؑ کے مزار ہیں۔ ان مقامات کی عظمت و رفعت کے پیش نظر خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ ہمیشہ ان کی تعظیم کی جائے[1]

......❋......

(۱) مومنین کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ایک شخص مذکورہ آیت کو اس طرح فی بیوت کوفی بیوت پڑھتا تھا۔ اس سے لوگوں نے کہا: فی بیوت کو کسر کے ساتھ پڑھا کرو۔ اس نے کہا: خدا نے خود حکم دیا ہے کہ رفع کے ساتھ پڑھا کرو چناں چہ فرماتا ہے: ان ترفع ظاہر ہے کہ اس نے رفعت کو رفع سمجھ لیا تھا جو کہ غلط تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

# چوتھی تقریر

## طہارت و وضو خدا کے تقرب کا' عذاب سے امان کا' اور انسان کی انانیت کو نابود کرنے کا باعث ہے

بارگاہِ ایزدی میں تقرب کے اسباب

پاکیزگی کے درجات

لباس اور بدن کی طہارت

گناہوں سے پاک ہونا

پست اخلاق سے پاک ہونا

غیر خدا سے دل کو پاک رکھنا

وضو کی دعائیں

امیر المومنین علیہ السلام ہی صراطِ مستقیم ہیں

سلام کرنے کی اہمیت

کچھ گناہوں کا کفارہ ہے کچھ کا نہیں

Presented by Ziaraat.Com

قال رسولُ اللّٰہ:

ثلاثٌ درجاتٌ و ثلاثٌ کفّاراتٌ و ثلاثٌ مُهلكاتٌ و ثلاثٌ مُنجياتٌ، و أمّا الدّرجاتُ: فإسبَاغُ الوضوءِ فِي السَّبَراتِ، و انتظارُ الصَّلاةِ بَعدَ الصَّلاةِ، و المشيُ بالليلِ و النهارِ إلىٰ الجماعاتِ و أمّا الكفّاراتِ: فإفشاءُ السَّلامِ، و إطعامُ الطَّعامِ، و التهجُدُ بالليلِ، و النّاسُ نيامٌ و أمّا المُهلكاتُ: فشُحٌّ مطاعٌ، وهوىً مُتَّبَعٌ، و إعجابُ المَرءِ بنفسِهِ و أمّا المُنجِياتُ: فَخوفُ اللّٰهِ فِي السرِّ و العَلانيةِ، و القصدُ فِي الغِنىٰ و الفَقرِ، و كلمةُ العدلِ فِي الرضا و السُّخطِ[1]

تین چیزیں انسان کے مرتبہ کو بلند کرتی ہیں اور خدا کے تقرب کا باعث ہوتی ہیں:

① مکمل طریقہ سے وضو کرنا (خصوصاً سردی کے زمانہ میں)

مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے لباس، بدن، گھر اور فرش وغیرہ کو پاک صاف رکھے بلکہ اپنی ہر چیز کو پاک رکھے۔ ارشاد ہے:

بُنِيَ الاسلامُ عَلىٰ النَّظافةِ[2]

"اسلام کی بنیاد طہارت و پاکیزگی پر رکھی گئی ہے۔"

نیز فرماتے ہیں:

النظافة من الايمان[3]

---

(۱) خصال صدوقؒ باب مختص ہای سہ گانہ متن: ص۲۲۶؛ بحارالانوار، ج۷۰، ص۶

(۲) کنزالعمال، ص۲۷۷ تنظّفوا لكلِّ ما استطعتم فإنّ اللّٰه تعالىٰ بنىٰ الاسلام علىٰ النظافة ولن يدخل الجنّة الا كلُّ نظيف.

(۳) بحارالانوار، ج۶۲، ص۲۹۱ قال رسولُ اللّٰه: تخللوا فانه من النظافة و النظافة من الايمان و الايمان مع صاحبه في الجنة.

Presented by Ziaraat.Com

''پاکیزگی ایمان کا جز ہے (یا طہارت و پاکیزگی کا تعلق ایمان سے ہے)۔

طہارت و پاکیزگی کے بھی درجات ہیں:

طہارت و پاکیزگی کا درجہ اول یہ ہے کہ انسان کا بدن' اس کا لباس اور اس سے مربوط چیزیں پاک ہوں۔ طہارت و پاکیزگی کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان تمام معصیتوں سے پاک ہو۔

طہارت و پاکیزگی کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی روح اور اپنے دل کو بُرے اخلاق اور پست صفات سے پاک کرے اور ہمہ تن و ہمہ وقت خدا کی طرف متوجہ رہے۔ بس اسی سے لو لگائے البتہ رسولؐ، آئمہؑ اور مومنین محبت کی اصل خدا ہی کی محبت ہے۔ یہ غیر خدا کی محبت سے دل کو پاک کرنے کے منافی نہیں ہے۔

طہارت و پاکیزگی کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے صفحۂ وجود کو غیر خدا کی محبت و تعلق سے پاک کرے اور اس کے دل میں خدا کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت نہ ہو۔

یہ ہیں طہارت کے درجات۔ جو انسان خدا سے یہ دعا کرتا ہے کہ مجھے ہر لحاظ سے ہر جہت سے پاک کر دے۔ اسے اس کے لیے آمادگی بھی کرنا چاہیے۔ خود کو تمام آلائشوں سے پاک کرے اور اپنے لیے پاکیزگی کے تمام درجات کو فراہم کرے' اسی لیے مستحب ہے کہ وضو سے پہلے تین مرتبہ کلی کرے اور کلی کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اللّٰهُمَّ لَقِّنِي حُجَّتِي يومَ اَلْقاكَ و أطلِق لِساني بِذكرِكَ[1]

---

(۱) تہذیب الاحکام ج۱، ص۵۳' ابی عن عبداللہ (ع) قال: بینا امیرالمومنینؑ ذات یوم جالس مع ابن الحنفیّة اذ قال له: یا محمدًا اتینی باِناء من ماء اتوضأ للصلاة. فأتاه مُحمّد بالماء فأكفاء بیده الیسری علیٰ یده الیمنیٰ. ثم قال: بسم الله و الحمدلله الّذی جعل الماء طهوراً و لم یجعله نجساً. قال: ثم استنجی فقال: اللهم حصّن فرجي و أعفه و استر عورتي و حرّمني علی النار. قال: ثم تمضمض فقال: اللّٰهم لقّني حجّتي یومَ ألقاك و أطلق لساني بذكرك. ثم استنشق فقال: اللهم لا تحرّم علَيّ ريح الجنّة و اجعلني ممّن یشمُّ ریحها و روحها و طیبها. قال: ثم غسل وجهه فقال: اللّٰهُم بيّض وجهي یوم تسودّ فیه الوجوه ولا تسوّد وجهي یوم تبیضّ فیه الوجوه. ثمّ غسل یده الیمنی فقال: اللّٰهُمّ أعطني كتابي بیمیني و الخلد في الجنان بیساري و حاسبني حساباً یسیراً. ثم غسل یده الیسریٰ فقال: اللهم لا تعطني كتابي بشمالي ولا تجعلها مغلولة الیٰ عنقي و اعوذبك من مقطعات النیران. ثمّ مسح رأسه فقال:

Presented by Ziaraat.Com

"اے اللہ! جس روز میں تجھ سے ملاقات کروں اس دن مجھے اپنی حجت کی تلقین کرنا اور میری زبان کو اپنے ذکر میں گویا کرنا تا کہ میں ہمہ وقت تیرے ذکر میں مشغول رہوں۔"

اور چوں کہ اصل ذکر، قلبی ذکر ہے لہٰذا جب انسان ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہے گا اور اپنے دل میں اسے یاد رکھے گا تو کبھی بھی اس کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

اور ناک میں پانی ڈالے تو یہ پڑھے:

اَللّٰھُم لا تحرّم علیّ ریح الجنّۃ و اجعلنی ممن یشمّ ریحھا و روحھا و طیبھا

"اے اللہ! مجھے جنت کی بُو سے محروم نہ کرنا' مجھے ان لوگوں میں قرار دینا جو جنت کی خوش بو سونگھتے ہیں۔"[1]

اور چہرہ دھوتے وقت بارگاہ پروردگار میں اس طرح عرض کرے:

اَللّٰھُم بَیِّض وجھی یومَ تِسودُّ فیہ الوجوہ ولا تسوّد وجھی یومَ تبیضُّ فیہ الوجوہ

"اے اللہ! میرے چہرے کو اس روز نورانی قرار دینا جس دن چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور مجھے اس روز روسیاہ نہ کرنا جس دن چہرے نورانی ہوں گے۔"

---

(پچھلے صفحہ کا باقی) اللھم غشّنی برحمتك و برکاتك. ثمّ مسح رجلیہ فقال: اَللّٰھُم ثبتنی علیٰ الصّراط یوم تزلّ فیہ الأقدام و اجعل سعیی فیما یرضیك عنی ثم رفع رأسہ فنظر الیٰ محمدٍ فقال: یا محمدُ! من توضأ مثل وضوئی و قال مثل قولی فخلق اللہ لہ من کُلّ قطرۃٍ مَلَکاً یقدّسہ و یسبّحہ و یکبّرہ فیکتب اللہ لہ ثواب ذلك الیٰ یوم القیامۃ۔

(۱) کتاب مثنوی میں تحریر ہے کہ ایک شخص نے دور سے سنا کہ کوئی شخص استنجا کے وقت یہ دعا پڑھ رہا ہے: اَللّٰھُم لا تحرّم علیّ ریح الجنّۃ و اجعلنی ممّن یشمّ ریحھا و روحھا و طیبھا:

آن یکی در وقت استنجا بگفت — کہ مرا با بوی جنت دار جفت
گفت شخصی خوب ورد آوردہ ای — لیک سوراخ دعا گم کردہ ای

سننے والے نے دعا پڑھنے والے سے کہا: یہ دعا بہت اچھی ہے لیکن اس موقع پر نہیں پڑھنی چاہیے بلکہ ناک میں پانی ڈالتے وقت پڑھنی چاہیے۔ مثنوی معنوی دفتر چہارم۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ صحیح ہے کہ انسان اس مادی بدن کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگا' لیکن خدا سے روح کا ارتباط ہوگا اس لیے انسان کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی روح ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہے اور اللہ کے علاوہ کسی سے ربط نہ رکھے' تا کہ خدا سے اس کا ارتباط ہو سکے۔ غیر خدا سے روح کا پاک وصاف ہونا طہارت و پاکیزگی کا بلند ترین درجہ ہے۔

دایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے:

اللّٰهُمَّ أعطني كتابي بيميني و الخُلدَ فِي الجِنانِ بيساري و حاسِبني حساباً يسيراً

''اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دینا اور بہشت میں دائمی اقامت کا حکم نامہ میرے بائیں ہاتھ میں دینا اور مجھ سے آسان حساب لینا۔''

بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے:

اللّٰهُمَّ لا تُعطِني كتابي بشمالي ولا تَجعَلها مَغلُولَةً إلىٰ عنقي و أعوذُ بِكَ مِن مُقَطَّعاتِ النيرانِ

''اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور اسے میری گردن میں نہ لٹکانا' میں جہنم کی آگ کے ایک شعلہ سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

ایک حدیث میں رسولِ اکرمؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

يَحشُرُ اللّٰهُ أُمّتي يَومَ القيامةِ بينَ الأُمَم غُرّاً مُحَجَّلِينَ مِن آثارِ الوضوء[1]

''میری اُمت کو خدا اس حال میں محشور کرے گا کہ وضو کی وجہ سے ان کے چہرے' ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے۔''

سر کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۱، ص۳۲۳' بحارالانوار، ج۸۰، ص۲۳۷' دعائم الاسلام، ج۱، ص۱۰۰۔

Presented by Ziaraat.Com

اَللّٰهُمَّ غَشِّنِی برحمتكَ و برکاتكَ

''اے اللہ! مجھے اپنی رحمت اور بخششوں میں چھپا لے۔''

اور دائیں بائیں پیر کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتنی عَلیٰ الصراطِ یومَ تَزِلُّ فیهِ الأقدامُ و اجعل سعیی فیما یُرضیكَ عنّی

''اے اللہ! مجھے اس دن صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھنا جس دن اس سے بہت سے قدم پھسل جائیں گے اور میری کوشش اس چیز میں قرار دے جو تجھے پسند ہے۔''

انسان کو چاہیے کہ اس دنیا میں صراط مستقیم پر چلے تا کہ قیامت میں آرام کے ساتھ پل صراط سے گزر سکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی یہی کیفیت قیامت کے دن مجسم ہو جائے گی:

اے کہ در دنیا نرفتی بر صراط مستقیم
در قیامت بر صراطت تشو بشست و بیم
قلب روی اندودہ نستانند در بازار حشر
خالصی باید کہ بیرون آید از آتش سلیم
نفس پروردن خلاف رای دانایان بود
طفل، خرما دوست دارد صبر فرماید حکیم

''اے شخص! تُو دنیا میں صراطِ مستقیم پر چلا نہیں، ظاہر ہے قیامت میں تیرا راستہ تشویش و خوف سے خالی نہیں ہے۔ بازار حشر میں دو غلے دل کا کوئی خریدار نہیں ہے۔ جہنم سے وہی بچ سکتا ہے جو مخلص ہے۔ نفس کی پرورش کرنا علما کی رائے کے خلاف ہے، بچہ خرمہ کو پسند کرتا ہے لیکن صاحبِ علم صبر کرتا ہے'' (کلیات سعدی مواعظ ۱۰۱۹)۔

جن لوگوں نے سیدھا راستہ اختیار کیا ہے اور دین کے حکم کے مطابق عمل کیا ہے اور

Presented by Ziaraat.Com

افراط و تفریط سے پرہیز کیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی شخص کی دونوں مٹھیوں میں آگ ہو۔ کہا جاتا ہے: صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے' جسے تاریکی میں قرار دیا گیا ہے[1]

یعنی وہاں لوگوں کی مختلف قسمیں ہوں گی۔ اگر دنیا میں وہ صحیح طریقے سے گزرے ہوں گے تو وہ صراطِ مستقیم کو ایک سوار کی مانند طے کریں گے (یا وہ صراط مستقیم پر ایک سوار کی مانند رہیں گے)[2]

البتہ اس صراط کی حقیقت امیر المومنین علیہ السلام ہیں[3]

کیوں کہ صراطِ مستقیم آپؑ کا ہی راستہ ہے اسی لیے حضرت علی علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔

(۲) بعد والی نماز کا انتظار کرنا۔

یعنی جب انسان ایک نماز ختم کر چکے تو اسے دوسری نماز کا انتظار کرنا چاہیے۔ بالکل اس میزبان کی طرح کہ جس نے اپنے کسی عزیز کی دعوت کی ہو اور اس کے آنے کا انتظار کرتا ہے۔

(۳) رات دن کی نمازوں کو جماعت سے پڑھنا چاہیے۔

درج ذیل تین چیزیں گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں:

(الف) سلام کی ترویج کرنا

انسان کو ایسا طریقہ اور ایسا کردار اپنانا چاہیے جس سے لوگوں کے درمیان سلام کرنے کی رسم پیدا ہو جائے۔ شریعت اسلامیہ میں سلام ملت اسلامیہ کا تحفہ ہے اس سے محبت و یگانگی ایسے مثبت آثار پیدا ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا ہے: سلام خدا سے اس شخص کی سلامتی کی دعا ہے جس کو سلام کیا جاتا

---

(۱) بحار الانوار، ج ۸، ص ۶۴' تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۹ روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۴۹۹ عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ الصادقؑ قال...... و الصراط أدق مِنَ الشَّعرِ و مِن حَدِّ السیف......

(۲) حوالہ سابق

(۳) کافی، ج ۱، ص ۴۱۶' بحار الانوار، ج ۸، ص ۶۶، ج ۹، ص ۱۹۷، ج ۲۴، ص ۴۱۱' امالی صدوق، ص ۳۰۶' امالی طوسی، ص ۴۳ و ص ۴۵۶' بصائر الدرجات، ص ۷۱، ۷۹' تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام، ص ۴۳' تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۴ و ص ۲۸۵ و ج ۲، ص ۹' تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۸ و ج ۲، ص ۶۶، ج ۲۸۰ و ۲۸۶' (مراجعت شود بہ ص ۴۱۴ اصل کتاب)۔

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ لیکن سلام کے بہترین معنی یہ ہیں: مدمقابل کو اس بات کا اطمینان دلانا کہ آپ میری طرف سے امان میں ہیں اور سلام سے یہی مراد ہوتی ہے:

السَّلامُ تَحِيَّةٌ لِمِلَّتِنا و امانٌ لِذِمَّتِنا

"سلام ہماری ملت کا تحفہ ہے اور ہماری پناہ میں آنے والے کے لیے امان ہے" (بحارالانوار ج۷۶، ص۱۲)۔

المُسلِمُ مَن سَلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانِهِ وَ يَدِهِ[1]

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔"

المؤمِنُ مَن اٰمِنَهُ النَّاسُ عَلیٰ أنفُسِهِم و أموالِهِم[2]

"مومن وہ ہے جو لوگوں کو ان کی جان اور مال کو محفوظ سمجھے۔"

(ب) ولیمہ اور کھانا کھلانا

(ج) نمازِ شب پڑھنا

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص نے بڑا گناہ کیا ہے یا جس شخص کی گردن پر لوگوں کا حق ہے کیا خدا اور لوگوں کے حق کے ضائع کرنے سے نمازِ شب پڑھنا، سلام کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا، بے کار ہو جائے گا؟

جواب: محققین کا قول یہ ہے: ان روایتوں میں جو گناہوں کا ذکر ہے ان سے مراد وہ چھوٹے گناہ ہیں جن کو مستقل انجام نہ دیتا ہو گویا اس آیت کا مصداق ہو:

إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

(سورۂ نساء آیت ۳۱)

---

(۱) کافی، ج۲، ص۲۳۳، بحارالانوار، ج۶۷، ص۲۵۳ قال أبو جعفر يا سليمان أتدری مَنِ المسلم؟ قلت: جعلت فداك أنت اعلم. قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده. ثم قال: و تدری من المؤمن؟ قال: قلت: أنت اعلم. قال: "إن" المؤمن من أئتمنه المسلمون علیٰ أموالهم و أنفسهم، والمسلم حرام علی المسلم ان يظلمه او يخذله او يدفعه دفعة تعنته۔

(۲) حوالہ سابق۔

Presented by Ziaraat.Com

"اگر تم بڑے گناہوں سے اجتناب کرو گے تو ہم چھوٹے گناہوں سے چشم پوشی کریں گے۔"

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (سورۂ ہود،آیت ۱۱۴)

"اور دن کے دونوں طرف (صبح وشام) اور رات گئے میں نماز پڑھو بے شک نیکیاں بُرائیوں کو نابود کر دیتی ہیں۔"

علما کہتے ہیں کہ "طرفي النهار" دن کے دو طرف سے مراد صبح سے ظہر کے کچھ بعد تک کا وقت ہے اور "زلفاً من الليل" سے نماز مغرب اور عشا تک مراد ہے۔ ان نمازوں کو پڑھنے سے بُرائیاں اور سیئات ختم ہو جاتے ہیں[1] مفسرین کہتے ہیں: سیئات کے معنی چھوٹے گناہ کے ہیں۔ ان نمازوں کے پڑھنے سے چھوٹے گنا محو ہو جاتے ہیں۔

حدیث کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: تین چیزیں انسان کو خدا کے عذاب سے بچاتی ہیں:

① ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرنا اس سے انسان گناہ سے باز رہتا ہے۔

البتہ خوف خدا کے ساتھ رجا بھی ہونا چاہیے۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو جو وصیتیں کی ہیں ان میں سے خوف و رجا بھی ہے' فرماتے ہیں: اگر کسی مومن کا دل چیر کر دیکھا جائے تو اس میں دو نور نظر آئیں گے' ایک خوف خدا اور دوسرے رجا۔ یہ ایک دوسرے پر غلبہ نہیں کرتے' دونوں برابر رہتے ہیں[2]

---

(۱) کافی، ج۳، ص۲۷۱' تہذیب الاسلام، ج۲، ص۲۴۱' وسائل الشیعہ، ج۳، ص۱۰' مستدرک الوسائل، ج۳، ص۱۲۱' تفسیر قمی، ج۱، ص۳۳۷' تفسیر عیاشی، ج۲، ص۱۶۱۔ (مراجعہ شود بہ، ص۴۱۷۔ اصل فارسی)۔

(۲) مستدرک الوسائل، ج۱۱، ص۲۲۵' بحارالانوار، ج۱۳، ص۴۱۱' تفسیر قمی، ج۲، ص۱۶۴' يا بني لو استخرج قلب المومن فشق لوجد فيه نوران نور للخوف و نور للرجا لو وزنا ما رجح احدهما على الآخر بمثقال ذرة......

Presented by Ziaraat.Com

ایک روایت میں رسولؐ سے منقول ہے:

رَأسُ الحِکمَةِ مَخَافَةُ اللّٰہِ[1]

"حکمتوں اور علوم کی معراج خوفِ وخشیتِ خدا ہے۔"

کیوں کہ انسان اسی خوفِ خدا کے باعث گناہوں سے پرہیز کرتا ہے۔ دوسری روایت میں ارشاد ہے:

رَأسُ العِلمِ مَعرِفَةُ اللّٰہِ[2]

"تمام حکمتوں کا لب لباب خدا کی معرفت ہے۔"

جب تک انسان خدا کی معرفت حاصل نہیں کرے گا اور عظمت خدا سے متعارف نہیں ہو گا اس وقت تک اس کے دل میں خوفِ خدا پیدا نہیں ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ معرفتِ خدا تمام حکمتوں کا راز ہے۔

(۲) مفلسی اور ثروت مندی میں میانہ روی۔

انسان کو چاہیے کہ اوسط درجہ کی زندگی بسر کرے۔

(۳) رضا و ناراضی کی حالت میں عدل سے کام لے۔

یعنی انسان کو چاہیے کہ عیش و نشاط اور مسرت و آرام کی زندگی میں بھی عدل سے کام

---

(۱) خصال صدوق باب تین حائی سہ گانہ متن ص۲۸۸ عن علی بن الحسین قال: کان آخر ما أوصی به الخضر موسی بن عمرانؑ ان قال له: لا تعیرن احداً بذنب و ان احب الامور الیٰ اللّٰه عز و جل ثلاثة: القصد فی الجدة و العفو فی المقدرة و الرفق بعباد اللّٰه و ما رفق احد باحد فی الدنیا الاّ رفق اللّٰه عز و جل به یوم القیامة و رأس الحکمة مخافة اللّٰه تبارك و تعالیٰ۔ من لا یحضره الفقیه، ج۴، ص۳۷۶ وسائل الشیعه، ج۱۵، ص۲۲۱ مستدرک الوسائل، ج۱۱، ص۲۲۹ اس طرح سے پیغمبر اسلامؐ کے خطبہ تبوکیہ میں یہ مطلب آیا ہے (رجوع کریں بحار الانوار، ج۲۱، ص۲۱۰)۔

(۲) توحید صدوق ص۲۸۴ بحار الانوار، ج۳، ص۲۶۹ عن ابن عباس قال: جاء اعرابی الیٰ النبیؐ فقال: یا رسولَ اللّٰه! علمنی من غرائب العلمِ قال: ما صنعت فی رأس العلم حتی تسأل عن غرائبه؟ قال الرجل: ما رأسُ العلم یا رسولَ اللّٰه قال: معرفة اللّٰه حق معرفته. قال الاعرابی. وما معرفة اللّٰه حق معرفته؟ قال: تعرفه بلا مثل و لا شبه ولا ند و انه واحد أحد ظاهر باطن اوّل آخر لا کفوَ له ولا نظیر فذلك حق معرفته۔

Presented by Ziaraat.Com

لے اور رنج و غضب کی زندگی میں بھی۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں منقول ہے' آپ نے فرمایا:

الغَضَبُ مِفتاحُ كُلِّ شَرٍّ [1]

''غصہ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔''

جو کشتی گرداب میں پھنس گئی ہو اور ڈوبنے کے قریب ہو جسے ہوا کبھی اس طرف لے جاتی ہے اور کبھی اس طرف۔ اس میں اس شخص کے بچنے کا زیادہ امکان ہے جو غصہ نہیں کرتا ہے (معراج السعادة' ص۱۲۶)۔

لہٰذا غصہ کے موقع پر صبر کرنا حلم و بردباری کی صفت ہے اور اس کے بڑے فوائد ہیں اور اسی صفت کے ساتھ خدا اپنے پیغمبروں کی توصیف کرتا ہے' فرماتا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (سورۂ ھود' آیت ۷۵)

''بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے بُردبار اور بہت صبر کرنے والے اور خدا سے لو لگانے والے تھے۔''

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (سورۂ صافات' آیت ۱۰۱)

''ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو نہایت ہی بُردبار بیٹے کی بشارت دی۔''

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَا شِيبَ شَيءٌ بِشَيءٍ أحسنُ مِن حِلمٍ بِعلمٍ

''جس طرح علم کے ساتھ حلم مخلوط ہوا ہے اس سے بہتر طریقہ سے کوئی چیز دوسری چیز سے مخلوط نہیں ہوئی ہے'' (تحف العقول' ص۹۲۹' بحارالانوار' ج۷۸' ص۱۷۲)۔

درج ذیل تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں:

① صفتِ بخل جس کی انسان پیروی کرے۔

---

(۱) خصال صدوق' باب منش صای یگانہ متن ۱۷اص' بحارالانوار' ج۷۳' ص۲۶۳۔

Presented by Ziaraat.Com

۲) خواہش نفس جس کی انسان اطاعت کرے۔

۳) خود بینی وخود پسندی۔

اس کا علاج یہ ہے کہ انسان کو خدا کی زیادہ سے زیادہ معرفت حاصل ہو جائے۔ اس صورت میں وہ خود بینی کی بیماری سے نجات پا جائے گا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر تمھارے نفس میں خدا کی عظمت پیدا ہو جائے اور تمھیں اپنے اندر اس کی بزرگی کا احساس ہو جائے تو تمھاری نظر میں سارے موجودات حقیر ہو جائیں چہ جائیکہ تم خود کو خدا کی عظمت کے مقابلہ میں قرار دو (نہج البلاغہ کلمہ حکمت:۱۲۹)۔

حضرت علی علیہ السلام خطبہ ہمام میں متقین کے بارے میں فرماتے ہیں: اہل تقویٰ اور پرہیزگاری تو وہی ہیں کہ جنھوں نے عظمت خدا کی معرفت حاصل کر لی تو ان کی نظر میں دنیا کی ہر چیز حقیر ہو گئی (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳(۱۸))۔

خود بینی وخود پسندی کی ضد کسر نفسی اور تواضع وخاکساری ہے۔ جب انسان اس صفت سے متصف ہو جاتا ہے تو وہ خدا اور اس کی مخلوق کا محبوب ہو جاتا ہے:

یکی قطرہ باران زابری چکید
خجل شد چو پہنای دریا بدید
کہ جایی کہ دریاست من کیستم
گر او ہست حقا کہ من نیستم
چو خود را بہ چشم حقارت بدید
صدف در کنارش بہ جان پرورید
سپہرش بہ جایی رسانید کار
کہ شد نامور لولو شاہوار
بلندی از آن یافت کو پست شد
در نیستی کوفت تا ہست شد

Presented by Ziaraat.Com

بزرگان نکردند در خود نگاہ
خدا بینی از خویشتن بین مخواہ

''بادل سے بارش کا ایک قطرہ ٹپکا جب اس نے دریا کی وسعت کو دیکھا تو پشیمان ہوا کہ جہاں دریا ہو وہاں میری کیا بساط ہے۔ اگر وہ ہے تو خدا کی قسم میں نہیں ہوں۔ جب اس نے خود کو حقیر نظر سے دیکھا تو اس کی آغوش میں صدف کی پرورش ہوئی' اس کی قسمت نے اس کو اتنا بلند کر دیا کہ نامور موتی بن گیا اور اتنی بلندی پائی کہ پہاڑ اس کے سامنے چھوٹا ہو گیا۔ اپنے کو فنا کر ڈالو تا کہ ہستی سے متصف ہو جاؤ (کلیات سعدی: بوستان' ص ۳۱۴)۔

بزرگوں نے خود کو کبھی کچھ نہیں سمجھا' بس سب کچھ خدا کو سمجھو خود کو بھول جاؤ'' (کلیات سعدی: بوستان' ص ۳۱۴)۔

.......❁.......

Presented by Ziaraat.Com

# پانچویں تقریر

## خواہش نفس، لمبی اُمیدیں اور وقت وعمر کو غنیمت سمجھنا

① خواہش نفس

شہوت وغضب کی طغیانی یا خواہش نفس

② طویل اُمیدیں

عمر اور فرصت کو غنیمت سمجھنا

Presented by Ziaraat.Com

قال رسولُ اللّٰہ:

إنَّ أخوفَ مَا اخافُ علیٰ أُمّتی: الهوی و طولُ الأملِ، أمّا الهویٰ: فإنّه یَصُدُّ عَنِ الحَقِّ و أمّا طولُ الأملِ: فیُنسی الآخرةَ و هذه الدّنیا قد ارتحلت مُدبِرةً و هذه الآخرةُ قد ارتحلت مقبلةً، ولکلٍّ و احدٍ منهما بَنونَ فإن استطعتم أن تکونوا من أبناءِ الآخرةِ ولا تکونوا من أبناء الدنیا، فافعلوا فإنّکُمُ الیومَ فِی دارِ عَمَلٍ ولا حسابٍ و أنتم غداً فِی دارِ حسابٍ ولا عملٍ[1]

مجھے اپنی اُمت کے بارے میں دو چیزوں کا زیادہ خوف ہے: خواہش نفس کی پیروی اور طولانی اُمیدیں۔

خواہش نفس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے وجود میں شہوت و غضب کا ہیجان پیدا ہو جائے۔ خداوند عالم نے انسان کو شہوت و غضب کی نعمت اس لیے عطا کی ہے تا کہ اعتدال کی حد میں رہ کر استفادہ کرے، شہوت سے فوائد حاصل کرے اور غضب کے ذریعے نقصانات سے بچے، نہ کہ ان دونوں کے طغیان سے متاثر ہو کر خدا ہی کو بھول جائے اور جو کام چاہے کرے، خواہ وہ حلال ہو یا حرام، نافرمانی ہو یا اطاعت اور چوں کہ یہ دونوں قوتیں سرکشی پر آ جاتی ہیں لہٰذا خدا نے ان کو اعتدال پر رکھنے کے لیے انسان کے وجود میں عقل رکھی ہے، عقل انھیں نابود نہیں کرتی ہے بلکہ ان کی سرکشی کو روکتی ہے۔

جو عقل شریعت کے تابع ہوتی ہے وہ خوب کو بد سے اور اچھے کو بُرے سے جدا کر لیتی ہے اور شہوت و غضب میں اعتدال پیدا کرتی ہے اور اگر وہ سرکشی پر آمادہ ہوتی ہیں تو عقل ان

---

(۱) خصال صدوق، باب مثنی حای دوگانہ متن ۱۶۲، بحار الانوار، ج ۷۷، ص ۱۱۷، کافی، ج ۸، ص ۵۸ پر بھی روایت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

سے جنگ کرتی ہے۔

بنابرایں شہوت و غضب کا طغیان خواہش نفس ہے اور خواہش نفس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی پروا نہ کی جائے' اسے بالکل بھلا دیا جائے اور دل کی خواہش کے مطابق عمل کیا جائے خواہ وہ حلال ہو یا حرام' خدا کی نافرمانی ہو یا اطاعت۔

حضرت علی علیہ السلام بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں:

الحِلمُ غِطاءٌ ساتِرٌ' والعَقلُ حُسَامٌ قَاطِعٌ' فاستُر خَلَلَ خُلقِكَ بِحِلمِكَ' و قاتِل هَواكَ بِعَقلِكَ

''حلم چھپانے والا پردہ ہے اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے پس اپنے اخلاق کی کمی کو اپنے حلم کے ذریعے چھپاؤ اور اپنی عقل کے وسیلہ سے خواہش نفس اور شہوت و غضب کا قصہ ختم کرو'' (نہج البلاغہ حکمت:۴۲۴)۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (سورۂ نازعات' آیات ۳۷-۴۱)

''پھر جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو آخرت پر مقدم کیا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو خدا سے ڈرا اور اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکا تو اس کا مقام جنت ہے۔''

اگر لذت ترک لذت بدانی
دگر شھوت نفس لذت نخوانی
سفر ھای علوی کند مرغ جانت
گر از چنبر آز بازش رھانی
ولیکن تو را صبر عنقا نباشد

Presented by Ziaraat.Com

که در دام شهوت به گنجشک مانی

چنان می روی غافل و خاب در سر

که می ترسم از کاروان باز مانی

نصیحت همین است جان برادر

که اوقات ضایع مکن تا توانی

"اگر تم ترکِ لذت کی لذت سے آشنا ہو جاؤ گے تو پھر کبھی شہوت نفس کی لذت کے پاس نہ جاؤ گے' تمھارا طائر روح بلندیوں کا سفر کرے گا' بشرطیکہ تم اسے لالچ کی قید سے آزاد کر دو اور صبر کرتے رہو' اس سے بیگانہ نہ رہو' ورنہ شہوت کے جال میں پھنسے رہو گے۔ تم غافل اور خمار آلود کی طرح چلے جا رہے ہو۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم کارواں سے نہ چھوٹ جاؤ' پیارے بھائی میری تمھیں یہی نصیحت ہے جہاں تک ہو سکے وقت ضائع نہ کرو" (کلیات سعدی مواعظ' ص ۱۰۳۱)۔

## ۲ طولانی اُمیدیں

مجھے اپنی اُمت کے بارے میں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ طولانی اُمیدیں قائم نہ کرے کہ اس صورت میں دنیوی جنجال اور دنیاداری میں مبتلا ہو جائے گی اور آخرت کو بھلا دے گی۔

شیخ سعدی نے گلستان میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ طولانی اُمیدیں رکھنا مذموم ہے۔ ایک رات ایک تاجر نے مجھے اپنے گھر دعوت دی اور فضول باتیں کرنے لگا' مثلاً کہنے لگا فلاں چیز فلاں گودام میں ہے اور یہ فلاں زمین کی دستاویز ہے اور اس چیز کا فلاں شخص ضامن ہے' پھر کہنے لگا: مجھے ایک سفر درپیش ہے' میں فلاں جنس خریدنا چاہتا ہوں اور اسے چین لے جانا چاہتا ہوں (اس زمانہ میں حمل و نقل کے اسباب و وسائل بہت کم تھے) اور چین سے فلاں چیز خریدوں گا اور اسے ترکستان لے جاؤں گا اور پھر ترکسان سے فلاں چیز خریدوں گا اور اسے ہندوستان لے جاؤں گا اور ہندوستان سے وہاں جاؤں گا اور وہاں سے

Presented by Ziaraat.Com

فلاں جگہ جاؤں گا پھر اس تھکان کو رفع کرنے کے لیے ایک طولانی مدت تک آرام کروں گا اور پھر کوئی سفر نہیں کروں گا۔

سعدی کہتے ہیں: میں خاموش تھا۔ تاجر نے کہا: آپ بھی کچھ فرمایئے۔ سعدی کہتے ہیں: میں نے کہا:

آن شنیدستی کہ در صحرای غور
بار سالاری بیفتاد از ستور
گفت چشم تنگ دنیادار را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

(کلیات سعدی، ص ۱۰۱ و ۱۰۲)

رسولؐ خدا فرماتے ہیں: خواہش نفس کی پیروی انسان کو حق سے دور کرتی ہے اور طولانی اُمید آخرت سے بے خبر کر دیتی ہے۔ دنیا تو گزر رہی ہے اور آخرت نزدیک آ رہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی کچھ اولاد ہے (بعض لوگ دنیا اور وقت کے بیٹے ہیں اور بعض آخرت کے فرزند ہیں) اگر تم میں طاقت ہے تو آخرت کے فرزند بنو نہ کہ دنیا کے کیوں کہ آج تم ایسی جگہ ہو جہاں عمل کر سکتے ہو، یہاں حساب و کتاب نہیں ہے لیکن قیامت میں حساب ہو گا وہاں عمل نہیں کر سکو گے۔

پس انسان کا جتنا وقت گزرتا ہے اتنا ہی وہ دنیا سے دور اور آخرت سے قریب ہوتا ہے اور اس کی عمر، جو کہ عظیم ترین خدائی سرمایہ ہے، گھٹتی ہے۔

اور چوں کہ گزری ہوئی عمر واپس نہیں آتی ہے لہٰذا عمر کے لمحہ کو بھی بے فائدہ کام میں نہ گزارو! بلکہ جہاں تک ہو سکے اس میں علم و کمال حاصل کرو۔

رسولؐ فرماتے ہیں:

اِغتَنِم خَمساً قَبلَ خَمسٍ: شَبَابَكَ قَبلَ هَرَمِكَ، و صِحَّتَكَ قَبلَ سَقمِكَ، و غِنَاكَ قَبلَ فَقرِكَ، و فَرَاغَكَ قَبلَ شُغلِكَ، و

Presented by Ziaraat.Com

حَیاتَکَ قَبلَ مَوتِکَ

"پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت سمجھو: ① بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔ ② بیماری سے پہلے تندرستی وصحت کو (تندرستی خدا کی عظیم نعمت ہے بیماری سے پہلے اس کی قدر کرنا چاہیے)۔ ③ فقر و ناداری سے پہلے ثروت و دولت کو۔ ④ مشغولیات سے پہلے فراغت کو۔ ⑤ موت سے پہلے زندگی کو" (بحارالانوار، ج۸۲، ص۱۷۳؛ معانی الاخبار، ۱۸۹)۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَالفرصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحابِ، فانتهزو افُرَصَ الخَیرِ

"وقت بادل کی طرح گزر جاتا ہے پس نیک لمحات کو غنیمت سمجھو۔"

سعدی کہتے ہیں:

سعدیا! دی رفت و فردا ہم چنان موجود نیست
درمیان این و آن فرصت شمار امروز را

(کلیات سعدی، مواعظ ۴۳۹)

دریغ آیدت ھر دو عالم خریدن
اگر قدر نقدی کہ داری بدانی

(کلیات سعدی، مواعظ ۱۰۳۱)

"جو وقت گزر گیا وہ ختم ہو گیا اور جو آئے گا وہ موجود نہیں پس ان دو عدموں کے درمیان کے وقت کو غنیمت سمجھو۔ اے سعدی! کل کا دن گزر گیا اور آنے والا کل ابھی آیا نہیں پس اس اور اُس کے درمیان آج کے دن کو غنیمت سمجھو۔ جو نقدی تمھارے پاس ہے اگر تمھیں اس کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے تو اس کے عوض دونوں جہان کو بھی نہیں خریدو گے۔"

Presented by Ziaraat.Com

......*......

# چھٹی تقریر

## ممدوح دنیا اور مذموم دنیا

دنیا کے معنی

راہ عبودیت میں ہر چیز سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے

دنیا جائے عبرت اور امتحان گاہ ہے

دنیا ممدوح ہے یا مذموم؟

دنیا میں ہماری دنیا ہی ہمارا حصّہ ہے

دنیا برائے آخرت ممدوح ہے

دنیا برائے معصیت مذموم ہے

......*......

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ سے ایک روایت منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

حُبُّ الدُّنیا رأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ

''سارے گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے'' (بحارالانوار ج۵۱، ص۲۵۸)۔

بعض حدیثوں میں دنیا کی مذمت کی گئی ہے اور بعض حدیثوں میں دنیا کی مذمت کرنے سے روکا گیا ہے۔ بعبارت دیگر دنیا کی مدح بھی ہوئی ہے اور مذمت بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک دنیا ممدوح ہے اور دوسری مذموم۔

پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ دنیا کیا ہے اور پھر یہ غور کرنا چاہیے کہ دنیا کس لحاظ سے ممدوح ہے اور کس اعتبار سے مذموم ہے؟

دنیا کے دو معنی ہیں: ایک خود دنیا کے مخصوص معنی ہیں، دوسرے معنی ہماری نسبت سے ہیں۔

دنیا کے اپنے معنی تو ہیں: زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اسے دنیا کہتے ہیں، مثلاً درخت اور ان کا پھل، بارش، آفتاب و ماہتاب اور ستارے وغیرہ۔

اگر یہی دنیا ہے تو یہ چیزیں بُری نہیں ہیں، ان کو بُرا نہیں کہنا چاہیے کیوں کہ یہ سب تو خدا کی نشانیاں ہیں، یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے، آفتاب و ماہتاب، ستارے، ہوا، پانی سب خدا کی وحدانیت کی نشانیاں اور اس کی نعمتیں ہیں:

در ھر چہ دیدہ ام تو پدیدار بودہ ای
ای نا نمودہ رخ، تو چہ بسیار بودہ ای

''میں جس چیز کو بھی دیکھتا ہوں اس میں تیرا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ اے چہرہ نہ دکھانے والے تو بہت عظیم اور ہر جگہ ہے'' (کلمات مکنونہ ۴۷)۔

دنیا ان معنی میں نہ صرف یہ کہ مذموم نہیں ہے بلکہ ممدوح ہے اور اسی وجہ سے روایات میں وارد ہوا ہے: ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے دنیا کو بُرا کہا تو آپؑ نے فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

اتغتر بالدنیا ثم تذمھا؟

"تم دنیا کے گرویدہ بھی ہو اور اس کی مذمت بھی کرتے ہو؟" (نہج البلاغہ حکمت: ۱۳۶)۔

تمھیں دنیا نے کب اپنا گرویدہ بنایا ہے؟ اس نے کب تمھیں فریب دیا ہے؟ پوری دنیا جائے عبرت ہے وہ تمھیں کیسے دھوکا دے سکتی ہے؟ کیا اس لیے کہ تمھارے ماں باپ دنیا سے چلے گئے ہیں اور اپنے عزیزوں کو تم نے اپنی آنکھوں سے مرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے تم دنیا کو بُرا کہہ رہے ہو؟ حالاں کہ اس سے تمھیں بیدار ہونا چاہیے تھا!

اِنَّ الدُّنیا دَارُ صِدقٍ لِمَن صَدَّقَھا

"بے شک دنیا اس شخص کے لیے صدق و سچائی کا گھر ہے جو اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کے ساتھ صداقت و درستی کا سلوک کرتا ہے۔"

ساری دنیا صداقت و عدالت پر اور مخصوص نظم و نسق پر اُستوار ہے' سورج مخصوص و معین وقت پر طلوع ہوتا ہے اور مخصوص و معین وقت پر غروب ہو جاتا ہے۔ اس کے طلوع و غروب میں کوئی خلل نہیں ہوتا ہے' ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ دن کے بجائے رات اور رات کے بجائے دن ہو گیا ہو' یہ نظام ایسے ہی چلا آ رہا ہے۔ یہی حال فصلوں کا ہے۔

یہ دنیا ایک نظم کے تحت پیدا ہوئی ہے اور سیدھے سچے اور نپے تلے طریقے پر چل رہی ہے:

و دارُ عافیۃٍ لِمن فَھِمَ عَنھا و دارُ غِنیً لِمَن تَزَوَّدَ مِنھا

"اور یہ دنیا سمجھنے والے کے لیے عافیت کا گھر ہے اور جو شخص اس سے آخرت کے لیے توشہ لینا چاہتا ہے اس کے لیے مالا مال ہے۔"

خدا نے انسان کے لیے بندگی و عبودیت کے تمام وسائل فراہم کر دیے ہیں تا کہ وہ ہر حال میں خدا کی عبادت کرے۔ انسان تمام چیزوں کو آخرت کا وسیلہ بنا سکتا ہے اور تمام کاموں کو خدا کے لیے انجام دے سکتا ہے' یہاں تک کہ اپنے سونے جاگنے کو بھی خدا کے واسطے قرار دے سکتا ہے' مثلاً اس نیت سے سوئے کہ عبادت میں نشاط پیدا ہو گا۔ راستہ اس نیت سے طے کرے کہ عبادت کے لیے قوت پیدا ہو گی اور کھانا اس نیت سے کھائے کہ عبادت کرنے میں

Presented by Ziaraat.Com

کام یاب ہوگا۔

مختصر یہ کہ انسان ہر چیز کو خدا کے لیے قرار دے سکتا ہے جو اس کے تصرف میں ہے اور اپنی آخرت کے لیے توشہ فراہم کرے:

و دارُ مَوعِظَةٍ لِمَن اتّعَظَ بِها

"نصیحت و عبرت لینے والے کے لیے دنیا جائے عبرت ہے۔"

مَسجِدُ اَحِبّاءِ اللّٰہِ و مُصَلّیٰ مَلائِکَةِ اللّٰہِ و مَھبَطُ وَحیِ اللّٰہِ و مَتجَرُ اَولیَاءِ اللّٰہِ

"دنیا جائے خدا کے دوستوں کے لیے عبادت گاہ اور جائے سجدہ ہے۔ خدا کے فرشتوں کے لیے بھی جائے عبادت ہے۔ تمام انبیاءؑ اور حضرت ختمی مرتبتؐ پر اسی دنیا میں وحی نازل ہوئی ہے اور خدا کے محبوب بندوں نے اسی دنیا میں تجارت کی ہے۔"

اولیائے خدا نے اسی دنیا میں خدا سے تجارت کی ہے اور اپنی ساری چیزیں راہِ خدا میں فروخت کی ہیں اور ان کے عوض جنت خرید لی ہے:

اکتسبوا فیہا الرحمةَ و رَبِحُوا فیہا الجَنَّةَ فَمَن ذا یَذُمُّھا فَقَد آذَنَت بِبَینِھا و نادَت بِفِراقِھا

"اس دنیا میں اولیائے اللہ نے خدا کی رحمت اور اس کی جنت کو اپنے لیے فراہم کیا ہے پھر ایسی دنیا کی مذمت کون کر سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ دنیا نے اپنی جدائی کا اعلان کر دیا ہے (اور صاف کہہ دیا ہے کہ میں فراق و فنا کا گھر ہوں)۔"

پس دنیا سراسر عبرت ہے اور خدا کی ایک نشانی ہے خدا نے اسے لوگوں کے امتحان کے لیے سنوارا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

(سورۂ کہف'آیت ۷)

"ہم نے اس دنیا کو لوگوں کے واسطہ اس لیے زینت دی ہے تا کہ انھیں آزمائیں اور یہ دیکھیں کہ ان میں سے کون اس کا گرویدہ نہیں ہوتا ہے اور دنیا میں کون بہترین عمل انجام دیتا ہے۔"

بعبارت دیگر: تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدا کو بھلا کر کس نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے اور کس نے اس سے دل نہیں لگایا ہے۔ ان معنی میں دنیا کی مذمت نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ جو دنیا لوگوں کی آزمائش کا وسیلہ ہے وہ بُری نہیں ہوسکتی بلکہ وہ خیر ہی خیر ہے:

نکوهش مکن چرخ نیلوفری را
برون کن ز سر باد خیره سری را
بری دان ز افعال چرخ برین را
نشاید نکوهش ز دانش بری را
چو تو خود کنی اختر خویش را بد
مدار از فلک چشم نیک اختری را
بسوزند چوب درختان بی بر
سزا خود همین است مر بی بری را
درخت تو گر بار دانش بگیرد
به زیر آوری چرخ نیلوفری را

"نیلے آسمان کو بُرا نہ کہو' اپنے سر سے خناس اور سرکشی کا غبار نکال دو' آسمان کو افعال سے بری سمجھو' صاحب علم کو ملامت نہیں کرنی چاہیے' اپنے ستارے کو جب تم خود ہی منحوس بناتے ہو' تو پھر آسمان سے نیک ستارے کی توقع نہ رکھو۔ جس درخت پر پھل نہیں لگتا اسے لوگ جلا دیتے ہیں' جو

Presented by Ziaraat.Com

شخص نیک کردار نہیں ہے اس کی سزا بھی یہی ہے۔ اگر تمہارے وجود کے درخت پر علم کا پھل لگ جائے تو اس نیلے آسمان کو بھی نیچے لایا جا سکتا ہے" (دیوان ناصر خسرو، ص ۱۲)۔

ہماری دنیا اتنی ہی ہے جتنا ہم اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور دنیوی زندگی میں پانی، ہوا، زمین، لباس، گھر، بیوی، بچے وغیرہ جو بھی ہمیں ملتا ہے وہی ہماری دنیا ہے۔

دنیا سے ہمیں جو فائدہ حاصل ہوتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

① ایک وقت میں ہم اس دنیا سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اسے آخرت کا وسیلہ بناتے ہیں اور اپنے تمام کاموں کو خدا کے لیے انجام دیتے ہیں اور ان کو آخرت کا توشہ قرار دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ تمام مراحل میں خدا کی عبادت کرتے ہیں، ہماری یہ دنیا ممدوح اور پسندیدہ ہے۔

② دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی شخص اسی دنیا کو معصیت کا وسیلہ بنائے یعنی العیاذ باللہ، اس دنیا کو خدا کی ان نعمتوں، آنکھ، کان، اعضا و جوارح، چاند، سورج، بیوی بچے اور مال و منصب کو معصیت کا وسیلہ بنا لیتا ہے تو یہ دنیا مذموم ہو جاتی ہے۔

بنابرایں دنیا کے ممدوح و مذموم ہونے کو اس کے وسائل و امکانات کے استعمال سے معین کیا جائے گا لہٰذا ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اس عمر و تندرستی سے اور خدا کی عطا کی ہوئی ہر چیز سے کمال و کامیابی کی راہ میں بخوبی احسن فائدہ اُٹھائیں اور تمام چیزوں کو آخرت کا وسیلہ قرار دیں اور تمام اُمور کو خدا کے حکم کے مطابق انجام دیں، جس کام کو بھی انجام دینا چاہیں پہلے اس کے بارے میں غور کر لیں کہ اس کے لیے خدا کا کیا حکم ہے؟

رسولؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

فَلْيَتَزَوَّدِ العَبدُ مِن نَفسِهِ لِنَفسِهِ و مِن دُنياهُ لِآخِرَتِهِ ومِن شَبَابِهِ لِهَرَمِهِ فإنّ الدُّنيا خُلِقَت لَكُم و أنتُم خُلِقتُم للآخِرَةِ[1]

(۱) مجموعہ ورام، ص ۱۳۱؛ بحار الانوار، ج ۶۷، ص ۳۶۲؛ و قال فی بعض خطبه: المؤمن بين مخافتين بين أجل قد مضىٰ لا يدري ما الله صانعٌ فيه و بين أجل قد بقي لا يدري ما الله قاضٍ فيه فليتزوّد العبدُ مِن دُنياه لآخرته و مِن حياته لموته و من شبابه لهرمه فان الدّنيا خلقتْ لكم

Presented by Ziaraat.Com

"انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس سے اپنے نفس اور اپنی دنیا سے اپنی آخرت کے لیے اور جوانی سے بڑھاپے کے لیے کچھ ذخیرہ کرلے کیوں کہ یہ دنیا تمھارے لیے اور تم آخرت کے لیے پیدا ہوئے ہو۔"

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰاُولِى الْاَلْبَابِ

(سورۂ بقرہ آیت ۱۹۷)

"اور زادِ راہ و توشہ فراہم کرو (آخرت کے لیے) بہترین توشہ تقویٰ ہے اے عقل والو! تقویٰ اختیار کرو۔"

و مِن شَبَابِهِ لِهَرَمِهِ

"اور اپنی جوانی میں اپنے بڑھاپے کے لیے ذخیرہ کرو۔"

جوانی کے زمانہ میں انسان کو علم حاصل کرنا چاہیے۔ خدا کی عبادت کرنی چاہیے تاکہ بڑھاپے میں محروم نہ رہے۔

فإنّ الدُّنيا خُلِقَت لَكُم و أنتُم خُلِقتُم للآخِرَةِ

"بے شک دنیا تمھارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔"

قرآنِ مجید میں خدا فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (سورۂ بقرہ آیت ۲۹)

"خدا وہ ہے جس نے روئے زمین کی تمام چیزوں کو تمھارے لیے پیدا کیا ہے۔"

---

(پچھلے صفحہ کا باقی) و أنتم خلقتم للآخرة و الذی نفس محمد بیده ما بعد الموت من مستعتب وما بعد الدنیا دار الا الجنة و النار. و در کافی ج ۲، ص ۷۰ سمعت ابا عبدالله یقول: إنّ ممّا حُفِظ مِن خطب النبیّ انه قال: یا ایها الناسُ إنّ لکم معالم فانتهوا فیه فلیأخذ العبد المؤمن من نفسه لنفسه ومن دنیاه لآخرته و فی الشیبة قبل الکبر و فی الحیاة قبل الممات فوالذی نفس محمدٍ بیده ما بعد الدّنیا من مستعتب وما بعدها من دارٍ الا الجنّة و النار۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن تم اس دنیا کے لیے پیدا نہیں کیے گئے ہو بلکہ تم آخرت کے لیے خلق کیے گئے ہو یہ دنیا تو آخرت کا مقدمہ ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

خَلَقتُ الأشياءَ لأجلكَ و خَلَقتُكَ لأجلي [1]

"ساری چیزوں کو میں نے تمھارے لیے پیدا کیا ہے اور تمھیں اپنے لیے پیدا کیا ہے۔"

البتہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان کی عبادت سے خدا کا کوئی فائدہ ہے بلکہ خدا کے قول کے یہ معنی ہیں: میں نے تم کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ تمھیں خود سے نزدیک کروں اور تم میرے تقرب سے فائدہ اُٹھا کر کمال پر پہنچ جاؤ۔

من نکردم خلق تا سودی کنم
بلکہ تا بر بندگان جودی کنم [2]

"میں نے بندوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ میں ان سے فائدہ اُٹھاؤں بلکہ بندوں پر کرم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ یعنی خدا کی عبادت کرو اور اس کے نتیجہ میں خدا کا تقرب حاصل کرو۔"

......❁......

(۱) علم الیقین فی اصول الدین فیض کاشانی، ج۱، ص۳۸۱؛ مشارق انوار الیقین، ص۶۷۔
(۲) مثنوی معنوی؛ عتاب کردن حق موسیٰ را از بہر آن شبان۔

Presented by Ziaraat.Com

# ساتویں تقریر

## دعا، شکر، صبر اور استغفار

دعا اور اس کے فوائد

شفاعت کمالِ دعا کی شرط ہے خود دعا کی شرط نہیں ہے

دعا کے وقت خدا اور خلق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا

بعض دعاؤں کے مقبول نہ ہونے کا سبب

استغفار

گناہ روحی بیماری ہے اور استغفار اس کا علاج ہے

شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے

نعمتوں سے صحیح استعمال کے لیے شریعت کا علم درکار ہے

صبر و استقامت

توکل اُمور کی انجام دہی میں کام یابی کا سبب ہے

Presented by Ziaraat.Com

قال الصادقؑ:

مَن أُعطی اربَعاً لَم یُحرَم اربَعاً مَن أعطِیَ الدُّعاءَ لَم یُحرَمِ الاجَابَةَ، وَمَن أعطِی الاستغفارَ لَم یُحرَمِ التوبَةَ، وَمَن أعطِی الشُّکرَ لَم یُحرَمِ الزِّیادَةَ وَمَن أعطِی الصَّبرَ لَم یُحرَمِ الأجرَ[1]

''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جس کو چار چیزیں عطا کی گئیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہے گا: جس شخص کو خدا کی طرف سے دعا کی توفیق عطا کی گئی ہے وہ دعا کی قبولیت سے محروم نہیں رہے گا (یعنی خدا یقیناً اس کی دعا کو قبول کرے گا)۔''

قرآن وحدیث میں دعا کے بارے میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے مثلاً فرماتا ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ (سورۂ مومن، آیت ۶۰)

''تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے روگردانی کریں گے وہ ذلت کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔''

اس آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دعا، عبادت ہے اور ہر مشکل وقت میں

---

(۱) خصال باب الاربعة، حدیث ۱۶، نہج البلاغہ کلمہ حکمت ۱۳۵ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرماتے ہیں: من اعطی اربعا لم یحرم اربعاً: من اعطی الدعاء لم یحرم الاجابة ومن اعطی التوبة لم یحرم القبول ومن اعطی الاستغفار لم یحرم المغفرة ومن اعطی الشکر لم یحرم الزیادة۔ اور اس کی تصدیق کتاب خدا سے اس طرح ہوتی ہے: قال اللّٰه فی الدعاء (اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ) مومن، آیت ۶۰، وقال فی الاستغفار (وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا) نساء ۱۱۰، وقال فی الشکر: (لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ) ابراہیم، آیت ۷ وقال فی التوبة: (اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِکَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ کَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا) نساء، آیت ۱۷، کچھ نسخوں میں اس فقرہ کو سید رضی سے منسوب کیا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

انسان کو خدا کی بارگاہ میں دعا کرنا چاہیے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

واعلَم اَنَّ الَّذی بیدِہٖ خَزَائِنُ السَّماواتِ والأرضِ قَد أذِنَ لَکَ فِی الدُّعاء، و تَکَفَّلَ لَکَ بالاجابۃ[1]

بیٹے! جان لو کہ جس خدا کے قبضۂ قدرت میں آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں اسی خدا نے تمھیں یہ اجازت دی ہے کہ تم اسی سے دعا مانگو اور اس نے قبول کرنے کا اطمینان دلایا ہے، فرماتا ہے کہ میں قبول کرنے کی ضمانت لیتا ہوں۔"

یہ اس آیت کی اشارہ ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶)

"اور میرے بندے جب بھی مجھ سے سوال کرتے ہیں تو میں ان سے قریب ہوتا ہوں اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔"

پھر امیر المومنین علیہ السلام اپنی وصیت میں فرماتے ہیں:

وَاَمَرَکَ أن تَسألَہُ لِیُعطِیکَ

"اور اسی نے تمھیں حکم دیا ہے کہ اس سے مانگو تا کہ وہ تمھیں عطا کرے۔"

و تَستَرحِمَہُ لِیَرحَمَکَ

"تمھیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم اس سے طلب رحمت کرو وہ تم پر رحم کرے گا۔"

و لَم یَجعَل بَینَکَ و بَینَہُ مَن یَحجُبُکَ عَنہُ

"اس نے تمھارے اور اپنے درمیان کسی کو حاجب قرار نہیں دیا ہے (کہ جس کے ذریعے تم اپنی بات اس تک پہنچاؤ)۔"

---

(۱) نہج البلاغہ نامہ ی ۳۱، واضح رہے کہ یہ وصیت نامہ دنیا کے سارے انسانوں سے مربوط ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بلکہ انسان براہِ راست ہر لمحہ ہر وقت خلوت وجلوت میں خداوند عالم سے لَو لگا سکتا ہے۔ اور اس سے اپنی دعا طلب کر سکتا ہے کیوں کہ وہ خداوند عالم اس سے ہر چیز سے زیادہ نزدیک ہے۔ چناں چہ فرماتا ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (سورۂ ق آیت ۱۶)

"ہم اس سے اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وہ تم سے اتنا نزدیک ہے کہ تم اس سے براہِ راست اپنی دعاؤں اور خواہشوں کو طلب کر سکتے ہو اور جب تم اس کی طرف متوجہ ہونے کا ارادہ کرو گے تو کوئی چیز اس کے اور تمھارے درمیان مانع نہیں ہوگی۔"

یہ چیز مسئلہ "شفاعت" سے جو کہ ہماری ضروریات دین و مذہب سے ہے' منافات نہیں رکھتی؛ کیوں کہ شفاعت کمالِ دعا کی شرط ہے' اصل دعا کی شرط نہیں ہے۔ رسولؐ خدا اور آئمہ اطہارؑ کی شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ انسان ان انوارِ مقدسہ کو بارگاہِ خدا میں اپنا شفیع قرار دے اور خود بھی خداوند عالم سے دعا کرے اور خدا کو ان کے حق کا واسطہ دے تاکہ اس کی دعا میں کوئی نقص نہ رہ جائے اور جلد مستجاب ہو جائے' کیوں کہ خدا نے انھیں شفاعت کی اجازت دی ہے۔

چناں چہ فرماتا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۵)

"کون ہے جو خدا کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کا حق رکھتا ہو۔"

زیارت جامعہ میں منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي لَوْ وَجَدْتُ شُفَعَاءَ اَقْرَبُ اِلَيْكَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ اَهْلِ بَيْتِهِ الْاَطْهَارِ الْاَئِمَّةِ الْاَبْرَارِ لَجَعَلْتُهُمْ شُفَعَائِي

"اے اللہ! اگر مجھے ایسے شفاعت کرنے والے ملتے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کی بہ

Presented by Ziaraat.Com

نسبت تجھ سے زیادہ قریب ہوتے تو میں انہی کو اپنا شفیع قرار دیتا لیکن مجھے ان سے بہتر کوئی نہیں ملا ہے" (مفاتیح الجنان زیارت جامعہ)۔

بس جس خدا نے اپنے اور بندہ کے درمیان کوئی حاجب نہیں رکھا ہے اسی خدا نے اپنے بندہ کو اس کی منزلِ مقصود تک جلد پہنچانے کے لیے محمدؐ وآلِ محمدؐ کو شفاعت کا حق عطا کیا ہے۔

دعا اور اس کے شرائط کے متعلق بہت کچھ وارد ہوا ہے ہم یہاں ایک جملہ نقل کرتے ہیں جو حدیث قدسی میں آیا ہے:

فَمِنكَ الدُّعاءُ وَ عَلَيَّ الاِجابَةَ [1]

"دعا تمھاری طرف سے اور قبولیت میری طرف سے۔"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جس نے بندہ کو دعا کی توفیق دی ہے وہ اسے محروم نہیں کرے گا۔"

الدُّعاءُ مُخُّ العِبَادَةِ و لا يَهلَكُ مَعَ الدُّعاءِ أحَدٌ [2]

"دعا عبادت کی حقیقت اور اس کا لب لباب ہے۔ دعا کرنے سے کوئی ہلاک نہیں ہوتا ہے۔"

قال الرضاؑ: سِلاحُ الأنبياءِ الدُّعَاءُ [3]

"امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: دعا انبیاءؑ کا اسلحہ ہے۔"

قال النَّبِيُّ: الدعاء سِلاحُ المُؤمِنِ [4]

(۱) بحارالانوار، ج۹۰، ص۳۷۲ وفی حدیث القدسی فمنك الدعاء وعلی الاجابة فلا تحجب عنی دعوة الا دعوةُ آکل الحرام۔

(۲) بحارالانوار، ج۹۳، ص۳۰۰ اسی جلد کے ص۳۰۲ پر رسولؐ سے منقول ہے: افزعوا الی اللّٰه فی حوائجکم و الجئوا الیه فی ملمّاتکم و تضرعوا الیه و ادعوه فان الدعاء مخ العبادة و ما من مؤمنٍ یدعوا اللّٰه الا استجابَ فاما ان یعجله له فی الدنیا و یؤجل له فی الآخرة و أما ان یکفّر عنه مِن ذنوبه بقدر ما دعا ما لم یدع بمأثم۔

(۳) کافی، ج۲، ص۴۶۸: قال الرضاؑ: علیکم بسلاح الانبیاء فقیل له: وما سلاح الانبیاء؟ فقال الدعاء۔

(۴) کافی، ج۲، ص۴۶۸ مرحوم کلینی نے کافی میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان باب ان الدعاء سلاح المومن، بحارالانوار، ج۹۳، ص۲۸۸، بحار میں یہ روایت عیون الاخبار الرضاؑ سے تین سندوں سے منقول ہے: قال رسولُ اللّٰه: الدعاء سلاح المؤمن و عماد الدّین و نور السموات والارض۔

Presented by Ziaraat.Com

''نبیؐ فرماتے ہیں: دعا مومن کا اسلحہ ہے۔''

ہو سکتا ہے کوئی یہ سوال کرے کہ ہم دعا کیوں کریں؟ کیوں کہ ان میں سے اکثر قبول نہیں ہوتی ہیں[1]

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بعض دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ پھر خدائے حکیم قبول کرنے میں مصلحت نہیں سمجھتا' لیکن جو بندہ خدا سے دعا کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس دعا کے قبول ہونے میں اس کا نقصان ہے۔ اسی لیے خدا اس کی دعا قبول نہیں کرتا ہے' اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی بچہ اپنے ماں' باپ سے سوئی یا قینچی وغیرہ مانگے اور اس کے والدین اسے یہ چیز نہ دیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ان چیزوں سے خود کو زخمی کرلے گا لہٰذا وہ اسے اس سے بہتر کوئی چیز دے دیتے ہیں۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے: اگر خدا اپنے بندہ کو کوئی چیز عطا کرنے میں مصلحت نہیں دیکھتا تو اس کے عوض وہ اسے دنیا و آخرت میں اس کی مطلوب چیزوں سے بہتر اشیا عطا کرے گا[2]

### (۲) استغفار کی توفیق

مَنْ اُعطی الاستِغفارَ لَم یُحرمِ التوبَۃَ

''جس شخص کو توبہ کرنے کی توفیق عطا کی گئی وہ توبہ کے قبول ہونے سے محروم نہیں رہے گا۔''

---

(۱) مرحوم کلینیؒ نے کافی میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان' باب ۲۴۔ علۃ الابطاء الاجابۃ۔ ملاحظہ کیجیے: بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۳۶۹۔

(۲) کافی، ج ۲، ص ۶۲' عن ابی عبداللہ(ع): ان فیما اوحی اللّٰہ عز و جل الیٰ موسیٰ بن عمرانؑ یا موسیٰ بن عمران ما خلقت خلقاً احب الی من عبدی المؤمن فانی انما ابتلیه لما هو خیر له و اعافیه لما هو خیر له و ازوی عنه ماهو شر له لما هو خیر له و انا اعلم بما یصلح علیه عبدی فلیصبر علی بلائی ولیشکر نعمائی و لیرض بقضائی اکتبه فی الصدیقین عندی اذا عمل برضائی و اطاع امری. و در عدۃ الداعی ۵۱. عن النبیؐ: افزعوا الیٰ اللّٰہ فی حوائجکم و الجئوا الیه فی مُلمّاتکم و تضرّعوا الیه و ادعوه فإنّ الدُّعاء مُخّ العِبادَۃِ وما مِن مُؤمن یدعو اللّٰہ الاّ استجاب فأما اَن یعجّله له فی الدُّنیا او یؤجل له فی الآخرۃ و اَمّا ان یُکَفِّرَ عنه مِن ذنوبه بقدر ما دعا ما لم یدعُ بمأثم۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی

(سورۂ طٰہٰ آیت ۸۲)

''اور میں یقیناً اس شخص کو بہت زیادہ بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے ایمان لائے اور عمل صالح کرے اور پھر ہدایت پر ثابت قدم رہے۔''

جب انسان صحیح طریقہ سے غور کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں وہ اس معنوی بیماری کی وجہ سے ہوتے ہیں جس میں وہ مبتلا ہے کیوں کہ جس طرح انسان ظاہری تندرستی اور بیماری سے گزرتا ہے۔ اسی طرح وہ روحی و معنوی صحت اور بیماری سے بھی گزرتا ہے اور گناہ روح کی بیماری ہے۔

روح کی صحت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا اخلاق صحیح رہے اور روحی بیماری کے معنی یہ ہیں کہ انسان کا اخلاق ناپسند اور اس کا کردار ناشائستہ ہو۔

رسولؐ اسلام حضرت محمدؐ بن عبداللہؑ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اَلا اُخبِرُکم بِدائکم و دوائکم؟ قلنا: بلیٰ یا رسولَ اللّٰہ، قال دائُکُمُ الذنوبُ و دوائُکُمُ الاستغفارُ

''کیا میں تمھیں، تمھاری بیماری اور اس کے علاج سے آگاہ نہ کروں؟ ہم سب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ضرور آگاہ کیجیے۔ فرمایا: تمھارے گناہ تمھاری بیماری ہے اور ان کی دوا بھی تمھارے اندر موجود ہے اور وہ ہے گناہوں سے توبہ کرنا اور خدا سے استغفار کرنا'' (بحارالانوار ج ۹۳، ص ۲۸۲)۔

یہ حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث کی مانند ہے، آپؑ نے ایک شخص سے فرمایا:

''تمھارا علاج خود تمھارے پاس ہے، تمھاری بیماری اور اس کا علاج تمھارے وجود میں موجود ہے، اپنی صحت و تندرستی کے راز کو تم جانتے ہو اور بیماری کی دوا کی طرف تمھاری راہ نمائی کر دی گئی ہے۔ اب یہ تمھیں دیکھنا

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ تم اپنے نفس کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو"۔[1]

یعنی انسان کو اپنا طبیب خود ہی ہونا چاہیے اور عقل و شرع کی مدد سے خود کو روحی امراض سے محفوظ رکھنا چاہیے اور ان بیماریوں کا علاج کرنا چاہیے جن میں وہ مبتلا ہے۔

خداوند عالم نے انسان کو راستہ دکھا دیا ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (سورہ دہر آیت ۳)

"ہم نے انسان کو راستہ کی ہدایت دے دی ہے اب وہ چاہے شکر گزار بن جائے یا کفرانِ نعمت کرنے والا بن جائے۔"

ناشائستہ اور بُرے کاموں کو بیان کر دیا ہے تاکہ ان سے پرہیز کرے اور نیک باتیں بھی بتا دی ہیں تاکہ ان پر عمل کرے۔ انسان چاہے خدا کی معصیت کرے یا اس کی عبادت واطاعت۔

انسان کی بصیرت خود اس کے اندر موجود ہے اور جس طرح وہ اپنی بیماریوں کو پہچانتا ہے اسی طرح وہ عقل و شریعت کے ذریعے اپنی روحی و معنوی بیماریوں کا بھی علاج کر سکتا ہے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو جواب وہ ہے۔

چاہست و راہ و دیدہ ی بینا و آفتاب
تا آدمی نگاہ کند پیش پائی خویش
سعی طبیب موجب درمان درد نیست
درمان درد خود بطلب از دوای خویش

"راستہ میں کنواں ہے خدا نے تمہارے لیے دیکھنے والی آنکھ اور روشن سورج قرار دیا ہے تاکہ تم سامنے دیکھو، طبیب کی کوشش علاج کا سبب نہیں ہوتی، تم اپنا علاج اپنی ہی دوا سے کرو، جب تم خود ہی اپنے طبیب ہو تو اپنے مرض کا اس دوا سے علاج کرو جو تمہارے اندر موجود ہے" (کلیات سعدی مواعظ ص ۱۰۱۲-۱۰۱۵)۔

---

(۱) کافی، ج۲، ص ۴۵۴، وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۲۶۱، مستدرک الوسائل، ج ۱۱، ص ۱۴۲، بحارالانوار، ج ۷۵، ص ۲۸۳، تحف العقول، ص ۳۰۵ قال ابوعبداللہ لرجل: انّك قد جُعِلتَ طبيبَ نَفسِكَ و بُيِّنَ لك الداء و عُرِّفتَ آيةَ الصِّحَّةِ و دُلِلتَ علیٰ الدواء فانظر کیف قیامُكَ علیٰ نفسك۔

Presented by Ziaraat.Com

۳) شکر کی توفیق

مَن اُعطِیَ الشُّکرَ لَم یُحرَمِ الزِّیادَۃَ

"جس شخص کو خدا کی طرف سے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا ہوئی ہے وہ نعمتوں کی افزائش سے محروم نہیں رہے گا۔"

قرآنِ مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے:

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ

(سورۂ ابراہیم آیت ۷)

"اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمھاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور اگر تم کفرانِ نعمت کرو گے تو میرا عذاب بھی شدید ہے۔"

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْکُمْ وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْکُفْرَ وَاِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَهُ لَکُمْ (سورۂ زمر آیت ۷)

"(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا) اگر تم خدا کی نعمتوں کا انکار کرو گے تو خدا تم سے بے نیاز ہے اور وہ اس بات سے خوش نہیں ہے کہ اس کے بندے کفر کریں اور اگر تم اس کا شکر ادا کرو گے تو وہ تم سے خوش ہو جائے گا۔"

اس بنا پر نعمت کا شکر ادا کرنا ضروری ہے، خاص طور سے دو صورتوں میں:

(الف) شکرِ خدا

جاننا چاہیے کہ خدا کی نعمتوں کی قدردانی اور شکرگزاری کے چار رکن ہیں: اگر یہ چار رکن ہوتے ہیں تو شکرگزاری مکمل ہوتی ہے:

پہلا: جب انسان کو خدا کی معرفت ہو جاتی ہے تو وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ نعمت خدا کی طرف سے ملی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسرا: خدا کی نعمتوں سے خوش اور راضی رہے۔

تیسرا: دل سے بھی خدا کا شکر ادا کرے اور زبان سے بھی۔

دل سے شکر گزاری کے معنی یہ ہیں کہ انسان خدا کا بندہ رہے اور زبان سے شکر کا مطلب یہ ہے کہ وہ الحمدللہ رب العالمین کہے یعنی ساری حمد خدا سے مخصوص ہے جو عالمین کا پروردگار ہے۔

چوتھا: نعمت کو اسی جگہ صرف استعمال کرے جہاں خدا نے اس کے استعمال کا حکم دیا ہے لیکن یہ چیز بے پناہ علم و دانش پر موقوف ہے۔ یہ ہر شخص کو میسر نہیں ہے مگر یہ کہ خالق نعمت اس کی راہ نمائی کرے کیوں کہ خدا کی تمام نعمتوں کا علم حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (سورۂ ابراہیم آیت ۳۴)

"اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ہرگز شمار نہیں کر سکتے (یعنی جو کچھ تمھارے بدن میں کان، آنکھ وغیرہ ہیں اور جو نعمتیں زمین میں ہیں جیسے ہوا، پانی وغیرہ اور جو کچھ آسمان میں ہیں جیسے آفتاب و ماہتاب وغیرہ جنات اور فرشتے وغیرہ ہیں) یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں جن کو تم شمار نہیں کر سکتے۔"

دوسرا ان نعمتوں کو صحیح جگہ پر استعمال کرنے کے لیے علم شریعت درکار ہے کیوں کہ عقل انسان تمام اشیا اور اُمور کے نفع و نقصان سے واقف نہیں ہے لہٰذا عقل اسے ان نعمتوں کے صحیح استعمال کی جگہ بتانے سے قاصر ہے۔

یہ شکر ادا کرنے کے ارکان ہیں۔ اگر یہ ارکان ہوں گے تو انسان شکر ادا کر سکے گا اور وہ شکر گزاری کے فریضہ پر عمل کرے گا پھر بھی انسان خدا کی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔ خدا کا شکر ادا کرنے سے عاجزی کے ساتھ انسان کو یہ کہنا چاہیے: پروردگارا! میں تیری کسی بھی نعمت کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہوں چہ جائیکہ تیری تمام نعمتوں کا شکر ادا کروں۔

واضح رہے کہ تمام نعمتوں سے افضل رسول اکرمؐ کا وجودِ مبارک ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بعثت کے وقت کے حالات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

فاعتبروا عبادَ اللّٰہ و اذکرواتیلك التی آباؤ کم و اِخوانکُم بہا مُرتَهَنُونَ، و علیہا مُحَاسَبُونَ

"اے لوگو! تم اپنے پہلے حالات سے عبرت حاصل کرو اور یہ سوچو کہ رسولؐ کی بعثت سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں تمھارے آبا و اجداد کے حالات کیا تھے اور ان کا کردار کس چیز کا رہین تھا؟ ان کے کیا حالات تھے؟ رسولؐ کی بعثت سے انقلاب آیا ہے" (نہج البلاغہ، خطبہ:۸۹)۔

آپؑ کے اس قول کے مخاطب اگرچہ اس زمانہ کے افراد تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؑ کے فرمودات قیامت تک ہر عہد کے لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرے اور سب سے بڑی نعمت رسولؐ کے وجود کی قدر کرے اگرچہ لوگ اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ قرآنِ مجید نے اس کی اس بے نظیر نعمت کو خدا کا احسان قرار دیا ہے، فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

(سورۂ آلِ عمران:۱۶۴)

"یقیناً خدا نے مومنوں کے درمیان انھیں میں سے رسولؐ بھیج کر ان پر احسان کیا ہے۔"

جس طرح ہم رسولؐ کے وجود کی نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکتے اسی طرح ہم اس کی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لا تُجِل فی صِفاتِ أحمَدَ فِكراً
فهِیَ الصورةُ التی لَن تَراها

"رسولِ اکرمؐ کی حقیقت کو پہچاننے کے لیے نہ سوچو کیوں کہ یہ ایسی صورت ہے جس کو تم ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔ ان کے وجود کی حقیقت کو تم پہچان نہیں سکو گے" (تخمیس الازریہ، شیخ جابر کاظمی، ص۱۳۰)۔

Presented by Ziaraat.Com

(ب) شکر گزاری ایک خوبی ہے۔

روایات میں وارد ہوا ہے کہ اگر کسی شخص نے لوگوں کی قدر نہیں کی تو اس نے خدا کی بھی قدر نہیں کی۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَن لَم یَشکر المُنعم مِنَ المَخلوقین لم یَشکر اللّٰه عزَّ و جَلَّ

''جس شخص نے مخلوق میں سے اپنے کرم فرما کا شکریہ ادا نہیں کیا' اس نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا۔''

③ توفیق صبر

مَن أُعطیَ الصَّبرَ لَم یُحرَمِ الأجر

''جس شخص کو صبر کی توفیق عطا کی گئی وہ اجر و ثواب سے محروم نہیں رہے گا۔''

صبر کے معنی یہ ہیں کہ روح عقل و شریعت کے تحت استقامت کرے۔

صبر مختلف موقعوں پر کیا جاتا ہے۔ کبھی معصیت کے مقابلہ میں اور کبھی دنیا کی محبت کے بارے میں (یعنی انسان دنیا سے رغبت نہ رکھے)' اس کو زُہد کہتے ہیں۔ غیظ و غضب کے وقت صبر (اس کو حلم و بُردباری کہتے ہیں)' جہاد میں صبر (اس کو شجاعت کہتے ہیں)۔

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے: بہت سے فضائل و کمالات صبر ہی کے تحت آتے ہیں' اسی طرح بہت سے فضائل و کمالات شکر کے تحت آتے ہیں۔

ایک روایت میں رسولؐ سے نقل ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

الایمانُ نِصفانِ: نصفٌ فِی الصَّبر و نِصفٌ فِی الشُّکر

''ایمان کے دو جز ہیں: ایک جز صبر میں ہے اور دوسرا جز شکر میں ہے۔''

(بحارالانوار' ج ۷۷' ص ۱۵۲)

دوسری حدیث امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے:

مَنَ اُعطیَ ثَلاثَۃً لَم یُحرَم ثَلاثۃً' مَن اُعطی الدعاء اُعطی

Presented by Ziaraat.Com

الاجابة و مَن أُعطیَ الشکر أُعطیَ الزیادة‘ ومن أُعطيِ التوکُّل أُعطي الکفایة[1]

”جس شخص کو تین چیزیں عطا کی گئیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں رہے گا:

① جس کو دعا کی توفیق عطا کی گئی وہ قبولیت سے محروم نہیں رہے گا۔

② جس کو شکر ادا کرنے کی توفیق عطا کی گئی وہ افزائش و برکت سے نوازا گیا۔ ③ جس کو توکل کی توفیق عطا کی گئی اس کو کافی دولت مل گئی۔“

یہ حدیث خصوصاً توکل کے بارے میں آئی ہے۔ جس شخص کو توکل کی توفیق عطا کی گئی اس کے کاموں کے لیے خدا کافی ہے۔ آیۂ شریفہ میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سورۂ طلاق، آیت ۳)

”اور جو شخص خدا پر توکل کرتا ہے خدا اس کے لیے کافی ہے۔“

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ایک روایت میں فرماتے ہیں:

اَلثِّقَةُ باللّٰهِ ثَمَنٌ لکلِّ غالٍ وسُلَّمٌ لکلِّ عالٍ

”خدا پر بھروسہ کرنا اور سارے کام اس کے حوالے کر دینا بڑی قیمتی چیز ہے اور ہر ترقی کا زینہ ہے“ (بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۳۶۴)۔

بنابرایں تمام کاموں میں خدا پر توکل کرنا چاہیے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان ظاہری وسائل سے ہاتھ دھو لے کیوں کہ ظاہری اسباب و وسائل کو خدا نے ایک راستہ کے عنوان سے معین کیا ہے اور کام میں خدا کے معین کیے ہوئے راستہ سے وارد ہونا چاہیے مثلاً تاجر تجارت کے میدان میں قدم رکھے اور خدا پر توکل بھی کرے یا طلبہ کو اس طرح کوشش

---

(۱) ”خصال صدوق باب منش حای سہ گانہ متن ۲۶۸‘ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۲۹‘ بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۱۳۵‘ ج ۹۳، ص ۳۶۲‘ عن ابی عبداللہ البرقی عن ابیہ عن محمد بن ابی عمیر عن معاویة بن وھب عن ابی عبداللہ انه قال: یا معاویة من أُعطی ثلاثةً لم یحرم ثلاثةً‘ من اعطی الدعاء اعطی الاجابة ومن اعطی الشکر اعطی الزیادة‘ ومن اعطی التوکل اعطی الکفایة فان اللہ عزّ و جلّ یقول في کتابه: (وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ) طلاق، آیت ۳ و یقول: (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ) ابراہیم، آیت ۷‘ و یقول: (اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) مومن، آیت ۶۰۔

Presented by Ziaraat.Com

کرنی چاہیے جیسا کہ حق ہے اور سنجیدگی و دل جمعی کے ساتھ اپنے اسباق کا مطالعہ کرنا چاہیے، بحث و مباحثہ کرنا چاہیے اور اسی کے ساتھ خدا پر بھی توکل کرنا چاہیے اور خدا سے یہ دعا کرنا چاہیے کہ وہ انھیں اس صفتِ کمال تک پہنچا دے جو انسان کے شایانِ شان ہے یعنی انھیں حقیقی علم سے نوازے۔[1]

……۞……

(۱) علم بالیست مرغ جانت را　　بر بکر او برد روا انت را
دل بی علم چشم بی نور است　　مرد نادان ز آدمی دور است

''علم تمھارے روح کے لیے پر ہے، وہ تمھاری روح آسمان پر پہنچا دے گا۔ جس دل میں علم نہیں ہے اس کی مثال بے نور آنکھ کی سی ہے، نادان آدمیت سے دور ہے۔'' جام جم اوحدی مراغہ ای صفت علم کے بارے میں۔ ''م''

Presented by Ziaraat.Com

# آٹھویں تقریر

## خدا کی عبودیت و بندگی، دعا نیک اعمال کی جزا

## لوگوں کے لیے نیک خواہشات

خدا کی عبودیت و بندگی اور شرک سے علیحدگی

حقیقی عبودیت کو علم فقہ بیان کرتا ہے

نیک اعمال کی جزا

تم دعا کرو میں قبول کروں گا

جو اپنے لیے پسند کرو وہی غیر کے لیے پسند کرو

نیک اعمال ور نوافل کے ذریعے خدا کا تقرب حاصل کرو

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اوحی اللّٰہ تعالیٰ الیٰ آدمؑ:

یا آدم! انّی أجمعُ لَکَ الحِکمَۃَ فی أربع کلمات، واحدۃٌ لی و واحدۃٌ لك و واحدۃٌ فیما بَینی و بَینكَ و واحدۃٌ فیما بَینَكَ و بَینَ النّاس فأمّا الّتی لی فتعبدنی لا تُشرِكُ بی شیئاً و امّا الّتی لك فأُجازیكَ بعَمَلِكَ أحوجَ ما تکونُ الیه، و أمّا التی فیما بینی و بینَك فعلَیك الدعاء و علَیَّ الاجابۃُ، و امّا الّتی بینك و بین النّاس فترضیٰ للنّاسِ ما ترضیٰ لِنَفسِكَ[1]

''خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ میں نے تمھارے علم و حکمت کو چار کلمات میں جمع کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک مجھ سے مخصوص ہے اور ایک تم سے اور ایک میرے اور تمھارے درمیان ہے اور ایک تمھارے اور دیگر لوگوں کے درمیان مشترک ہے، جو مجھ سے مخصوص ہے اور تمھارے اوپر حق ہے'' وہ یہ ہے:

فَتَعبُدُنی لاتُشرِكُ بی شیئاً

''میری عبادت و پرستش کرو اور کسی کو میرا شریک قرار نہ دو۔''

جاننا چاہیے کہ انسان کی خلقت کا مقصد عبادت ہے۔ انسان کو دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے تا کہ وہ خدا کو پہچانے اور اس کی عبادت و بندگی کرے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

---

(۱) امالی صدوقؒ ۳۶۲ و در بحارالانوار، ج ۱۱، ص ۲۵۷ پر بھی حدیث اس طرح نقل ہوئی ہے: (انی اجمع لك الخیر کلہ فی اربع کلمات) اس عنوان سے بھی (انی سأجمع لك الکلام فی أربع کلمات) بھی آئی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِيۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ (سورۂ انبیاء آیت ۲۵)

''اور ہم نے آپؐ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس پر یہ وحی کی کہ لوگوں سے یہ کہہ دو: میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے پس تم میری ہی عبادت کرو۔''

وَمَآ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ (سورۂ بینہ آیت ۵)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۱)

''اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو کہ جس نے تم کو اور تم سے پہلے والوں کو پیدا کیا ہے، ہوسکتا ہے اس طرح تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

عبودیت کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ہم تشہد میں محمدؐ کی نبوت کی گواہی دیتے تو پہلے ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اس کے بعد یہ گواہی دیتے ہیں: محمدؐ اللہ کے بندے ہیں۔ پھر آپؐ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

أشهَدُ اَن لا اله اَلا اللّٰهُ وحدَهُ لا شَرِيك لَهُ و اَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبدُهُ و رَسُولُهُ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔''

واضح ہے کہ یہاں عبودیت رسالت پر مقدم ہے، حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

فَكَذَّبُوۡا عَبۡدَنَا وَقَالُوۡا مَجۡنُوۡنٌ وَّازۡدُجِرَ (سورۂ قمر آیت ۹)

''پس انھوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہنے لگے: یہ مجنون ہے بلکہ انھیں جھڑکا بھی۔''

Presented by Ziaraat.Com

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی عظمت بلند کرنے کے لیے انھیں اپنے بندے کے عنوان سے یاد کیا ہے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کو اسی عنوان سے یاد کیا ہے:

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ (سورۂ ص' آیت ۴۵)

''ہمارے بندے ابراہیمؑ' اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کو یاد کیجیے جو طاقت و بصیرت والے تھے۔''

اسی طرح ایوب علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (سورۂ ص، آیت ۴۴)

''وہ بہترین بندہ اور ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے۔''

آئمہؑ کے بارے میں فرماتا ہے:

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ (سورۂ انبیاء' آیت ۷۳)

''اور ہم نے انھیں پیشوا و امام قرار دیا ہے وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور ہم ان کی طرف نیک کام انجام دینے' نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کرتے رہتے ہیں اور وہ سب ہمارے عبادت گزار ہیں۔''

جو امام خدا کی طرف سے منصوب ہوتے ہیں ان کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے مخلص بندے ہوتے ہیں۔

موحدین کے بارے میں فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورۂ فرقان' آیت ۶۳)

''خدا کے مخلص بندے وہی ہیں جو زمین پر خاکساری کے ساتھ چلتے ہیں اور اگر جاہل ان سے چھیڑ خانی کرتے ہیں تو وہ انھیں سلامتی کی دعا دیتے ہوئے

Presented by Ziaraat.Com

نکل جاتے ہیں اور انتقام نہیں لیتے بلکہ حلم و بُردباری سے کام لیتے ہیں۔"

رسولؐ کے بارے میں فرماتا ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا (سورۂ اسرائیل' آیت ۱)

"پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی (یہ مسجد اقصیٰ آسمان پر ہے)۔"

پھر فرماتا ہے:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ (سورۂ زمر' آیت ۳۶)

"کیا خدا اپنے بندہ کی حمایت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔"

یہاں بھی بندہ ہی کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر جگہ عبودیت و بندگی ہی کا مسئلہ بیان ہوا ہے خواہ تعریف کے مقام پر ہو خواہ مقامِ کفالت وحمایت میں ہو۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (سورۂ ذاریات' آیت ۵۶)

"اور ہم نے جناتوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر یہ کہ میری عبادت کریں۔"

انسان جتنی زیادہ خدا کی عبادت کرے گا اسی تناسب سے اس کی شرافت وفضیلت میں اضافہ ہوگا۔

حضرت علی علیہ السلام خدا سے مناجات کرتے ہیں:

الٰهی کفیٰ بی عزاً أن أکونَ لَکَ عَبداً و کفیٰ بی فَخراً أن تَکونَ لی ربّاً أنت کما أُحِبُّ فاجعَلنی کما تُحِبُّ[1]

(1) بحار الانوار' ج۹۴' ۹۲٬۹۳ تا ۹۴' خصال صدوق باب التسعہ متن ۲۱۴/۲' تسع کلمات تکلم بها أمیرالمومنینؑ:
حدثنا ابو محمد الحسن بن حمزة العلوی قال: حدثنی یوسف بن محمد بن الطبری عن سهل بن بحراً' حدثنا و کیع عن زکریا بن ابی زائدة عن عامر الشعبی قال: تکلم أمیرالمومنینؑ بتسعکلمات ارتجلهن ارتجالاً فقأن عیون البلاغة' وایتمر جواهر الحکمة' و قطعن جمیع الأنام عن اللحاق بواحدة منهن' ثلاثة منها فی المناجات' و ثلاث منها فی الحکمة' و ثلاث منها فی الأدب. فأمّا اللاتی فی المناجات فقال: الٰهی کفیٰ بی عزاً ان اکودلك عبداً و کفیٰ بی فخراً ان تکون لی رباً انت کما أُحبّ فاجعلنی کما تُحبّ......

Presented by Ziaraat.Com

"معبُودا! میرے لیے اتنی ہی عزت کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے لیے اتنا ہی فخر کافی ہے تُو میرا رب ہے تُو وہی خدا ہے جس کی مجھے طلب تھی (یعنی تو ہی وہ خدا ہے کہ جس میں تمام صفات کمال و جمال و جلال جمع ہیں۔ ایسا خدا ہے جو عالم و قادر اور زندہ ہے) پس مجھے ایسا بنا دے جیسا تُو چاہتا ہے۔"

## فقہ یا صحیح طور سے عبادت کرنے کا علم

یہ تو واضح ہو چکا ہے کہ انسان خدا کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے لیکن یہ جاننے کے لیے کہ عبادت کیسے کرے تا کہ عبودیت کے فریضہ کو کماحقہ انجام دے سکے۔ علم و معرفت کی ضرورت ہے اور علم فقہ اسی چیز کو بیان کرتا ہے۔ علم فقہ انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اپنے تمام اُمور میں کس طرح خدا کی عبادت کرے؟ کس طرح نماز پڑھے بُرائیوں سے کس طرح روکے' نیک باتوں کا حکم کس طرح دے۔ مختصر یہ کہ طہارت سے عبادت تک جو کہ ایک مکلّف کے افعال ہیں۔ فقہ کے سارے احکام اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی عبادت کس طرح کرے۔

البتہ ان مسائل میں اگر انسان کا مقصد خدا ہوتا ہے تو اس کے سارے اعمال عبادی ہوتے ہیں' یہاں تک کہ مباح اُمور بھی۔ اگر یہ اُمور قربت کی نیت سے خدا کے لیے انجام دیئے جائیں گے تو عبادت شمار ہوں گے۔

مثلاً اگر انسان اس نیت سے کھانا کھائے یا اس نیت سے سوئے کہ اس سے عبادت کے لیے طاقت و نشاط پیدا ہوگا تو اس کے یہ اعمال عبادت شمار ہوں گے۔

مورد بحث حدیث کے بعد والے حصہ میں فرماتے ہیں:

وَ أَمَّا الَّتِي لَكَ، أُجَازِيكَ بِعَمَلِكَ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ

"لیکن تمہارا حق یہ ہے کہ اگر تم نے نیک عمل کیا ہے تو وہ محفوظ ہے اور

Presented by Ziaraat.Com

تمھیں جہاں اس کی ضرورت ہو گی میں وہاں تمھیں اس کی جزا دوں گا وہاں تم اس کا نتیجہ دیکھ لو گے۔"

انسان کا کوئی بھی عمل خواہ نیک ہو یا بد ختم نہیں ہو گا۔ اس بات پر قرآن کی بہت سی آیتیں دلالت کر رہی ہیں۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو وصیتیں کی ہیں انھیں قرآن نے بیان کیا ہے ان میں سے یہ بھی ہے:

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ

(سورۂ لقمان آیت ۱۶)

"اے فرزند! جان لو کہ خداوند عالم حساب کے لیے مخلوق کے اچھے بُرے عمل کو حاضر کرے گا خواہ وہ رائی کے برابر ہو یا پتھر کے نیچے ہو یا آسمان کے طبقات اور زمین کے پردوں میں چھپا ہوا ہو بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔"

دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (سورۂ کہف آیت ۴۹)

"اور قیامت کے دن وہ اپنے ہر عمل کو اپنے سامنے دیکھیں گے۔"

پھر فرماتا ہے:

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۂ صافات آیت ۳۹)

"اور تم کو جزا نہیں دی جائے گی مگر اسی کی جو تم عمل کرتے تھے۔"

رسولؐ فرماتے ہیں:

اِنّما هِيَ أعمالُكُم تُردُّ اِلَيكُم (بحار الانوار ج ۱۰، ص ۴۵۴)

Presented by Ziaraat.Com

"یہ تمھارے اعمال ہیں جو تمھاری طرف لوٹائے جا رہے ہیں۔"

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

الایَّامُ صَحائِفُ آجالِکُم فَخَلِّدوھا حُسنَ اعمالِکُم

"یہ دن تمھارے اعمال کے لیے دفتر ہیں' ان میں تمھارے اعمال لکھے جاتے ہیں پس ان میں اپنے نیک و صالح اعمال لکھو تا کہ ہمیشہ باقی رہیں اور تمھارے کام آئیں" (غرر الحکم' حرف الالف ۹۱، حدیث ۲۰۷۱)۔

و أمّا التی فیما بینی و بَینَکَ فَعَلَیکَ الدُّعاء و علیَّ الاجابة

"اور جو چیز میرے اور تمھارے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔"

و أمّا التی بَینَکَ و بَینَ النّاسِ فَتَرضَیٰ للناسِ ما تَرضَیٰ لِنَفسِكَ

"اور جو چیز تمھارے اور لوگوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔"

جس طرح تم اپنے لیے صحت و تندرستی' حفاظت و امن' مال و دولت اور سہولت پسند کرتے ہو اسی طرح اپنے دینی بھائیوں کے لیے بھی پسند کرو۔

انسان کے اندر اگر یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اندر تقریباً عدالت پیدا ہو گئی ہے۔ اس طرح انسان عبادت کے ذریعے حقیقی عدالت تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اعمال و کردار خدا کو پسند آتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

"میرا بندہ عبادت کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا ہے اور مستحبات کی انجام دہی سے وہ اتنا زیادہ تقرب حاصل کر لیتا ہے کہ میں اس کی آنکھ' کان اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔"

اِنَّهُ لَیَتقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّافِلَةِ حتّٰی اُحِبَّهُ فاذا اَحبَبتُهُ کُنتُ سَمعَهُ

Presented by Ziaraat.Com

الّذی یَسمعُ بِهِ، و بَصَرَهُ الّذِی یُبصِرُبِهِ، ولِسَانَهُ الّذی یَنطِقُ بِهِ، ویَدَهُ التی یَبطِشُ بِها[1]

''اسی لیے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام یداللہ، اذن اللہ اور عین اللہ ہیں۔ یہ لفظیں ان کے لیے اس لیے بیان ہوئی ہیں کہ آئمہ معصومینؑ خدا کی حقیقی عبودیت کے ذریعے ان بلند درجات پر فائز ہوئے ہیں۔''

......❁......

(۱) کافی، ج۲، ص۳۵۲، محمّد بن یحییٰ عن احمد بن محمد بن عیسیٰ و ابو علی الأشعری، عن محمّد بن عبدالجبّار جمیعاً عن ابن فضّال عن علی بن عقبة عن حمّاد بن بشیر قال: سمعت ابا عبدالله یقول: قال رسول الله: قال الله عزّ و جلّ: من أهان لی ولیاً فقد أرصَدَ لمُحاربَتي وما تَقَرَّبَ إلیَّ عبدٌ بشیء أحبُّ الیَّ مما افترضتُ علیه و إنّهُ لیتقرَّبُ إلیَّ بالنافلة حتیٰ أُحبتَه، فإذا أحببتُه کنتُ سَمعَهُ الّذی یَسمَعُ بِهِ، وبَصَرَهُ الّذی یُبصِرُبِهِ، و لسانَهُ الّذی ینطق به، و یدَهُ التی یَبطِشُ بِها، إن دَعَانی أجَبتُهُ و إن سألَنی أعطیتُه، وما تردّدت عن شیءٍ انا فاعِلُهُ کتردّدی عن موتِ المؤمن، یکرہ الموت و أکرہ مساءتہ۔

Presented by Ziaraat.Com

# نویں تقریر

## عید فطر اور تقویٰ کی فضیلت

عید فطر کی فضیلت

عید یعنی نفس امارہ کے خلاف انسان کی کامیابی

روزہ کا تقویٰ سے ربط

شیعوں کی صفات

Presented by Ziaraat.Com

اِسئَلُکَ بِحَقِّ ھذا الیومِ الّذی جَعَلتَهُ للمسلمین عیداً و لمحمّدٍ صلّیٰ اللّٰهُ علیه وآله ذُخراً و شَرَفاً وکَرَامَةً و مزیداً اَن تُصَلِّیَ علیٰ مُحمَّدٍ و آل محمّدٍ و اَن تُدخِلَنی فی کُلِّ خَیرٍ أدخَلتَ فیه مُحَمَّداً و آلَ مُحَمَّدٍ و أن تُخرِجَنی مِن کُلِّ سُوءٍ أخرَجتَ مِنهُ مُحَمَّداً و آلَ مُحَمَّدٍ (اقبال ۲۸۹ مصباح کفعمی ۴۲۶ مفاتیح الجنان اعمال روز عید)

یہ دعا عید فطر اور عید قربان کی نماز میں ہم قنوت میں پڑھتے ہیں' خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

"اے اللہ! ہم تجھ سے اس دن کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ جس کو تُو نے مسلمانوں کے لیے عید قرار دیا ہے۔"

عید فطر کی عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم خدا سے اس عید کے واسطہ سے سوال کرتے ہیں اور اس کی عظمت و فضیلت کے واسطہ سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی عظیم ترین عید ہے۔

عید فطر کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ رمضان کا مبارک مہینہ پُر فیض مہینہ ہے کیوں کہ خدا نے اس مہینہ میں اپنے بندوں پر روزہ واجب کیا ہے تا کہ وہ عبادت کر کے اور معصیتوں سے پرہیز کر کے مکمل فیض حاصل کریں۔ درحقیقت اس مہینہ میں بندوں پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس مہینہ کی خاص فضیلت ہے۔ رسولؐ نے خطبہ شعبانیہ میں ارشاد فرمایا:

أیّها النّاس اِنَّ أبواب الجنانِ فی ھذا الشهرِ مُفَتَّحةٌ فاسئَلوا رَبَّکم أن لا یُغلِقَها عَلَیکم و أبوابَ النیرانِ مُغلَقَةٌ فاسئَلوا

Presented by Ziaraat.Com

رَبَّكُم أن لا يَفتَحَها عَلَيكُم والشياطينُ مَغلُولَةٌ[1]

''اے لوگو! اس مہینہ میں تم پر جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں پس تم خدا سے یہ دعا کرو وہ تم پر ان دروازوں کو بند نہ کرے۔ اس مہینہ میں تم پر جہنم کے دروازے بند ہیں' خدا سے دعا کرو کہ وہ نہ کھلیں۔ اس مہینہ میں شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ خدا سے دعا کرو دوبارہ تم پر مسلط نہ ہوں۔''

انسان کے اعمال و عبادات و طاعات کے نتیجہ میں جنت کے دروازے کھلتے اور جہنم کے دروازے بند ہوتے ہیں اور نفس سے جہاد کے نتیجہ میں شیطانوں کو قید کیا جاتا ہے لیکن جو لوگ اپنے نفس سے جہاد نہیں کرتے ان کے لیے شیطان آزاد رہتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آخرت کے لیے یہیں سے زادِ راہ و توشہ لینا ہے:

الدُّنيا مَزرَعَةُ الآخِرَةِ[2]

پھل' باغات اور جنت کے چشموں کا انتظام یہیں سے کرنا ہے۔ ارشاد ہے:

سُبحَانَ اللّٰهِ و الحَمدُلِلّٰهِ ولا اِلٰه اَلّا اللّٰهُ و اللّٰهُ أكبرُ

''جنت کا پھل اور بہشت کے باغات ہیں'' (وسائل الشیعہ 'ص ۱۲۰۵-۱۲۰۹)۔

جب انسان ان کلمات کو حضورِ قلب اور توجہ کے ساتھ پڑھتا ہے تو اس وقت یہ بہشت کے میووں اور جنت کے باغات میں بدل جاتے ہیں۔

پس ماہِ مبارک رمضان میں انسان نفس امارہ اور شیطان سے بھی جنگ کرتا ہے اور خدا

(۱) عیون اخبار الرضاؑ' ج۱، ص۲۳۰ عن الفضّال عن ابیه عن ابی الحسن الرضاؑ عن ابیه موسیٰ بن جعفر عن ابیه الصادق جعفر بن محمد عن ابیه محمد بن علیؑ عن ابیه زین العابدین علی بن الحسینؑ عن ابیه سیدالشهداء الحسین بن علیؑ عن ابیه سیدالاوصیاء أمیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب علیه الصلوة والسّلام قال: اِنّ رسولَ اللّٰه خَطَبَنا ذاتَ یوم فقال: ایّها النّاس انّه قد اَقبَلَ الیکم شَهرُ اللّٰهِ بالبرکة و الرحمة و المغفرة......

(۲) ارشاد القلوب' ج۱، ص۸۹ عوالی اللئالی، ج۱، ص۲۶۷- اور حاشیہ پر یہی روایت کنوز الحقائق سے نقل کی ہے۔ جامع الصغیر کے حاشیہ پر بھی ہے۔ بحارالانوار، ج۱۴، ص۳۱۴ بحوالہ تحف العقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مواعظ نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: بحقٍّ اقولُ لَکُم اِنّ الدُّنیا خُلِقَت مَزرَعةٍ یَزرَعُ فیها العِبادُ الحُلوَ و المُرَّ الشرَّ و الخیرَ' الخیرُله مَغبَة نافعةٌ یومَ الحساب و الشرُّله عناءٌ و شقاءٌ یومَ الحصاد۔

Presented by Ziaraat.Com

کی عبادت بھی کرتا ہے اور جب اس عظیم امتحان سے فارغ ہوتا ہے تو عید ہوتی ہے کیوں کہ اس نے اپنا فرض پورا کر دیا اور خدا کی عبادت بجا لایا ہے اسی لیے ہم عید کے قنوت میں اس طرح عرض کرتے ہیں:

"اے اللہ! محمدؐ و آلِ محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور مجھے نیکیوں میں داخل ہونے اور بدیوں سے دور ہونے میں ان کا تابع قرار دے۔"

روزہ کے ذریعے انسان پر تقویٰ کے دروازے کھل جاتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۳)

"روزہ انسان کی زندگی کے تمام مراحل اور اس کی حیات کے تمام اُمور میں تقویٰ پیدا کرنے کا سبب ہے۔ تقویٰ کے بارے میں قرآنِ مجید میں بہت سی آیتیں ہیں اسی طرح آئمہ اطہارؑ کی اَحادیث میں بھی تقویٰ اختیار کرنے اور پرہیزگار بننے کی شدید تاکید کی گئی ہے۔"

خصوصاً نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام نے جگہ جگہ "اُوصِيكُم بِتَقوىٰ اللهِ"[1] فرمایا ہے:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَيَكتَفِي مَن انتحلَ التَشَيُّعَ اَن يَقُولَ بِحُبِّنا أهلَ البيتْ؟ فَوَاللهِ ما شيعتنا اِلّا مَنِ اتّقى اللهَ و أطاعَهُ وما كانوا يُعرَفُونَ يا جابر اِلّا بالتواضُعِ و التخَشُّعِ والأمانَةِ و كثرةِ ذِكرِ اللهِ و الصّومِ و الصّلاةِ و البِرِّ بالوالدين و التعاهُدِ للجيران من الفُقَراءِ و أهلِ المَسكَنَةِ و الغارمينَ ولأيتامِ و صِدقِ الحديثِ و تِلاوةِ القرآنِ و كَفِّ الألسُنِ عَنِ النّاسِ اِلّا مِن

---

(۱) نہج البلاغہ خطبات ۸۳، ۱۱۴، ۱۷۳، ۱۸۲، ۱۸۸، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸۔

Presented by Ziaraat.Com

خَیر، و کانوا اُمَنَاءَ عَشَائرِهِم فی الأشیاء[1]

''کیا لوگ اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ انھیں شیعہ کہا جائے؟ خدا کی قسم! ہمارا شیعہ وہی ہو سکتا ہے جو خدا کا تقویٰ اختیار کرے اور اس کی اطاعت کرے۔ اے جابر! وہ نہیں پہچانے جاتے مگر چند صفات کے ذریعے ان میں سے ایک خاکساری اور فروتنی ہے۔''

مَن تَواضَعَ رَفَعَه اللّٰهُ ومَن تَکَبَّرَ خَفَضَهُ اللّٰهُ[2]

''جو شخص خاکساری سے کام لیتا ہے خدا اسے بلندی پر پہنچا دیتا ہے اور جو تکبر سے کام لیتا ہے خدا اسے پست کر دیتا ہے۔''

تشیع کی نمایاں خصوصیات میں سے خضوع و خشوع بھی ہے اور یہ خدا کو زیادہ کرنے اور دل و زبان سے ذکر خدا کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا کی عظمت کو یاد رکھے، سبحان اللہ کہتا رہے اور اس کی عظمت کی طرف متوجہ رہے، اللہ اکبر کہے اور اس کی وحدانیت کی طرف متوجہ رہے، لا الٰہ الا الٰہ کہے اور اس کی نعمتوں کو یاد کرے اور الحمدللہ کہے (خصوصاً اگر یہ ذکر نماز میں کرے) تو اس سے انسان کے اندر بارگاہِ خدا میں خضوع و خشوع کرنے کی صلاحیت

---

(۱) کافی، ج۲، ص۷۴، حدیث کا باقی حصہ: قال: جابر: فقلت: یا بن رسولَ اللّٰہ! ما نعرف الیوم أحداً بهذه الصفة، فقال: یا جابر! لا تذهبنّ بك المذاهب حَسبُ الرّجل ان یقول: احبّ علیاً و اتولاهٗ ثمّ لا یکون مع ذلك فعالاً؟ فلو قال: انّی احبّ رسولَ اللّٰه. فرسول اللّٰه خیرٌ من علیٍّ. ثم لا یتّبع سیرته ولا یعمل بسُنّتِهٖ ما نفعة حبه اِیّاه شیئاً فاتقوا اللّٰه و اعملوا لما عنداللّٰه، لیس بین اللّٰه و بین احدٍ قرابة، اَحبُّ العباد الی اللّٰه عزّ و جلّ (و اکرمهم علیه) اتقاهم و أعمَلُهُم بطاعته، یا جابر و اللّٰه ما یُتقرب الی اللّٰه تبارك و تعالیٰ الّا بالطاعة وما معنا برائة من النار ولا علی اللّٰه لأحدٍ مِن حجّة، من کان للّٰه مطیعاً فهولنا ولیّ ومن کان للّٰه عاصیاً فهولنا عدوّ وما تُنال ولایتنا الا بالعمل و الورع۔

(۲) کافی، ج۲، ص۱۲۲، عن ابی عبداللّٰه قال: أفطر رسولَ اللّٰه عشیّة خمیس فی مسجد قبا فقال: هل مِن شراب؟ فأتاه أوس بن خولی الأنصاری بعُسٍّ مخیض بعسل فلمّا وضعه علی فیه نحّاه، ثم قال: شرابان یُکتفیٰ بأحدهما من صاحبه، لا أشربُه ولا أُحرّمه ولکن اتواضع للّٰه فانّ من تواضعَ للّٰه رفعه اللّٰه ومَن تکبّر خَفَضَهُ اللّٰهُ ومَن اِقتَصَدَ فی معیشةٍ رزقه اللّٰه ومن بذّر حرمه اللّٰه و من أکثر ذِکرَ الموت احبه اللّٰه۔

Presented by Ziaraat.Com

پیدا ہو گی۔ نماز پڑھنا' روزہ رکھنا' والدین کے ساتھ نیکی کرنا بھی تشیّع کی علامت ہے' صدق و راست گوئی بھی تشیّع کی پہچان ہے۔ عقائد میں بھی صداقت ہو' نیت میں بھی صداقت ہو اور کردار میں بھی صداقت ہو یعنی انسان اپنے خدا سے سچا معاملہ رکھے اور اس کی مخلوق سے بھی۔ بہترین اخلاق یہ ہے کہ امانت ادا کرے' لوگوں کے بارے میں زبان نہ کھولے' اگر کھولے تو ان کی نیکی وخوبی بیان کرے' ان کی بُرائی اور عیوب کو زبان پر نہ لائے۔ ان کے عیوب کی ٹوہ میں نہ رہے' اپنی زبان سے انھیں اذیت نہ پہنچائے کیوں کہ جو شخص لوگوں کا امین ہوتا ہے وہ کسی بھی چیز میں خیانت نہیں کرتا ہے خواہ وہ مالی معاملہ ہو یا غیر مالی۔

......❁......

Presented by Ziaraat.Com

.......*.......

# دسویں تقریر

## تزکیۂ نفس اور پاک و پاکیزہ لوگوں کی نجات و کامیابی

قرآن کی قسموں کی حکمت

شمس و قمر کے حقیقی معنی

علم علیؑ، علم رسولؐ ہے

حقیقتِ انسان نفس ناطقہ ہے

انسان کی فضیلت کا معیار روح ہے نہ کہ بدن

روح کی صحت و بیماری

روح کا مرض بدن کے مرض سے بدتر ہے

نعمتِ تقویٰ تندرستی کی نعمت سے کہیں بلند ہے

خوبیوں اور بدیوں کی پہچان فطری ہے

پاک لوگوں کی رستگاری

اسلام یعنی پاکیزگی

ظاہری پاکیزگی طہارت کا پہلا درجہ

معصیت سے پاکیزگی طہارت کا دوسرا درجہ

جہالت و نادانی سے روح کا طہارت کا تیسرا درجہ

دل کا غیر خدا کی محبت سے پاک ہونا

محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت، خدا کی محبت ہے

.......*.......

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ ارشاد ہے:

أَتَزعَمُ أَنَّكَ جُرمٌ صَغِيرٌ
و فِيكَ انطوىٰ العَالَمُ الأَكبَرُ

(دیوان حضرت امیرالمومنین علیہ السلام، ص۲۳۶)

انسان بہت وسعت رکھتا ہے ایک طرف وہ عالم حیوان سے متصل ہے اور دوسری طرف وہ ملائکہ اور فرشتوں سے متصل ہے۔ اگر وہ شہوت و حیوانیت کی پیروی کرتا ہے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہے اور اگر عقل کی پیروی کرتا ہے تو وہ فرشتوں سے بھی زیادہ بلند ہو جاتا ہے اور اس جامعیت کی وجہ سے اس میں خلیفۃ اللہ بننے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے۔

خلافت کے درجہ اوّل پر رسولؐ اور آئمہ اطہارؑ ہیں وہی زمانہ میں خدا کے حقیقی نمائندے ہیں البتہ اپنی طاقت اور استعداد کی مقدار بھر ہر بشر خلیفۂ خدا ہو سکتا ہے یعنی وہ صفاتِ خدا کا مظہر ہو سکتا ہے اور اس کی استعداد و صلاحیت کے مطابق اس کے اندر خدا کی صفات جلوہ گر ہو سکتی ہیں بنابرایں انبیاءؑ اور اولیائے اللہ کے علاوہ دوسرے افراد بھی خدا کی صفات کا مظہر ہو سکتے ہیں۔

توبہ قوہ خلیفۃ اللھی
قوہ ی خویش مرا بہ فعل رسان
توبہ گوھر خدیو دورانی
چہ کنم قدر خود نمی دانی

دواؤك فيك وما تشعر
و داؤك منك وما تُبصر
اتزعمُ انّك جرمٌ صغير
و فيك انطوى العالم الاكبر
و انت الكتاب المبين الّذى
بأحرفه يظهر المضمر

Presented by Ziaraat.Com

# دسویں تقریر

## تزکیۂ نفس اور پاک و پاکیزہ لوگوں کی نجات و کامیابی

قرآن کی قسموں کی حکمت

شمس و قمر کے حقیقی معنی

علم علیؑ، علم رسولؐ ہے

حقیقتِ انسان نفس ناطقہ ہے

انسان کی فضیلت کا معیار روح ہے نہ کہ بدن

روح کی صحت و بیماری

روح کا مرض بدن کے مرض سے بدتر ہے

نعمتِ تقویٰ تندرستی کی نعمت سے کہیں بلند ہے

خوبیوں اور بدیوں کی پہچان فطری ہے

پاک لوگوں کی رستگاری

اسلام یعنی پاکیزگی

ظاہری پاکیزگی طہارت کا پہلا درجہ

معصیت سے پاکیزگی طہارت کا دوسرا درجہ

جہالت و نادانی سے روح کا طہارت کا تیسرا درجہ

دل کا غیر خدا کی محبت سے پاک ہونا

محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت خدا کی محبت ہے

Presented by Ziaraat.Com

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (سورۂ شمس، آیت ۱)

خداوند عالم اہم باتیں بیان کرنے کے لیے قرآن مجید میں قسم کھاتا ہے۔ قسم اس وقت کھائی جاتی ہے جب مد مقابل منکر ہوتا ہے چوں کہ کفار قریش اور عرب کے بت پرست خدا کی آیتوں کے منکر تھے اس لیے خدا نے قسم کھائی ہے۔

اس سورہ میں خداوند عالم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد فرماتا ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (سورۂ شمس، آیات ۱-۲)

''قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے پیچھے چلے۔''

یہ ہیں آیت کے ظاہری معنی لیکن اس کے باطنی معنی یہ ہیں: سورج سے مراد ختمی مرتبت حضرت محمدؐ بن عبداللہؐ ہیں اور چاند سے مراد امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

رسولؐ کو اس لیے سورج سے تشبیہ دی گئی ہے کہ آپؐ کی بعثت سے پہلے ہر جگہ جہالت، فتنہ و فساد اور بد خلقی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی لیکن جب مکہ کے افق سے حقیقت محمدیہؐ کا آفتاب طلوع ہوا تو ساری تاریکیاں چھٹ گئیں اور دنیا علم و دانش، صداقت و صلاح اور پسندیدہ اخلاق کی روشنی سے منور ہو گئی۔

حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کو چاند سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح سورج کے بعد چاند نکلتا ہے اسی طرح آپؑ، رسولؐ کے بلافصل خلیفہ ہیں اور آپؑ اسلام کے احکام و قوانین کے محافظ ہیں اور جس طرح چاند، سورج سے کسب ضیا کرتا ہے، حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسی طرح وجود رسولؐ سے نور علم و حکمت حاصل کیا ہے۔ رسولؐ نے آپؑ کے بارے میں فرمایا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

أنا مَدِينَةُ العِلمِ و عَلِیٌّ بَابُهَا[1]

''میں شہرِ علم ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں۔''

وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا ○ وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا ○ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ○ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا (سورۂ شمس آیات ۳-۶)

''اور دن کی جب اسے چمکا دے اور رات کی جب اسے ڈھانک لے اور آسمان کی جس نے اسے بنایا اور زمین کی جس نے اسے بچھایا۔''

پھر خدا نے رات، دن اور آسمان و زمین کی قسم کھائی ہے کیوں کہ رات دن خدا کی عظیم نشانیوں میں سے ہیں اور آسمان و زمین خدا کی نشانیوں سے معمور ہیں۔

اس کے بعد خدا نے انسان کے نفسِ ناطقہ کی قسم کھائی ہے، فرماتا ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا (سورۂ شمس آیت ۷)

''انسان کے نفسِ ناطقہ کی قسم (حقیقتِ انسان کی قسم) یہی انسانیت کا لب و لباب ہے۔''

نفسِ ناطقہ انسان کے بدن کا حاکم ہے اور انسان کی انسانیت اس سے مربوط ہے:

السيفُ سَيفٌ بِحِدَّتِهِ لا بِحَدِيدِهِ، والإنسانُ إنسان بروحِهِ لا ببدنِهِ

''تلوار کو اس لیے تلوار کہتے ہیں کہ وہ کاٹتی ہے ورنہ وہ بھی لوہے کا ایک ٹکڑا ہے اور انسان نفسِ ناطقہ اور اس روح کے سبب انسان ہے جو اس کے وجود میں قرار دی گئی ہے ورنہ اگر روح نہ ہو تو وہ صرف ڈھانچہ ہے۔''

مختصر یہ کہ جو کچھ ہے وہ روح ہے، یہی روح انسان کی حقیقت ہے اور یہی حقیقتِ انسان، اشرف مخلوقات ہے۔ یہی کمالات کو جمع کرتی ہے اور سارے جہانوں کو اپنے اندر لیے ہوئے

(۱) بحار الانوار، ج ۴۰، ص ۲۰۱ و ۲۰۷ اسی طرح ینابیع المودۃ ص ۷۱ پر منقول ہے کہ ابن مغازلی نے اپنی سند سے، مجاہد سے، انھوں نے ابن عباسؓ سے، انھوں نے جابر سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: أخذ النبیّ بعضد علیٌّ وقال: هذا أمير البررة، و قاتل الكفرة، منصور من نصره، مخذول من خذله، فربها صوته ثم قال: انا مدينة العلم و علیٌّ بابها ولا تؤتیٰ البيوت الّا من أبوابها. و نيز ابن مغازلی از حضرت رضاؑ و پیامبر نقل می کند که فرمود: انا مدينة العلم و انت "علی" بابها كذب من زعم انه يصل المدينة الا من قبل الباب۔

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ارشاد ہے:

أَتَزعَمُ أَنَّكَ جُرمٌ صَغِيرٌ
وَ فِيكَ انطَوىٰ العَالَمُ الأَكبَرُ

(دیوان حضرت امیرالمومنین علیہ السلام، ص ۲۳۶)

انسان بہت وسعت رکھتا ہے ایک طرف وہ عالم حیوان سے متصل ہے اور دوسری طرف وہ ملائکہ اور فرشتوں سے متصل ہے۔ اگر وہ شہوت و حیوانیت کی پیروی کرتا ہے تو وہ حیوانوں سے بدتر ہے اور اگر عقل کی پیروی کرتا ہے تو وہ فرشتوں سے بھی زیادہ بلند ہو جاتا ہے اور اس جامعیت کی وجہ سے اس میں خلیفۃ اللہ بننے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے۔

خلافت کے درجہ اوّل پر رسولؐ اور آئمہ اطہارؑ ہیں وہی زمانہ میں خدا کے حقیقی نمائندے ہیں البتہ اپنی طاقت اور استعداد کی مقدار بھر ہر بشر خلیفۂ خدا ہو سکتا ہے یعنی وہ صفاتِ خدا کا مظہر ہو سکتا ہے اور اس کی استعداد و صلاحیت کے مطابق اس کے اندر خدا کی صفات جلوہ گر ہو سکتی ہیں بنابرایں انبیاءؑ اور اولیائے اللہ کے علاوہ دوسرے افراد بھی خدا کی صفات کا مظہر ہو سکتے ہیں۔

تو بہ قوہ خلیفۃ اللھی
قوہ ی خویش مرا بہ فعل رسان
تو بہ گوھر خدیو دورانی
چہ کنم قدر خود نمی دانی

دواؤك فيك وما تشعر
و داؤك منك وما تُبصر
أتزعمُ انّك جرمٌ صغير
و فيك أنطوى العالم الاكبر
و انت الكتاب المبين الّذى
بأحرفه يظهر المضمر

Presented by Ziaraat.Com

فلا حاجةَ لك فی خارجٍ
یُخبِر عنك بما تسطُرُ

"تم میں خلیفۂ خدا بننے کی صلاحیت ہے اس صلاحیت کو روبکار لا کے دکھا دو
تم اپنے زمانہ کا قیمتی ہیرا بن سکتے ہو مگر کیا کیا جائے کہ تم اپنی قدر و قیمت
سے ناواقف ہے۔"

اسی بنیاد پر انسان تمام عوالم اور جہانوں کا جامع ہے اور اسی وجہ سے وہ بلند و بالا مقام پر فائز ہے اشرف المخلوقات ہے، وہ خدا کی صفات کا آئینہ بن سکتا ہے اور فرشتوں سے بلند ہو سکتا ہے۔

اس سورہ میں خدا نے ساتویں قسم انسان کے نفس ناطقہ کی کھائی ہے۔ اسی طاقت کی جو اس بدن پر حکومت کرتی ہے اور تمام اعضا و جوارح اس کے تابع ہیں۔

نفس ناطقہ اور دستِ قدرت کی قسم کہ جس نے نفس انسان کو سنوارا ہے۔

یعنی انسان کو نظم و نسق بخشا ہے اور انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے:

الصورةُ الانسانيّة أكبرُ حُجَّةِ اللّٰهِ علىٰ خَلقِهِ[1]

"انسانی صورت خدا کی مخلوق پر اس کی عظیم حجت ہے۔"

قطع نظر اس سے کہ خدا نے انسان کے اعضا و جوارح کو اعتدال کی ایک حد پر رکھا ہے کیوں کہ:

اولاً: ہر عضو ایک مخصوص اندازہ پر خلق کیا ہے۔

ثانیاً: ہر ایک عضو کو اس کی جگہ پر قرار دیا ہے۔

موضوع کی تکمیل کے لیے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ انسان دو چیزوں "روح و بدن"

---

(۱) جامع الاسرار و منبع الانوار، ص ۳۸۳؛ جامع السعادات، ج ۱، ص ۲۲۵؛ علم اخلاق اسلامی، ج ۱، ص ۲۳۹؛ قال الامام ابو عبداللّٰه الصادقؑ: ان الصورة الانسانية اكبر حجّة للّٰه علىٰ خَلقه، وهی الكتاب الّذی كتبه بيده، وهی الهيكل الّذی بناه بحكمته، وهی مجموع صور العالمين، وهی المختصر من العلوم فی اللوح المحفوظ، وهی الشاهد علىٰ كل غائب، وهی الحجّة علىٰ كلّ جاحد، وهی الطريق المستقيم الىٰ كلّ خير، وهی الصراط الممدود بين الجنّة و النار۔

Presented by Ziaraat.Com

سے مرکب ہے۔ خداوند عالم نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے روح کو (عالم ملکوت سے) اس خاکی بدن میں بھیجا ہے۔

انسان کی عظمت و فضیلت روح کے سبب ہے نہ کہ بدن کے باعث۔ مرنے کے بعد انسان کا بدن پراگندہ ہو جاتا ہے اور قیامت تک اسی طرح رہتا ہے۔ پھر خدا کے حکم سے اس میں روح پھونکی جائے گی اور وہ دوبارہ زندہ ہو جائے گا لیکن روح فنا نہیں ہوگی وہ ہمیشہ باقی رہے گی۔

جس طرح انسان کے بدن کے لیے صحت و بیماری ہے اسی طرح روح کی بھی صحت و بیماری ہے۔

بدن کی تندرستی و صحت خدا کی عظیم بخشش ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی صحت کا خیال رکھے اور ایسے کام انجام دے کہ جس سے اس کا بدن صحیح و سالم رہے۔ شریعت کے احکام میں بھی بدن کی صحت کی رعایت کی گئی ہے مثلاً رسولؐ سے ایک حدیث میں منقول ہے:

نِعمَتانِ مَکفُورَتانِ الأمنُ و العافیة[1]

"دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی قدر نہیں کی گئی ہے اور وہ امن و عافیت ہیں۔"

جس طرح حد اعتدال سے خارج ہو جانے کے بعد انسان کا بدن مریض و بیمار ہو جاتا ہے اور ڈاکٹر و طبیب کے علاج اور دوا کھانے سے باصحت ہو جاتا ہے اسی طرح روح انسان کے لیے بھی صحت و بیماری ہے۔

انسان کی روح اس وقت تک صحت مند اور تندرست ہے جب تک وہ خدا کی اطاعت میں مشغول ہے اور خود کو بہترین صفات اور پسندیدہ اخلاق سے متصف کرنے میں منہمک ہے۔

لیکن اگر انسان خدا کی معصیت کرتا ہے یا ناپسند صفات (مثلاً حُبِ دنیا، خود پسندی، تکبر، حسد، بخل، عداوت اور بُرے اخلاق) سے متصف ہے تو وہ بیمار ہے اور جس طرح بدن کی بیماریوں کے لیے ڈاکٹر ہیں۔ بدن کے مریض کو ان کے پاس جانا چاہیے، اسی طرح روحی امراض

(۱) خصال صدوق باب مشتمل حامی دوگانہ متن ص ۱۱۴، بحار الانوار، ج ۸۱، ص ۱۷۰۔

کے لیے بھی طبیب ہیں' روح کی صحت و سلامتی کے لیے ان کے پاس جانا چاہیے۔

روح کے اطبا: درجۂ اوّل میں ذات پروردگار ہے پھر انبیاءؑ اور اولیائے خدا ہیں جو اذنِ خدا سے لوگوں کی روحوں کا علاج کرتے ہیں:

ما طبیبا نیم شاگردان حق

بحر قلزم دید ما را فانفلق [1]

"ہم اطبائے حق کے شاگرد ہیں' بحر قلزم نے ہم کو دیکھا اور شگافتہ ہو گیا۔"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام' رسالت مآبؐ کے بارے میں فرماتے ہیں:

طَبِیبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهِ قَدْ أَحْكَمَ مَرَاهِمَه و أَحمیٰ مَوَاسِمَهُ

"آپ ایک طبیب تھے' اپنے طب کے ساتھ لوگوں کے درمیان چکر لگاتے رہتے تھے' اپنے مرہم کو ٹھیک ٹھاک کیے ہوئے تھے اور زخم کو داغنے کے اوزار کو تپائے ہوئے تھے" (نہج البلاغہ:۱۰۸)۔

پس انبیاءؑ' اولیائے اللہ خصوصاً رسولؐ اور آئمہ اطہارؑ روح کے حقیقی طبیب ہیں۔ وہ روح کی بیماری کی تشخیص کرتے اور اس کے علاج کا طریقہ بتاتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام جو کہ روح کے عظیم طبیب ہیں' فرماتے ہیں:

أَلا وَ إِنَّ مِنَ الْبَلاءِ الفاقَةَ و أَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ الْبَدَنِ و أَشَدُّ مِن مَرَضِ الْبَدَنِ مَرَضُ الْقَلْبِ [2]

"جان لو کہ فقر و ناداری بھی بلاؤں میں سے ایک ہے اور فقر کی بلا سے سخت بدن کا مرض ہے اور بدن کے مریض ہونے سے کہیں سخت دل کا مریض ہونا ہے۔"

---

(۱) مثنوی معنوی' دفتر سوم اہل سبا کی نصیحت کے لیے خدا کے پیغمبروں کی آمد۔

(۲) نہج البلاغہ، حکمت:۳۲۸' تحف العقول، ص۲۰۳' مستدرک الوسائل، ص۲، ص۱۴۳' بحار الانوار، ج۷۰/۶۱ و ۷۲، ۵۳ و ۷۸/۳۰ و ۸۱/ ۱۷۵، اوامہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: الاوان من النعم شعة المال و افضل من سعة المال صحة البدن و افضل من صحة البدن تقوى القلوب۔

Presented by Ziaraat.Com

روح کا بیمار ہونا بہت بڑی بات ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اس کا علاج کرائے' کیوں کہ اگر انسان کی روح کی بیماریوں کا علاج نہیں کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ ابدی ہلاکت ہوگا۔ لہٰذا بدن کے مرض سے سخت روح کا مرض ہے اور جس طرح صحت وتندرستی مال و دولت سے بہتر ہے اسی طرح تقویٰ و پرہیزگاری' صحت وتندرستی سے بہتر ہے۔

تقویٰ' وقایۃ سے مشتق ہے یعنی عقائد میں روح کو شک وتردید اور شبہ سے محفوظ رکھنا اور نفس کو برائیوں اور ناپسند اخلاق سے بچانا مختصر یہ کہ جب انسان خود کو گناہوں سے بچاتا ہے اور خدا کی عبادت کرتا ہے تو متقی بن جاتا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (سورۂ طلاق، آیات ۲-۳)

"اور جو شخص خدا سے ڈرتا ہے' اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو خدا اسے دنیوی اور اُخروی سختیوں سے نکلنے کا راستہ بتا دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کے بارے میں اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

اس کے علاوہ تقویٰ کو بلندترین انسانی صفت قرار دیا گیا ہے' ارشاد ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورۂ حجرات' آیت ۱۳)

"بے شک خدا کے نزدیک تم میں سے وہی زیادہ معزز ہے جو تم میں زیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔"

نفس ناطقہ کی قسم کے بعد فرماتا ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (سورۂ شمس' آیت ۸)

"انسان کے نفس ناطقہ اور اس ذات کی قسم کہ جس نے اسے یہ عجیب و غریب نظم ونسق عطا کیا ہے اور اس کو تقویٰ و پرہیزگاری اور فسق وفجور سے آگاہ کر دیا ہے۔"

یعنی خدا نے نفس پر خوبیوں اور بدیوں کا الہام کر دیا ہے اور بذریعہ فطرت اسے دونوں

Presented by Ziaraat.Com

راستوں سے آگاہ کر دیا ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرماتا ہے:

إِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّإِمَّا كَفُوْرًا (سورۂ دھر، آیت ۳)

''ہم نے فطری طور پر انسان کو مختار پیدا کیا ہے اب وہ چاہے ہدایت کی راہ اختیار کرے یا گم راہی کی۔''

چاہست و راہ و دیدہ ی بینا و آفتاب
تا آدمی نگاہ کند پیش پای خویش

(کلیات سعدی مواعظ ص ۱۰۱۴ و ص ۱۰۱۵)

یہاں تک قسموں کا بیان تھا اب تمام قسموں کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (سورۂ شمس، آیت ۹)

''ان تمام چیزوں کی قسم! فلاح یافتہ وہی ہے جس نے خود کو پاک کر لیا۔''

خداوند عالم اپنے بندوں سے پاکیزگی چاہتا ہے۔ ''زَکّٰهَا'' کے معنی پاک و پاکیزہ کرنا ہے اور اگر ''زَکّٰهَا'' نمو اور ترقی دینے کے معنی میں ہوگا تو بھی اس کا وہی نتیجہ ہوگا جو کہ پاکی اور پاکیزگی کا ہے یعنی انسان کو سعادت و قربِ الٰہی تک پہنچانا۔ اب ہم خواہ یہ کہیں کہ ''زَکّٰهَا'' کے معنی ہیں کہ طینت کو نمو دینا یا یہ کہیں کہ طینت کو پاک کرنا' دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیوں کہ طہارت کی دو قسمیں ہیں: (۱) ظاہری (۲) باطنی۔

ظاہری پاکی و طہارت' نظافت و صفائی ہی کو کہتے ہیں البتہ ظاہری صفائی بھی بہت اچھی بات ہے۔ اسلام نے بھی اس کی طرف رغبت دلائی ہے' فرماتا ہے:

النظافَةُ مِنَ الایمانِ [1]

''طہارت و نظافت ایمان کا جز ہے۔''

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج ۱۶، ص ۳۱۹' بحار الانوار، ج ۱۹، ص ۲۹۱' طب النبیؐ ص ۲۱ تخللوا فانه من النظافة و النظافَةُ مِنَ الایمان و الایمان و صاحبه فی الجنة۔

Presented by Ziaraat.Com

الطُّهورُ نِصفُ الایمانِ [1]

"طہارت و پاکیزگی نصفِ ایمان ہے۔"

بنی الاسلام علی النظافة [2]

"اسلام کی بنیاد نظافت وطہارت پر اُستوار کی گئی ہے۔"

مِن أخلاقِ الأنبیاءِ التَّنَظُّف [3]

"انبیاءؑ کے اخلاق میں سے پاکیزگی بھی ہے۔"

إنَّ الاسلامَ نَظیفٌ فَتَنَظَّفوا

"پاک و پاکیزہ رہو کیوں کہ اسلام پاک ہے" (کنز العمال، ج۹، ص۲۷۷ و ص۱۲۸)۔

اسلام نے پاکی اور پاکیزگی کی طرف اتنی زیادہ دعوت دی ہے گویا وہ خود پاکی ہے یعنی پاکیزگی اسلام کے لیے ایسی ہی ہے جیسے زید عدل ہے۔ اسلام خود پاکیزگی ہے یعنی اسلام نے پاکیزگی کی اتنی زیادہ تاکید کی ہے گویا خود پاکیزگی ہے۔

ظاہری پاکیزگی کا پہلا درجہ طہارت ہے۔ مسلمانوں کو طہارت کا حامل ہونا چاہیے۔ اس کے بدن، اس کے گلی کوچہ، بازار اور اس کے تمام سامان واثاثہ کو پاک و پاکیزہ ہونا چاہیے۔ باطنی پاکیزگی وہی حقیقی طہارت ہے۔ ظاہری پاکیزگی اس کا مقدمہ ہے۔ آیت میں ارشاد ہے:

إنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۲)

"بے شک خداوند عالم توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۱، ص۳۵۷؛ عوالی اللآلی، ج۱، ص۱۱۵؛ عن علیؑ انّه قال: الطهور نصف الایمان۔

(۲) کنز العمال، ج۹، ص۲۷۷؛ عنه: تنظّفوا بكلّ ما استطعتم فانّ الله تعالیٰ بنی الاسلام علی النظافة و لن يدخل الجنةَ إلّا كُلُّ نظيف۔

(۳) کافی، ج۵، ص۵۶۷؛ عن الحسن بن جهم قال: رأيت ابا الحسنؑ اختضب فقلت: جعلت فداك اختضبت؟ فقال: نعم ان التهيئة يَزيدُ في عِفَّةِ النساء ولقد ترك النساءُ العفة بترك ازواجهن التهيئة. ثمّ قال: أيَسُرُّكَ أن تراها علیٰ ما تراك عليه اذا كنت علیٰ غير تهيئة؟ قلت لا. قال: فهو ذاك. ثم قال: مِن أخلاق الأنبياء التنظُّفُ والتطيّب و حَلق الشَّعر و كَثرة الطروقة ثم قال...... الحديث۔

Presented by Ziaraat.Com

رکھتا ہے۔"

طہارت کا دوسرا درجہ باطنی طہارت ہے یعنی انسان کے تمام اعضا و جوارح کا معصیت سے پاک ہونا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ خود کو تمام معصیتوں سے اور ان چیزوں سے پاک کرے جن سے خدا نے روکا ہے۔

طہارت کا تیسرا درجہ: انسان کی روح کا جہالت و نادانی سے پاک ہونا اور نورِ علم و حکمت سے منور ہونا ہے یعنی انسان کی روح کو کفر و ضلالت اور گندے اخلاق سے پاک ہونا چاہیے۔

انسان کو چاہیے کہ پست صفات کو خود سے دور کرے اور اخلاقِ پسندیدہ اور صفاتِ حسنہ سے متصف ہو جائے۔ صداقت و سچائی، تواضع و انکساری، توکل و تسلیم اور دوسری تمام نیک صفات سے متصف ہو، صداقت و سچائی ان میں سب سے بلند ہے۔

یہ تھا طہارت و پاکیزگی کا تیسرا مرحلہ جو کہ اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہونے سے عبارت ہے۔

طہارت کا چوتھا مرحلہ: یہ ہے کہ انسان کلی طور پر اپنے وجود کو غیر خدا سے پاک کرے۔ اس کے دل میں خدا کی محبت کے علاوہ اور کسی کی محبت نہیں ہونی چاہیے اور اسے خدا کے علاوہ کسی سے انس نہیں رکھنا چاہیے بس ہمیشہ اس کی یاد میں مشغول رہنا چاہیے۔

خدا کی محبت اور اس کی یاد محمدؐ و آلِ محمدؑ کی محبت کے منافی نہیں ہے کیوں کہ جب انسان کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کے تمام متعلقات سے بھی محبت کرتا ہے۔ اسی بنیاد پر رسولؐ کی محبت خدا کی محبت ہے اور پھر ہم رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ سے اس لیے محبت کرتے ہیں کہ خدا نے ان کی محبت و مودت کا حکم دیا ہے۔

رسولؐ کے بلند ترین القاب میں سے حبیب اللہ ہے۔ اسی طرح امیرالمومنین علیہ السلام سے محبت خدا سے محبت ہے، کیوں کہ رسولؐ فرماتے ہیں:

حُبُّ عَلِیٍّ اِیمانٌ و بُغضُهُ کُفرٌ[1]

(۱) بحارالانوار، ج۳۹، ص۱۹۳؛ قال المامون یوماً للرضاً یا أبا الحسنؑ اخبرنی عن جدك أميرالمومنين عليّ بن ابی طالبٌ بایِّ وجهٍ هو قسيمُ الجنّة النار؟ و بایِّ معنی؛ فقد کثر فکری فی ذلك؟ فقال له الرضاً: الم ترو عن ابيك عن آبائه عن عبدالله بن عباس انّه قال:

Presented by Ziaraat.Com

"علی علیہ السلام کی محبت ایمان اور اُن سے بغض رکھنا کفر ہے۔"

آئمہ اطہارؑ کی محبت بھی ایسی ہی ہے:

مَن أحَبَّكُم فَقَد أحَبَّ اللّٰهَ ومَن أبغَضَكُم فَقَد أبغَضَ اللّٰهَ[1]

"جس نے آپ حضراتؑ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے آپؑ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا۔"

امام حسین علیہ السلام سے محبت بھی اس درجہ کی ہے، رسولؐ فرماتے ہیں:

اَحَبَّ اللّٰهُ مَن اَحَبَّ حُسَيناً[2]

"حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والے کو خدا دوست رکھتا ہے۔"

نیز فرمایا:

اِنَّ للحُسَينِ فِي قلوبِ المؤمنينَ مَحَبَّةٌ مكنونةٌ[3]

پس ان حضرات کی محبت حقیقت میں خدا کی محبت ہے۔ اس کی محبت کے منافی نہیں ہے ان کی محبت اسی کی محبت ہے اور ان کا اتباع اصل میں خدا کا اتباع ہے۔

---

(پچھلے صفحہ کا باقی) سمعت رسولَ اللّٰه يقول: حُبُّ عليٍّ إيمانٌ و بُغضُهُ كفر؟ فقال: بلىٰ. فقال الرضاؑ: فقِسمَةُ الجنّة و النار إذا كانت علىٰ حُبِّهِ و بغضهِ فهو قسيمُ الجنّة و النار. فقال المامون: لا أبقاني اللّٰه بعدك يا ابا الحسنؑ! أشهَدُ أنّك وارثُ علم رسول اللّٰه......

(۱) بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۲۶۱ و ص ۲۷۱، ص ۲۹۶ و ص ۳۱۶۔

(۲) بحارالانوار، ج ۳۷، ۴، ۷، ج ۴۳، ص ۲۶۱ و ص ۲۷۰ و ص ۳۱۶ و ص ۲۷۱ و ص ۲۹۶ و ج ۴۵، ص ۳۱۴ ارشاد، ج ۲، ص ۱۲۷ اعلان الوریٰ، ص ۲۱۷ کامل الزیارات، ص ۵۲ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۶ و ۱۰، و ص ۶۱ کشف الیقین، ص ۳۰۵ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۷۱ رأى النبيُّ الحسينَ يلعبُ مع الصبيان في السكة فاستقبل النبيُّ امام القوم فَبَسَطَ احدى يَدَيهِ فطَفِقَ الصبيُّ يفرُّ مرّةً مِن هاهنا و مرّةً من هاهنا و رسولُ اللّٰه يضاحكه ثمّ أخَذَهُ فَجَعَلَ إحدى يَدَيهِ تحتَ ذِقنهِ والأخرىٰ علىٰ رأس رأسه و أقنعه فَقَبَّله وقال: أنا مِن حُسينٍ و حُسينٌ منّي أحبَّ اللّٰهُ مَن أحَبَّ حُسَيناً حُسَينٌ سِبطٌ مِنَ الأسباط۔

(۳) بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۲۷۲ (قال النبيُّ: إنَّ للحُسينِ في بواطن المؤمنين معرفةً مكتومةً) مستدرک الوسائل، ج ۱۰، ص ۳۱۸ (عن جعفر بن محمّدٍ نظر النبيُّ الىٰ الحُسينِ بن عليٍّ و هو مقبل فأجلسه في حجره و قال: إنّ لقتل الحُسينِ حرارةً في قلوب المؤمنين لا تبردُ أبداً ثم قال: قتيلُ كلِّ عبرةٍ. قيل: وما قتيلُ كلِّ عبرةٍ يا بن رسول اللّٰه؟ قال: لا يذكره مؤمن إلّا بكى۔

Presented by Ziaraat.Com

موانع تا نگر دانی ز خود دور
درون خانہ ی دل نایدت نور
موانع چون در این عالم چهار است
طهارت کردن از آن ھم چهار است
نخستین پاکی از ارجاس و انجاس
دوم از معصیت و ز شر وسواس
سیم پاکی از اخلاق ذمیمہ است
کہ باوی آدمی ھم چون بھیمہ است
چهارم پاکی سر است ازغیر
کہ این جا منتھی می گردوت سیر[1]

''اس راہ میں چار رکاوٹیں ہیں' ان کو برطرف کرنے کے طریقہ بھی چار ہیں: پہلے اپنے وجود کو رجس ونجاست سے پاک کرو' دوسرے معصیت اور شر و وسواس سے پاک کرو' تیسرے اخلاقِ رذیلہ کو دور کرو کہ پست اخلاق چوپائے کے مانند ہے' اپنے باطن کو غیر خدا سے پاک کرو' اسی پر طہارتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ انسان سیر وسلوک میں اسی وقت کامل ہوتا ہے جب اس کے دل میں خدا کی محبت راسخ ہو جاتی ہے اور وہ اس کے غیر سے منہ موڑ لیتا ہے۔''

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (سورۂ شمس' آیت ۱۰)

''اور یقیناً وہ شخص نقصان میں رہا جس نے نفس کو آلودہ کر لیا۔''

---

(۱) گلشن راز شبستری ۲۰ کہ اس کا باقی حصہ یہ ہے:

ھر آن کو کرد حاصل این طھارات — شود بی شک سزاوار مناجات
تو تا خود را بہ کلی در نبازی — نمازت کی شود ھر گز نمازی
چو ذاتت پاک گردد از ھمہ شین — نمازت گردد آن گہ قرۃ العین

Presented by Ziaraat.Com

"دَسّٰھَا" کے معنی ہیں: آلودہ کرنا اور خفیہ طریقہ سے کسی چیز کو کسی چیز میں ملانا مخلوط کرنا' مثلاً دودھ میں پانی ملانا۔ اس سے پانی کو جدا کرنا آسان نہیں ہے پس دسِ نفس اس کی تہذیب کی ضد ہے' نیز نفس کو اخلاقِ رذیلہ سے متصف کرنے کو دسِ نفس کہتے ہیں۔

اسی لیے ارشاد ہے:

"بے شک گھاٹے میں رہا وہ شخص جس نے نفس کو آلودہ کر لیا۔"

پس سعادت و کامیابی کا راز اس میں ہے کہ ہم اپنے نفس کو حُسنِ اخلاق اور شائستہ صفات سے آراستہ کریں تاکہ ہماری روح اور ہمارے دل میں انوارِ الٰہی جلوہ گر ہو سکے اور خدا ہم پر عنایت کرے' ہمارا دل عرشِ خدا بن جائے' ہمارے دل میں صرف خدا کی محبت ہو' ناپائیدار چیزوں کی محبت پیدا نہ ہو۔

مرحوم شیخ بہاء الدین عاملی قدس سرہ نے شیخ ابوالفتح بستی سے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

زيادة المرء في دنياه نقصان
و ربحه غير محض الخير خسران
وكل وجدانٍ حظٍّ لا ثبات له
فإنّ معناه في التحقيق فُقدانُ
يا عامراً لخراب الدهر مجتهداً[1]
تاللّٰه هل لخراب الدهر عُمرانُ؟
و يا حريصاً علىٰ الأموال تجمعُها
أنسيت أنَّ سُرورَ المال أحزانُ
يا خادمَ الجسمِ كم تَسعىٰ لخدمته
أتطلب الربح فيما فيه خسرانُ
أقبِل علىٰ النّفسِ و استكمل فضائلها
فأنت بالنفس لا بالجسمِ إنسانُ

(۱) "مجتہد" یہاں لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی کوشش کرنے والا' اصطلاحی معنی مراد نہیں ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

دَعِ الفؤاد عن الدّنیا و زخرفها
فصفوها کَدَرٌ والوصل هِجرانُ
و أوعِ سمعك أمثالاً أفصِّلُها
کما یُفَصَّلُ یاقوتٌ و مَرجانُ
أحسِن اِلیٰ النّاس تستعبد قلوبهم
فطا لما استعبد الانسانَ اِحسان
و کُن علی الدهرِ مِعواناً لذی أمل
یرجوا نداك فاِنَّ الحُرَّ مِعوانُ

"انسان دنیا میں زیادہ کے چکر میں رہتا ہے جب کہ یہ بہت بڑا نقصان ہے اس کو غیر صالح عمل سے جو فائدہ ہوتا ہے درحقیقت وہ خسارہ ہے۔ اس عالم مادہ سے وہ جو فائدہ حاصل کرتا ہے اس میں پائیداری نہیں ہوتی ہے۔ اصل میں وہ فائدہ نہیں اُٹھاتا بلکہ گنواتا ہے۔ اے وہ شخص جو اس خاک کے کھنڈر کو آباد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا کی قسم زمانہ کے ویرانہ کو آباد نہیں کیا جا سکتا۔ اے شیخ تو دنیوی مال و دولت جمع کرنے کا حریص ہے۔ کیا تم اس بات کو بھول گئے کہ دنیوی مال سے حاصل ہونے والی خوشی کے بعد بہت سے غم بھی ہوتے ہیں۔ اے اپنے بدن و جسم کی خدمت کرنے والے کیا تم اس چیز سے فائدہ کی اُمید رکھتے ہو کہ جس میں ضرر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے" (کشکول شیخ بہائی ۱۷۵)۔

(شاہد مثلاً اس شعر میں ہے) آپ اپنے نفس اور اپنی روح پر پوری توجہ دیں اور تمام فضائل نفسانی اور کمالاتِ اخلاقی کو اپنے لیے فراہم کرنے کی کوشش کریں اور اپنی روح کو پسندیدہ صفات کے ذریعے زینت بخشیں' کیوں کہ تمھیں روح ہی کے طفیل میں انسان کہا جاتا ہے نہ کہ جسم کے لحاظ سے' دنیا اور اس کی کج دھج سے دل نہ لگاؤ' کیوں کہ اس کا خلوص کھوٹا اور

Presented by Ziaraat.Com

اس کا وصل فراق ہے۔

جو نصیحتیں میں تمہیں کر رہا ہوں ان پر کان دھرو کیوں کہ ان کو میں نے اسی طرح نظم کیا ہے جس طرح یاقوت و مرجان کو پرویا جاتا ہے۔

تمام لوگوں کے ساتھ نیکی کرو ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو یہاں تک کہ ان کو اپنا غلام بنالو کیوں کہ مرورِ زمانہ میں کتنے ہی آزاد احسان کے ذریعے غلام بنے ہیں۔

اس دنیا میں تم ان لوگوں کی مدد کرو جو تم سے اُمید رکھتے ہیں کیوں کہ آزاد ہی دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔

دوسرا شاعر کہتا ہے:

السیف سیف بحدّته لا بحدیدہ

والانسان انسان بروحہ لا ببدنہ

''تلوار دار اپنی دھار اور برش کے اعتبار سے تلوار ہے لوہا ہونے کے لحاظ سے نہیں اور انسان بھی اپنی روح کے اعتبار سے انسان ہے اپنے بدن کے لحاظ سے نہیں۔''

انسان کی تمام شرافتوں اور فضیلتوں کا سرچشمہ اس کی روح ہے۔ انسان کو چاہیے کہ خدا کی عبادت کر کے اپنی روح کو تقویت پہنچائے تا کہ فرشتوں سے بلند مرتبہ پر پہنچ سکے۔

......✹......

Presented by Ziaraat.Com

# گیارھویں تقریر

## جسم و روح کے چھ حالات

بدن کا تعلق عالم خلق سے اور اسی طرح روح کا تعلق عالم امر سے ہے

روح کی معرفت' خدا کی معرفت کا باعث ہے

عبادت میں خلوص کے ذریعے شک و تردید ختم ہوتی ہے

اسلام میں ماحول کی صفائی اور حفظان صحت

روح کو قلب کا نام دینے کی وجہ

امن و سلامتی خدا کی دو اہم ترین نعمتیں

Presented by Ziaraat.Com

قال امیرالمومنین علیؑ:

اِنَّ للجسم ستّة احوال: الصحة و المرض، والموت و الحیاۃ، و النوم و الیقظة، و کذلک الروح فحیاتها علمها، و موتها جهلها، و مرضها شکها، و صحّتها یقینها، و نومها غفلتها، و یقظتها صحتها(توحید صدوق ۳۰۰، بحارالانوار، ج۶۱، ص۴۰)

بے شک جسم کے چھ حالات ہیں، اسی طرح روح کے بھی چھ حالات ہیں: انسان، روح اور بدن سے مرکب ہے۔

لیکن بدن کا تعلق عالم مادہ سے ہے اور مادہ فانی، ناپائیدار ہے کیوں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعضا و جوارح بکھر جاتے ہیں، بعد میں خدا کے حکم سے ان میں ازسرِنو روح پھونکی جائے گی، جب کہ روح کا تعلق عالم امر سے ہے۔

خداوند متعال کا ارشاد ہے:

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (سورۂ اسرائیل، آیت ۸۵)

"یہ لوگ آپؐ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپؐ کہہ دیجیے کہ روح میرے رب کا امر ہے اور تمھیں جو علم دیا گیا ہے وہ کم ہے۔"

خدا کا امر تو وہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے:

اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورۂ یٰس، آیت ۸۲)

اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

روح کا تعلق عالم امر سے اور بدن کا تعلق عالم خلق سے ہے۔ عالم خلق عالم تدریجیات

Presented by Ziaraat.Com

ہے دونوں ہی خدا کی طرف سے ہیں، دونوں خدا کے حکم سے وجود میں آئے ہیں۔

این جامہ و جامہ پوش خاک آمد
تو خاک نہ ای کہ نور یزدانی
آن چیست کہ زندہ کرد مردتن را
نزدیک خرد تو بیگمان آنی
ترسا پسر خدای خواند او را
از بی خردی خویش و نادانی
زیرا کہ خبر نبود ترسارا
از قدر بلند نفس انسانی
این خانہ پنج در بدین خوبی
بنگر تو را کہ داشت ارزانی
من خانہ ندیدہ ام چنین ھرگز
گروندہ و پیش کار و فرمانی
زان روز بترس کاندران پیدا
آید ھمہ کارھای پنھانی
زان روز کہ جز خدای سبحان را
برکس نرود ز خلق سلطانی

"یہ وجود اور اس کا پیراہن خاک سے پیدا ہوئے تم خاک نہیں ہو نور خدا ہو، تمھاری عقل کے نزدیک وہ کون ہے کہ جس نے مردہ تن کو ایک آن میں زندہ کیا ہے۔ عیسائیوں نے اپنی نادانی و بے وقوفی سے اسے خدا کا بیٹا کہہ دیا ہے کیوں کہ عیسائیوں کو نفس انسانی کی کی بلندی کا اندازہ نہیں تھا۔ اس بدن میں کیا بہترین پانچ در ہیں دیکھو کہ تمھیں کیا عطا ہوا ہے۔ میں نے ایسا گھر ہرگز

Presented by Ziaraat.Com

نہیں دیکھا ہے کہ جو گردش میں رہتا ہے اور فرماں بردار ہے۔ اس دن سے ڈرو کہ جب سارے مخفی کام آشکار ہو جائیں گے۔ جس دن خدا کے علاوہ کسی دوسرے بادشاہ کی بادشاہت نہیں ہوگی" (دیوان ناصر خسرو قصیدہ ۲۲۸)۔

انسان کی یہی ترکیب جو روح و بدن سے ہوئی ہے یہی خدا کی معرفت کا باعث ہے اور "من عرف نفسه فقد عرف ربه" کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔

کیوں کہ جب انسان اپنے وجود کی طرف توجہ کرے گا (اسے اپنے وجود کا تو یقین ہے اگرچہ اس کی حقیقت کو نہیں پہچانتا ہے۔ جب اس کے بارے میں غور کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ جس طرح اعضا و جوارح میں یہ روح تصرف کرتی ہے اور اعضا و جوارح اس کے فرماں بردار ہیں' اس کی فوج ہیں' یعنی جب وہ ارادہ کرتی ہے تو دیکھتا ہے' سنتا ہے' چلتا ہے' بولتا ہے (البتہ یہ محدود تصرف اسے خدا ہی نے عطا کیا ہے) تمام عالم سے یہی نسبت خدا کی ہے وہ سارے عالم پر تصرف و احاطہ کیے ہے[1]

ایک روایت میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

بے شک بدن کی چھ حالتیں ہیں: موت و حیات' تندرستی و بیماری' سونا جاگنا۔ یہی حالتیں روح کی بھی ہیں' لیکن روح کی حیات علم و دانائی ہے اور اس کی موت جہل و نادانی ہے۔

و صحتها یقینها

"یقین روح کی صحت و تندرستی ہے (اگر یقین ہے تو روح صحیح و سالم ہے)۔"

یعنی انسان مبداء و معاد' عقائد حقہ' محمدؐ کی نبوت' آئمہ اطہارؑ کی امامت اور خدا کے احکام کا یقین رکھتا ہو۔

و مرضها شکها

"اور عقائد میں شک روح کا مرض ہے۔"

---

(۱) "من عرف نفسه فقد عرفه ربه" کے یہ ایک معنی ہیں' اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہم یہ کہیں: "من عرف نفسه" یعنی تنہا روح بلکہ اگر انسان اپنے وجود کے بارے میں غور کرے جو کہ جسم و روح سے مرکب ہے اور ان طاقتوں کے بارے میں غور کرے جو اس کے وجود میں ہیں تو وہ خدا کی قدرت کی معرفت ہو جائے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کی صحت وتندرستی کا راز اس میں ہے کہ انسان دین کے دستورات پر عمل کرے تاکہ شک سے نجات مل جائے اور اس کے یقین میں اضافہ ہو جائے۔

امام رضاؑ سے ایک روایت میں نقل ہوا ہے:

ما أخلص عبدٌ للّٰہ عزّ و جلّ أربعین صباحاً إلاّ جرت ینابیعُ الحکمة من قلبه الیٰ لسانه

"اگر انسان چالیس روز تک خالص خدا کے لیے نیک کام انجام دے اور خدا کے واسطے بُرے کام کو ترک کرے تو وہ یقین کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا اور علم وحکمت کے چشمے اس کے قلب سے پھوٹ کر زبان سے جاری ہوں گے" (عیون اخبار الرضا ۲/۶۹ بحار الانوار ۷۰/۲۴۲)۔

شریعت اسلام میں جس طرح روح' اعتقادی اُمور اور ان کی صحت وتندرستی کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔ اسی طرح جسم کی صحت وتندرستی کے بارے میں بھی تاکید کی گئی ہے بعبارت دیگر جس طرح اسلام روح کی صحت وسلامتی کو اہمیت دیتا ہے اسی طرح جسم و بدن کی سلامتی اور صحت کو بھی اہمیت دیتا ہے۔

مثلاً صحت وسلامتی کے اسباب میں سے ایک صفائی اور پاکیزگی ہے جسے اسلام نے بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ رات' دن میں جو وضو کیا جاتا ہے اور (واجب غسل کے علاوہ) مستحب غسل کیا جاتا ہے اگرچہ اس کے بہت سے معنوی فوائد ہیں لیکن اس سے صفائی و پاکیزگی کے مسئلہ کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے کہ صفائی اور نظافت بھی سلامتی کے اسباب میں سے ہے۔

مثلاً اسلام کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ اگر انسان کو پانی نقصان دیتا ہو تو اسے تیمم کرنا چاہیے یا اگر اس کے لیے روزہ رکھنے میں ضرر ہے تو اسے روزہ توڑ دینا چاہیے یا کوئی شخص بیمار ہو جائے اور روزہ نہ رکھ سکے تو شفا پانے تک اس پر روزہ واجب نہیں ہے۔

صحت وتندرستی کو تمام احکام میں مدنظر رکھا گیا ہے اور اس مسئلہ کو اتنی زیادہ اہمیت دی گئی ہے کہ فقہا فرماتے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

## کُلُّ مُضِرٍّ حَرَامٌ

''انسان کے لیے ہر مضر چیز حرام ہے۔''

ایک روایت میں وارد ہوا ہے: ایک روز منصور دوانیقی کے دربار میں ایک ہندوستان کے طبیب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ عرض کیا: کیا آپؑ مجھ سے اس علم کے بارے میں کوئی سوال کریں گے جس کو میں جانتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں' کیوں کہ جو علم میرے پاس ہے وہ تمھارے علم سے بہتر ہے۔

ہندوستانی طبیب نے امامؑ سے سوال کیا: جو میرے علم سے بہتر ہے اور آپؑ کے پاس ہے وہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں گرمی کا سردی سے اور سردی کا گرمی سے' رطوبت ونمی کا خشکی سے اور خشکی کا رطوبت سے علاج کرتا ہوں اور تمام اُمور کو خدا پر چھوڑ دیتا ہوں اور رسولؐ کی بات پر عمل کرتا ہوں' آپؑ نے فرمایا:

و اعلم أنّ المعدۃ بیتُ الداء و الحمیۃ ھی الدواء و عوّد البدن ما اعتاد

''جان لو کہ معدہ تمام بیماریوں کی جڑ ہے (اکثر بیماریاں پیٹ ہی سے پیدا ہوتی ہیں) اور پرہیز تمام بیماریوں کا علاج ہے اور بدن کو جس چیز کی عادت ہوگئی ہے وہ اسے دیتے رہیے۔''

جب ہندوستانی طبیب نے آپؑ کا یہ کلام سنا تو کہنے لگا: سارا طب تو یہی ہے[1]

ایک دوسری روایت بھی ہے جو کہ رسولؐ کی طرف منسوب ہے اور اسی سے ملتی جلتی حدیث حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے' فرماتے ہیں:

العلمُ عِلمان علم الأبدانِ و عِلمُ الأدیان

''علم دو ہی ہیں: علم دین اور علم ابدان'' (بحار الانوار' ج۱' ص۲۲۰)۔

---

(۱) خصال صدوق باب منش حای نوزدہ گانہ متن ص۶۵۵ بحار الانوار' ج۱۰' ص۲۰۵' ص۱۴۳ بحار الانوار کی ج۶۵' ص۱۲۳ پر ایک روایت نصرانی طبیب کے بارے میں نقل ہوئی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ ہی سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

العلم ثلاثةٌ الفقه للأديان و الطبُّ للأبدان و النحوُ للّسان

''علم کی تین قسمیں ہیں: فقہ ادیان کے لیے، طب ابدان کے لیے اور نحو زبان کے لیے'' (تحف العقول، ص ۲۰۸، بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۴۵)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی ایک روایت نقل ہوئی ہے:

لا يستغني أهل كل بلد عن ثلاثة يُفزع إليهم في أمر دنياهم و آخرتهم فانّ عدموا ذلك كانوا همجاً: فقيه عالم ورع، و أمير خيِّر مُطاع، و طبيب بصير ثقة

''ہر شہر کے باشندوں کو تین چیزوں کی ضرورت ہے اگر کسی شہر میں یہ تین چیزیں نہ ہوں تو اس میں کوئی خوبی نہیں ہے: ① ایسا عالم جو پرہیزگار اور فقیہ ہو۔ ② ایک طبیب ہو جو طب میں مہارت و بصیرت رکھتا ہو اور لوگ اس پر اعتماد کرتے ہوں۔ ③ ایک امیر ہو جو لوگوں کا خیر خواہ ہو اور عدل کے مطابق کام کرتا ہو۔''

فقہا کہتے ہیں: اگر معاشرہ میں کوئی طبیب نہ ہو تو علم طب کا حاصل کرنا واجب کفائی ہے یعنی تمام لوگوں پر واجب ہے کہ وہ علم طب حاصل کریں لیکن اگر ان میں سے بعض حاصل کرنے لگیں تو دوسرے لوگوں پر واجب نہیں ہے کہ وہ بھی علم طب کی تعلیم حاصل کریں۔ اسی طرح جن صنعتوں کی لوگوں کو ضرورت ہے ان کا بھی یہی حکم ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے ایک روایت میں منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ألا و إنّ مِنَ البلاءِ الفاقة و أشدُّ مِنَ الفاقة مَرض البدن، و أشدُّ مِن مرض البدن مرض القلب، ألا و إنَّ من النعم سَعَةُ المال، و أفضلُ مِن سَعَةِ المال صِحّةُ البدن، و أفضل مِن صِحّة البدن تقوىٰ القلب[1]

(۱) نہج البلاغہ حکمت ۳۸۸، تحف العقول ۲۰۳، مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۱۴۳، بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۶۱ و ج ۷۲، ص ۵۳ و ج ۷۸، ص ۳۰، ج ۸۱، ص ۱۷۵۔

Presented by Ziaraat.Com

"آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا کی بلاؤں میں سے ایک فقر و فاقہ ہے اور فقر و فاقہ سے سخت بدن کا مرض ہے اور بدن کے مرض سے زیادہ سخت دل کا مرض ہے۔"

یہاں وہ دل مراد نہیں ہے جو صنوبر کی شکل کا گوشت کا ٹکڑا ہے اور بدن میں بائیں طرف واقع ہے اور زندگی کے خون کا چشمہ و منبع ہے بلکہ یہاں اس سے مراد روح ہے۔ قرآن مجید میں بھی اسے بہت سی جگہ قلب ہی کہا گیا ہے اور روایات میں بھی روح کو قلب ہی کہا گیا ہے۔

سوال: روح کو دل کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: کیوں کہ دل ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتا رہتا ہے اور انسان کی روح کے حالات بھی گونا گوں ہوتے ہیں۔ کبھی خوشی ہے' کبھی غمی ہے' کبھی رغبت ہے اور کبھی بے رغبتی ہے' کبھی بھوک ہے' کبھی پیاس ہے...... یہ روح کے حالات ہیں' روح کے ان حالات اور تغیرات ہی کی وجہ سے اسے قلب کہا گیا ہے (مجمع البحرین' ج ۲، ص ۱۴۸)۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ (سورۂ ق، آیت ۳۷)

"اس میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جس کے پاس دل ہے' جو دل سے بات سنتا ہے۔"

پس جسم کی بیماری سے زیادہ سخت روح کی بیماری ہے اور وہ بیماری یہ ہے کہ انسان عقائد میں شک کرے اور بد اخلاقی و پستی میں مبتلا ہو جائے۔ روایت کے اگلے حصہ میں فرماتا ہے:

اَلا و اِنَّ مِنَ النِّعَمِ سَعَةُ المَالِ و أفضلُ مِن سَعَةِ المَالِ صِحَّةُ البَدَنِ

"دیکھو خدا کی نعمتوں میں مالی ترقی بھی ہے لیکن مالی ترقی سے بہتر بدن کی صحت و تندرستی ہے۔"

انسان کو اپنے بدن و جسم کی صحت کی قدر کرنی چاہیے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث نقل ہوئی ہے' فرماتے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

نعمتان مکفورتان الأمنُ و العافیة[1]

''لوگ دو نعمتوں کی قدر نہیں جانتے ہیں اور وہ ہیں: امن و عافیت۔''

و افضل من صحة البدن تقوی القلب

''اور بدن کی صحت سے بہتر روح کا تقویٰ ہے۔''

قرآنِ مجید فرماتا ہے:

وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (سورۂ بقرہ آیت ۱۹۷)

''اپنے لیے زادِ راہ فراہم کرلو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔''

تقویٰ وقایۃ سے مشتق ہے، جس کے معنی حفاظت اور بچانا ہیں۔ مثال دی جاتی ہے کہ جس طرح پُرخار وادی سے گزرنے والا احتیاط سے کام لیتا ہے اور ہوشیار رہتا ہے کہ اس کو کانٹا نہ لگے اور اس کا دامن کانٹوں سے نہ اُلجھے، متقی و پرہیز خود کو اسی طرح گناہوں سے بچاتا ہے اور جو چیز خدا کے حکم کے خلاف ہوتی ہے اس سے بچتا ہے۔ تقویٰ کی دو قسمیں ہیں:

① تقوائے روح: یعنی روح کو عقائد میں شک کرنے، شرک کفر کی طرف تمایل اور باطل عقائد میں مبتلا ہونے سے بچانا۔

② تقوائے بدن: یعنی بدن اور اس کے اعضا و جوارح کو معصیت سے بچانا مثلاً انسان آنکھ کو اس گناہ سے بچائے جو آنکھ سے ہوتا ہے اور کان کو اس گناہ سے محفوظ رکھے جو کان سے متعلق ہے اور زبان کو اس گناہ سے بچائے جو زبان سے تعلق رکھتا ہے۔

و نومها غفلتها

''روح کی نیند اور غفلت، خدا سے بے پروا ہونا ہے اور اس کی بیداری خدا کو یاد رکھنا ہے۔''

جس طرح انسان نیند کی حالت میں ہر چیز سے غافل رہتا ہے اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح روح کو بھی نیند آتی ہے یعنی جب وہ خدا سے غافل ہوتی ہے تو گویا سو جاتی ہے اور جب خدا کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو گویا بیدار ہو جاتی ہے۔

......❁......

(۱) خصال صدوق باب مثنی حای دوگانہ متن: ۱۱۲، بحار الانوار، ج۸۱، ص ۱۷۰۔

Presented by Ziaraat.Com

# بارھویں تقریر

## خداوند عالم کی اپنے رسولؐ کو وصیت

ظاہر و باطن میں خلوص

خوشی و ناخوشی میں عدل کرنا

جہاد بالنفس سب سے افضل ہے

غضب خطرناک پستی ہے

خوشی و ناخوشی کے وقت حق و انصاف سے کام لینا

مفلسی اور ثروت مندی کے زمانہ میانہ روی سے کام لینا

جس نے کچھ نہ دیا ہو اسے عطا کرنا

جس نے تم پر ظلم کیا ہے اسے معاف کر دو

جس نے قطع رحم کیا ہے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو

Presented by Ziaraat.Com

قال رسولُ اللّٰه:

أوصاني ربّي بتسع و أنا أُوصيكم بما أوصاني به ربّي:
بالاخلاص في السرّ و العلانية و العدل في الرّضا و الغضب و
القصد في الغنیٰ و الفقر وان أعفوا عمّن ظَلَمَني و أُعطيَ مَن
حرمني و أصِلَ مَن قَطَعَني و أن يكونَ صَمتي فكراً و نُطقي
ذِكراً و نظري عِبَراً (اثناعشریہ ۳۱۵)

"رسولؐ فرماتے ہیں: میرے پروردگار نے مجھے نو(۹) چیزوں کی وصیت کی ہے میں بھی تمھیں انھیں کی وصیت کرتا ہوں' فضائل و کمالات اور پسندیدہ اخلاق میں ان نو(۹) چیزوں کی بڑی اہمیت ہے۔"

① الاخلاص في السرّ و العلانية

ظاہر و باطن میں خلوص سے کام لینا' انسان خواہ خلوت میں ہو یا جلوت میں' اسے خلوص کے ساتھ عمل کرنا چاہیے۔ انسان روزہ' نماز' امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسا جو عمل بھی انجام دیتا ہے اسے خالص خدا کے لیے انجام دینا چاہیے۔ اس نیت کے ساتھ بجالانا چاہیے کہ خدا نے اس کو انجام دینے کا حکم دیا ہے۔ میں اس عمل کو اسی کی خوشنودی کے لیے انجام دے رہا ہوں۔

اسی نیت سے علم حاصل کرنا چاہیے' انسان کو چاہیے کہ خدا کے لیے علم حاصل کرے اور خدا ہی کے واسطہ اس پر عمل کرے اور اسی نیت سے لوگوں کو ہدایت کرے۔

② والعدل في الرضا و الغضب

خوشی و ناخوشی کے موقعہ پر (خصوصاً جس وقت انسان کے وجود میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک رہی ہو جس کا بجھانا بہت مشکل ہو) عدل سے کام لینا چاہیے۔

اسی طرح اس وقت بھی انسان کو عدل سے کام لینا چاہیے جب اس کی شہوت کی آگ

Presented by Ziaraat.Com

بھڑک اُٹھے کہ جس کو خاموش کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

أفضلُ الجهاد مَن جاهَدَ نفسه التي بين جنبيه[1]

''عظیم ترین جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس سے جہاد کرے۔''

البتہ ایسے موقعوں پر نفس کو لگام دینا بہت دشوار ہے۔

شاعر کہتا ہے:

حذر از پیروی نفس، کہ در راہ خدای
مردم افکن تر از این غول بیابانی نیست
عالم و عابد و صوفی ہمہ طفلان رہند
مرد اگر ہست بہ جز عالم ربانی نیست
با تو ترسم نکند شاھد روحانی روی
کہ التماس تو بہ جز راحت جسمانی نیست
شب مردان خدا روز جہان افروز است
روشنان را بہ حقیقت شب ظلمانی نیست

''نفس کی پیروی سے بچو کہ راہ خدا میں صحرا کے اس دیو سے بڑا کوئی پہلوان نہیں ہے۔ عالم و عابد اور صوفی سبھی بچے ہیں۔ مرد فقط عالم ربانی ہے۔ مجھے تمھارے بارے میں ڈر ہے کہ کہیں معبود تمھاری طرف نظر نہ کرے کیوں کہ تمھاری خواہش جسمانی راحت کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ مردانِ خدا کی راتیں، تو روشن دن کی طرح ہوتی ہیں، نور والے رات کے اندھیرے کے محتاج نہیں ہیں'' (کلیات سعدی مواعظ ۸۹۰)۔

بہرحال شہوت کی منہ زوری اور غضب کے شعلہ ور ہونے کے موقعہ پر نفس پر قابو رکھنا اور عدل سے کام لینا بہت مشکل مرحلہ ہے۔ اگر اس وقت انسان عدل سے کام لے اور حکم خدا

Presented by Ziaraat.Com

کے خلاف قدم نہ اُٹھائے اور خدا کی خوشنودی کے خلاف کوئی بات نہ کہے تو اس کا عمل اس وصیت کے مطابق ہوگا جس کی خدا نے اپنے رسولؐ کو وصیت کی ہے۔

ایک شخص رسولؐ کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا:

آمرك الاّ تغضب

''میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ غضب ناک نہ ہونا' غصہ نہ کرنا اور غیظ میں کوئی کام نہ کرنا۔''

اس نے پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہی جملہ ''آمرك ان لاّ تغضب'' دہرایا (بحارالانوار ج ۷۳، ص ۲۷۴)۔

پس جن کاموں کو انجام دینا چاہیے ان میں سے ایک غضب و غصہ کے موقعہ پر عدل سے کام لینا بھی ہے۔ اسی طرح خوشی کے موقعہ پر اپنے محبوب یا دوست عزیز کے ساتھ کوئی سلوک کرے تو اس میں بھی حق و انصاف اور میانہ روی کا خیال رکھے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

(سورۂ منافقون آیت ۹)

''اے ایمان لانے والو! ایسا نہ ہو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں یادِ خدا سے غافل کر دیں' کہیں تمہیں میانہ روی سے نہ ہٹا دیں۔''

③ والقصدُ فی الغنی و الفقر

''اور ثروت مندی و ناداری کے موقع پر میانہ روی سے کام لینا۔''

④ واُعطی مَن حَرَمَنِی

''اور جس نے مجھے محروم رکھا ہے اسے عطا کروں۔''

بعبارت دیگر جس نے میرے ساتھ نیکی نہیں کی ہے اس کے ساتھ نیکی کروں۔

Presented by Ziaraat.Com

۵ و اَن أعفو عمّن ظَلَمَنی

"اگر کسی نے میرے اوپر ظلم کیا ہے نہ صرف ان سے انتقام نہیں لینا چاہیے بلکہ مجھے چاہیے کہ اسے معاف کر دوں۔"

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

وَالكَاظِمِينَ الغَيظَ وَ العَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ المُحسِنِينَ

(سورۂ آلِ عمران آیت ۱۳۴)

"خداوند عالم ان لوگوں کی تعریف کر رہا ہے جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں بے شک خداوند عالم نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

۶ و اَن أصِلَ مَن قَطَعَنی

"اور میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں جس نے میرے ساتھ قطع رحمی کی ہے۔"

۷ و أن يكونَ صَمتِي فِكراً

"میری خاموشی غور وفکر کے ساتھ ہو (یعنی اگر خاموش رہوں تو پروردگار کی عظمت کے بارے میں غور کروں)۔"

جس وقت انسان اس وسیع و عجیب عالم کے بارے میں غور کرتا ہے تو خدا کی عظمت اور اس کی لامحدود قدرت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ یہ غور وفکر ممدوح اور پسندیدہ ہے۔

ممدوح غور وفکر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب انسان دنیا' اس کی ناپائیداری اور بے وفائی اور بدلتے ہوئے حالات کے بارے میں غور کرتا ہے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کوئی چیز باقی نہیں رہے گی' نہ جوانی' نہ خوشی' نہ آسائش اور نہ صحت و تندرستی بلکہ ہر چیز لمحوں میں ختم ہو جائے گی۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ دنیا کے فریب میں نہ آئے اور اس سے دل نہ لگائے بلکہ اس کو آخرت کا پیش خیمہ تصور کرے۔

Presented by Ziaraat.Com

بنابرایں اگر ہم علم حاصل کریں یا کوئی دوسرا کام انجام دیں تو اس میں ہماری نظر صرف خدا پر ہونی چاہیے اور ہماری محنت کو آخرت کا زادراہ ہونا چاہیے۔

اسی طرح ممدوح اور بہترین افکار میں سے علمی باتوں کے بارے میں غور وفکر کرنا بھی ہے یعنی انسان کو چاہیے کہ وہ علمی چیزوں کا مطالعہ کرے اور ان میں غور کرے' درس پڑھتے وقت غور سے سنے اور پھر اس کے بارے میں خوب غور وخوض کرے تا کہ اس کی حقیقت تک پہنچ جائے۔

محمد بن علی بن بابویہ قمی سے نقل ہوا ہے کہ جب وہ مطالعہ کرتے ہوئے کسی بات کو بخوبی سمجھ لیتے تھے تو بہت لذت محسوس کرتے تھے اور کہتے تھے:

أينَ المُلوكُ و أينَ أبناءُ الملوك مِن هذا اللّذه

"یعنی جو لذت مجھے محسوس ہو رہی ہے' یہ بادشاہوں اور شہزادوں کو کہاں نصیب ہوتی ہے۔"

گویا یہ لذت بادشاہی کی لذت سے زیادہ مسرور کن ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

الفكرُ مرآةٌ صافيةٌ و الاعتبارُ منذرٌ ناصحٌ[1]

"(خلقت کی بوقلمونیوں میں) غور کرنا صاف وشفاف آئینہ کی مانند ہے۔"

اور دنیا کی ناپائیداری اور بے وفائی سے عبرت لینا ایسا ڈرانے والا ہے' جو خیر خواہ ہے۔

انسان کو چاہیے کہ پست فکر کو دور کرے' اس کے افکار کو ہمیشہ ممدوح و پسندیدہ ہونا چاہیے۔

⑧ و نُطقِي ذِكراً

"اور میری باتوں میں ذکر خدا ہونا چاہیے۔"

یعنی اگر میں بولوں تو ذکر خدا کروں۔ ذکر خدا' قرآن کی تلاوت بھی ہو سکتی ہے' دعا بھی ہو سکتی ہے' امر بالمعروف بھی ہو سکتا ہے اور نہی عن المنکر بھی ہو سکتا ہے' درس پڑھنا بھی ہو سکتا ہے اور سبق پڑھانا بھی ہو سکتا ہے۔ جب ہم ان چیزوں کو غور سے دیکھتے ہیں تو سب میں ایک

(۱) نہج البلاغۂ حکمت ۳۶۵' روایت کا اگلا حصہ یہ ہے: و كفىٰ ادبا لنفسك تجنبك ما كرهته لغيرك۔

Presented by Ziaraat.Com

خدائی پہلو نظر آتا ہے۔

ذکر یہ بھی ہے کہ انسان خدا کی تسبیح، تمجید، تحمید، تہلیل اور تکبیر میں مشغول رہے یعنی جب وہ پروردگار کی عظمت و وحدانیت کے بارے میں غور کرے تو زبان سے کہے:

لا اِلٰہَ اِلاّ اللّٰہُ

اور جب خدا کی نعمتوں کے بارے میں غور کرے تو زبان سے کہے:

الحمدُللّٰہِ رَبِّ العَالَمین

اور جب اپنی خطاؤں اور لغزشوں کو یاد کرے تو استغفار کرے اور زبان سے کہے:

أستغفرُاللّٰہَ ربّی و أتوبُ اِلیہ

مختصر یہ کہ انسان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کا خدا سے تعلق ہونا چاہیے اور ہر لفظ کو خدا کے لیے ہونا چاہیے۔

منقول ہے کہ ایک روز رسولؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جب تم "سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر" کہتے ہو تو فرشتے تمہارے لیے جنت میں ایک پودا لگاتے ہیں۔

ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! اگر ایسا ہے تو جنت میں ہمارے بہت سے باغ ہوں گے۔

آپؐ نے فرمایا: بشرطیکہ تم نے آگ نہ بھیجی ہو کہ جس نے انھیں جلا دیا ہو۔

اس نے عرض کیا: یہ آگ کیا ہے؟

فرمایا: خدا کی معصیت[1]

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج۴، ص۱۲۰۶ عن ابی جعفرؑ قال: قال رسولُ اللّٰہ: من قال سبحان اللّٰہ، غرس اللّٰہ لہ بہا شجرۃ فی الجنۃ. ومن قال الحمدللّٰہ، غرس اللّٰہ لہ بہا شجرۃ فی الجنۃ. ومن قال لا الٰہ الاّ اللّٰہ، غرس اللّٰہ لہ بہا شجرۃ فی الجنۃ، ومن قال اللّٰہ اکبر، غرس اللّٰہ لہ بہا شجرۃ فی الجنۃ، فقال رجل من قریش: یا رسولَ اللّٰہ اِنَّ شجرنا فی الجنۃ لکثیر؟ فقال: نعم ولکن اِیّاکم اَن تُرسلوا علیہا نیراناً فتُحرقوہا و ذلک اَن اللّٰہ عزّ و جلّ یقول: یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ، (سورۂ محمدؐ، آیت ۳۳)۔

Presented by Ziaraat.Com

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

**یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا** (سورۂ احزاب، آیات ۴۱-۴۲)

"اے ایمان لانے والو! بہت زیادہ ذکرِ خدا کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔"

حدیث میں آیا ہے کہ وہ ذکر یہ ہے:

**سُبحانَ اللّٰهِ و الحمدُللّٰه و لا اِلٰه الاّ اللّٰه و اللّٰه اکبرُ و لاحولَ ولاقوّةَ اِلاّ باللّٰه العلیّ العظیم**[1]

اگر یہ ذکر از روئے حقیقت ہو تو اس کا اثر ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے: مطلق ذکر مراد ہے یعنی ہمیں ہر لحہ اور ہر حال میں خدا کو یاد کرنا چاہیے۔ یادِ خدا یہ ہے کہ انسان اپنی ہر بات میں اپنے عمل کو دیکھے کہ اس عمل کے لیے یہ بات خدا کے لیے ہے یا نہیں۔ اس طرح جب کوئی بات سنے یا کسی چیز کے بارے میں غور و فکر کرے، اس وقت غور کرے کہ اس کا سننا یا اس کے بارے میں غور کرنا خدا کے لیے ہے یا نہیں اسی طرح قدم اُٹھاتے وقت سوچے کہ یہ خدا کے واسطے ہے یا نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اُمور میں خدا کو مدِنظر رکھنا چاہیے۔

**و. و نَظَری عِبرةً**

"اور جو کچھ میں دیکھتا ہوں اس میں اس کی قدرت کے آثار کا مشاہدہ کروں اور اس سے عبرت حاصل کروں۔"

---

(۱) نور الثقلین، ج۴، ص۲۸۷؛ مجمع البیان، ج۴، ص۳۶۲۔ روی الواحدی باسنادہ عن ضحاک ابن مزاحم عن ابن عباس قال: جاء جبرئیلُ الیٰ النبیِّ فقال: یا محمدً قل: سبحان اللّٰه و الحمدللّٰه و لا الٰه الا اللّٰه و اللّٰه اکبر و لاحول و لا قوة اِلاّ باللّٰه العلی العظیم عدد ما علم و زنه و ملأ ما علم، فانه من قالها کتب اللّٰه له بها ست خصال: کتب من الذاکرین اللّٰه کثیراً و کان افضل من ذکرہ باللیل و النهار و کان له غرساً فی الجنّة و تحاتت عنه خطایاہ کما تحات ورق الشجرة الیابسة و ینظر اللّٰه الیه و من نظر الیه لم یعذبه۔

Presented by Ziaraat.Com

......✱......

# تیرھویں تقریر

## اجتماعی عبادت

فردی عبادت کی تعریف

اجتماعی عبادت کی تعریف

اجتماعی عبادت کی اہمیت

لوگوں کی حاجت روائی کرنا خدا کا فضل ہے

لوگوں کی ہدایت کا اثر دائمی ہے

نیک باتوں پر عمل کرنے والوں کا ثواب ان کی طرف ہدایت کرنے والوں کو ملتا ہے

......✿......

Presented by Ziaraat.Com

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ لموسیٰؑ :

**ھل عملت لی عملاً خالصاً؟ قال: نعم صلّیتُ لَکَ و صُمتُ لَکَ و سَبّحتُ و ھَلّلتُ لَکَ.**

**قال اللّٰہ تعالیٰ: الصلوٰۃ لک جواز علیٰ الصراط و الصوم جُنّۃٌ لَکَ مِنَ النّارِ و التسبیحُ و تھلیلُ لَکَ درجاتٌ فِی الجنّۃ فبکیٰ و قال: یا ربِّ دُلّنِی علیٰ عملٍ خالصٍ لَکَ؟ قال: ھل نَصَرتَ مَظلوماً ھل کسوت عریاناً؟ ھل سَقَیتَ عَطشاناً؟ ھل أکرَمتَ عالِماً؟ ھذا لی عَمَلٌ خالصٌ** [1]

"حدیث قدسی میں خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا ہے: اے موسیٰ علیہ السلام! کیا تم نے خالص میرے لیے کوئی عمل انجام دیا ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ نماز پڑھی ہے، روزہ رکھا ہے، تیری تسبیح و تہلیل کی ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا: نماز کا فائدہ تمہیں کو پہنچے گا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ تم پل صراط سے گزر جاؤ گے اور روزہ جہنم سے بچانے کے لیے سپر ہے اور تسبیح و تہلیل سے جنت میں تمہارے درجات بلند ہوتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام رونے لگے اور عرض کیا: اس عمل کی طرف میری راہ نمائی فرما جو خالص تیرے لیے ہو۔ خداوند عالم نے فرمایا: کسی برہنہ کو کپڑا پہنایا؟ کسی پیاسے

(۱) اثنا عشریہ الباب الثالث فی المواعظ الثلاثیات الفصل الاول فی نصائح اللّٰہ تعالیٰ لموسیٰ بن عمران(ع) امّا در بحارالانوار ج۶۹، ص ۲۵۲، راوندی کی دعوات سے نقل کیا ہے: ان اللّٰہ تعالیٰ قال لموسیٰؑ: ھل عملت لی عملاً؟ صلّیتُ لک و صُمتُ و تصدّقت و ذکرت لک. قال اللّٰہ تعالیٰ: و اما الصلوٰۃ فلک برھان و الصوم جنۃ، و الصدقۃ ظلّ، و اذکر نور، فایّ عمل عملت لی؟ قال موسیٰؑ: دلّنی علیٰ العمل الّذی ھو لک. قال: یا موسیٰؑ! ھل عادیت لی عدواً قط؟ فعلم موسیٰؑ إن افضل الاعمال الحب فی اللّٰہ، و البغض فی اللّٰہ۔

Presented by Ziaraat.Com

کو پانی پلایا؟ یا کسی عالم کا احترام کیا ہے؟ یہ ہی میرے لیے خالص عمل ہے۔"[1]

عبادت کی دو قسمیں ہیں: ① فردی ② اجتماعی

فردی عبادت: اس عبادت کا ثواب اس شخص کو ملتا ہے جس نے یہ عبادت کی ہے؛ مثلاً نماز، روزہ، تسبیح و تہلیل اور قرآن کی تلاوت وغیرہ۔

اجتماعی عبادت: اس عبادت کا نفع و فائدہ پورے معاشرہ کو ملتا ہے۔

حضرت خاتم الانبیاءؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

خصلتان لیس فوقهما مِنَ البِرّ شیء: الایمان باللّٰه و النفع لعباد الله و خصلتان لیس فوقهما مِنَ الشرّ شیء: الشرك باللّٰه و الضرّ لعباد اللّٰه (تحف العقول ۳۵ مواعظ النبیؐ وحکمہ)

"دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بڑی کوئی خوبی و نیکی نہیں ہے اور وہ ہیں: ① خدا پر ایمان ② خدا کے بندوں کو فائدہ پہنچانا اور دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بدتر کوئی خصلت نہیں ہے: ① خدا کا شریک قرار دینا ② خدا کے بندوں کو اذیت و آزار پہنچانا۔"

پس عبادت کی دو قسمیں ہیں:

① فردی عبادت ② اجتماعی عبادت

اجتماعی عبادت متعدد جہات سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے کیوں کہ انسان اپنی زندگی کو

---

(۱) پہلے اس نکتہ پر توجہ ہونی چاہیے کہ حدیث اور حدیث قدسی میں کیا فرق ہے؟ جو کلام معصومؑ کے قول و فعل اور خاموشی کو نقل کرے مثلاً روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فلاں چیز کے بارے میں یہ فرمایا ہے یا آپؑ نے فلاں کام کیا ہے یا آپؑ کے سامنے لوگوں نے ایسا کام کیا ہے اور اس پر امامؑ خاموش رہے۔ یہ ہے سنت اور حدیث اس میں معصومؑ کا قول، فعل اور تقریر شامل ہے۔

حدیث قدسی یہ ہے کہ رسولؐ یا امامؑ یہ فرمائیں کہ خدا نے یہ فرمایا ہے۔ حدیث قدسی اور قرآن میں یہ فرق ہے کہ قرآن اعجاز، چیلنج اور بشر کے لیے خدا کے احکام و دستورات بیان کرنے کے لیے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے لیکن حدیث قدسی معجزہ اور چیلنج کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ خدا کی طرف سے کسی مسئلہ یا قول کو بیان کرتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جاری رکھنے کے لیے دوسرے لوگوں کا محتاج ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے اور ان کی حاجت روائی کرنے کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

ایک حدیث حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

و اعلموا انّ حوائج النّاس الیکم مِن نعم اللّٰه علیکم فلا تملّوا النّعم فتحور "فتحول" نقماً

"آگاہ ہو جاؤ کہ حاجت روائی کے لیے لوگوں کا تمھارے پاس آنا بھی تم پر خدا کا فضل و کرم ہے ایسا نہ ہو کہ تم اس سے تھک جاؤ اور نتیجہ میں تم سے یہ نعمت چھن جائے اور نعمت نقمت میں بدل جائے" (بحارالانوار، ج ۸۷، ص ۱۲۱ نقل از کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۴۱)۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ للّٰه تعالیٰ عباداً یخصُّهُم بالنعم لمنافع العباد فیُقرّها فی أیدیهم ما بذلوها فإذا منعوها نزعها ثمّ حوّلها الیٰ غیرهم

"بے شک خدا کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ خدا نے اپنی نعمتوں کو انھیں سے مخصوص کر دیا ہے تا کہ دوسرے افراد ان سے فائدہ حاصل کریں۔ پس یہ نعمتیں ان کے پاس اسی وقت تک رہتی ہیں جب تک وہ دوسروں کو نوازتے رہتے ہیں اور لوگوں کی حاجت پوری کرتے رہتے ہیں لیکن اگر وہ اس میں کوتاہی کرتے ہیں اور لوگوں کو ان نعمتوں میں سے نہیں دیتے تو خدا ان سے ان کو چھین لیتا ہے اور دوسروں کو دے دیتا ہے۔"

جب یہ معلوم ہو گیا کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں: ایک فردی اور دوسرے اجتماعی تو اس بات پر توجہ رکھنا ضروری ہے کہ اجتماعی عبادت کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک عبادت کا اثر وقتی ہوتا ہے مثلاً کسی برہنہ کو کپڑا پہنانا۔ جب تک یہ نعمت و ثروت برہنہ لوگوں کو کپڑا پہنانے میں صرف ہو گی اس وقت تک مالک کے پاس باقی رہے گی لیکن جب اس کام میں خرچ نہیں ہو گی تو اس

Presented by Ziaraat.Com

سے واپس لے لی جائے گی۔ البتہ جو پیسہ اس سلسلہ میں خرچ ہوا ہے اس کا اجر وثواب باقی ہے۔ اسی طرح پیاسوں کو پانی پلانا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا اور دامے درہے سخنے لوگوں کی مدد کرنا یہ سب وقتی عبادتیں ہیں۔

جن عبادتوں کا اثر دائمی ہے ان میں سے لوگوں کی ہدایت کرنا بھی ہے۔

اجتماعی عبادتوں میں سے عظیم ترین نعمت یہ ہے کہ کسی فرد کی ہدایت کردی جائے۔

البتہ یہ علما اور صاحبانِ علم کا فریضہ ہے بنابریں طلبہ اور اہل علم کو چاہیے کہ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لوگوں کی ہدایت کریں۔

اس بات کی اہمیت بیان کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ رسولؐ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا: اے علی علیہ السلام! اگر خداوند عالم تمھارے ذریعے کسی شخص کو ہدایت دے دے تو آپؑ کے لیے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج نے روشنی ڈالی ہے (یعنی ساری دنیا سے بہتر)[1]

لوگوں کی ہدایت کرنے، نیک باتوں کا حکم دینے، بُرائیوں سے روکنے اور لوگوں کی گم راہی سے نکال کر راہ ہدایت پر لگانے کی اتنی زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ خدا فرماتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۴)

''اور مسلمان! تم سے ایک گروہ کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائے، انھیں نیکی کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے۔''

نیز فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۱۰)

''مومنو! تم بہترین اُمت ہو کہ لوگوں کو نیک اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو

---

(۱) بحار الانوار، ج ۳۲، ص ۴۴۸ فان رسول اللہ قال لی یوم خیبر لان یھدی اللہ لک رجلاً واحداً خیرٌ لک مما طلعت علیہ الشمس۔

Presented by Ziaraat.Com

اور بُرائیوں سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

مَن عَلَّمَ بابَ هُدىً فَلَهُ مثل أجرِ مَن عَمِلَ بِهِ، ولا ينقُصُ أولئك من أجورهم شيء، و مَن عَلَّمَ بَابَ ضَلالٍ كان عليه مثل أوزارِ مَن عَمِل به و لا ينقصُ أُولئك مِن أوزارهم شيئاً

"اگر کوئی شخص ہدایت کے ایک باب کی تعلیم دیتا ہے (یعنی کسی کو راہ راست پر لگاتا ہے اور لوگوں کی ہدایت کرتا ہے) تو اسے عمل کرنے والے کا ثواب ملے گا جب کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہو گی اور اگر کوئی کسی کو گم راہ کرتا ہے تو اس کو اتنا ہی عذاب ہو گا، جتنا گم راہ کو ہو گا جب کہ اس کے عذاب میں کمی نہیں ہو گی" (وسائل الشیعہ، ج۱۱، ص۴۳۶، تحف العقول ۲۹۷)۔

بنابرایں پہلے انسان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے، اس کے بعد دوسروں کی۔

Presented by Ziaraat.Com

# چودھویں تقریر

رسولؐ خدا کے کلام میں چار اہم ترین موعظے

مال خرچ کرنے کے لیے ہے جمع کرنے کے لیے نہیں

علم عمل کے لیے ہے نہ کہ تکبر و فخر کے لیے

لوگوں کی ہدایت کرنے اور انھیں تعلیم دینے سے پہلے خود عمل کرو

لوگوں کی ہدایت کی اہمیت

مذموم بحث و مباحثہ

ممدوح بحث و مباحثہ

خدا کا بندہ عبادت کے لیے پیدا ہوا ہے نہ کہ نعمتوں سے سرشار ہونے کے لیے

دنیا عبرت لینے کے لیے ہے نہ کہ آباد کرنے کے لیے

دنیا کی ناپائیداری کے بارے میں سوچنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے

گذشتہ لوگوں کی تاریخ آنے والوں کی عبرت کا سرمایہ ہے

Presented by Ziaraat.Com

رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اربعۃٌ لأربعۃٍ لا لأربعۃٍ: المال للانفاق لا للامساک، و العلم للعملِ لا للمجادلۃ، و العبدُ للتعبُّد لا للتنعُّم، و الدنیا للعبرۃ لا للعمارۃ (اثنا عشریہ۱۵۹)

چار چیزیں چار چیزوں کے لیے ہیں اور چار چیزوں کے لیے نہیں ہیں:

① المال للانفاق لا للامساک

"مال خرچ کے لیے ہے روکنے اور جمع کرنے کے لیے نہیں۔"

مال اس لیے نہیں ہے کہ اس مال کے اوپر مال پاٹتے رہیں۔ شاعر کہتا ہے:

زبہر نھادن چہ سنگ و چہ زر

"ہر چیز چھوٹ جائے گی پتھر ہو یا سونا" (کلیات سعدی بوستان ۱۸۸)۔

② و العلم للعمل لا للمجادلۃ

"علم عمل کے لیے ہے مجادلہ کے لیے نہیں۔"

انسان کو چاہیے کہ علم حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہے اور اس پر عمل کرنے کا بھی پابند رہے یعنی دین کے جو احکام وہ سمجھ چکا ہے ان پر عمل کرے پھر جب علم و عمل میں کامل ہو جائے اور مکمل طور پر اپنی اصلاح کر لے تو دوسروں کو تعلیم دینے اور تادیب کرنے کا آغاز کرے، یعنی علم کے دو عمل ہیں: ① خود عالم اپنے عمل پر عمل کرے۔ ② دوسرے اس کے علم پر عمل کریں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَن نَصَبَ نفسہ للناس إماماً فلیبدأ بتعلیم نفسہ قبل تعلیم غیرہ، و لیکن تأدیبہ بسیرتہ قبل تأدیبہ بلسانہ، و معلّم نفسہ و مؤدبھا أحق بالاجلال من معلّم النّاس و مؤدبھم

Presented by Ziaraat.Com

"جو شخص خود کو لوگوں کا پیشوا قرار دیتا ہے اسے چاہیے کہ پہلے وہ اپنے نفس کو تعلیم سے آراستہ کرے (یعنی جو کچھ جانتا ہے اس پر خود عمل کرے) پھر دوسروں کو سکھائے اور جو شخص اپنے نفس کا معلم اور اس کو ادب سکھانے والا ہے اور ہمیشہ اپنے علم پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس شخص کی بہ نسبت احترام کا زیادہ حق دار ہے جو لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے اور خود سے غافل رہتا ہے" (نہج البلاغہ حکمت: ۷۳)۔

پس انسان کا فریضہ یہ ہے کہ وہ علم حاصل کرے اور اپنے علم پر عمل کرے پھر لوگوں کی ہدایت کرے۔

رسولؐ فرماتے ہیں:

ما أهدى المرءُ المسلمُ لأخيه هديّة أفضل من كلمةِ حكمةٍ يُزيدهُ اللهُ بها هدىً أو يردُّهُ بها عن ردى

"کسی مسلمان نے اپنے بھائی کی خدمت میں اس حکیمانہ بات سے بہتر ہدیہ پیش نہیں کیا کہ جس کے ذریعے خدا اس کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے اور اسے پستی اور ہلاکت سے بچاتا ہے" (بحار الانوار، ج ۲، ص ۲۵؛ کنز العمال، ج ۱۰، ص ۱۷۱)۔

نیز آپؐ نے فرمایا:

"اگر انسان ایک شخص کی ہدایت کر دے تو یہ اس کے لیے تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج نے روشنی ڈالی ہے" (بحار الانوار، ج ۳۲، ص ۴۴۸)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

مَن عَلَّمَ بابَ هُدىً فَلَهُ مثل أجرِ مَن عَمِلَ بِهِ، ولا ينقُصُ أولئك من أجورهم شيئاً و مَن عَلَّمَ بَابَ ضَلالٍ كان عليه مثل أوزارِ مَن عَمِلَ به و لا ينقُصُ أولئك مِن أوزارهم شيئاً

"جو شخص لوگوں کے لیے ہدایت کا ایک دروازہ کھولتا ہے خدا اسے اس پر

عمل کرنے والوں کا اجر وثواب عطا کرتا ہے حالاں کہ عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی واقع نہیں ہوتی ہے اور جو شخص لوگوں کو گم راہ کرنے کے لیے ایک دروازہ کھولتا ہے تو اس کی تعلیم بد کے نتیجہ میں جو گناہ انجام پائیں گے وہ سب اس گم راہ کرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے اور گناہ گار کا کوئی گناہ کم نہ ہوگا" (کافی، ج۱، ص۳۵)۔

جس روایت کے ذیل میں ہماری بحث ہے اس میں رسولِ اکرمؐ کا ارشاد ہے: علم، عمل کے لیے ہے نہ کہ مجادلہ کے لیے لیکن مجادلہ ہے کیا؟

مجادلہ کی دو قسمیں ہیں: ① مذموم مجادلہ ② ممدوح مجادلہ

مذموم مجادلہ یہ ہے کہ شک اور جھگڑے کی بنا پر بحث ہو یعنی انسان اپنی بات اونچی کرنی چاہے خواہ اس کی بات حق نہ ہو۔ اسی بنا پر فرمایا ہے: اگر انسان مباحثہ میں کسی کی علمی رائے پر حق بھی ہو تو بھی اپنی بات تسلیم کرانے کے لیے زیادہ اصرار نہ کرے بلکہ اگر خاموشی اختیار کرے تو بہتر ہے۔ ناحق بات کی تو گنتی ہی نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت امام حسن عسکری علیہ السلام سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

لا تُمارِ فيَذهَبَ بَهاؤكَ ولا تُمازِح فيُجترأ عليك

"جھگڑا اور جدال نہ کرو کہ تمھاری آبرو چلی جائے گی اور مذاق نہ کرو ورنہ دوسرے جری ہو جائیں گے" (تحف العقول، ص۴۸۶)۔

آپؑ ہی کا ارشاد ہے:

التواضع: الرضا بالمجلس دون شرفه، و أن تُسَلِّم علىٰ مَن لَقيتَ، و أن تترك المراءَ وإن كنتَ مُحِقّاً (تحف العقول، ۴۹۶)

"تواضع تین چیزوں سے پیدا ہوتی ہے: ① مجلس ومحفل میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے، خاص جگہ کی تلاش میں نہ رہے وہ جگہ شان کے مطابق بھی نہ ہو تو بھی بیٹھ جائے۔ ② جس سے بھی ملاقات ہو اسی کو سلام

Presented by Ziaraat.Com

کرو۔ (۲) بحث و جھگڑے سے پرہیز کرو خواہ تم حق بجانب ہو۔"

مستحسن اور ممدوح مجادلہ یہ ہے کہ انسان ان لوگوں کے ساتھ احسن طریقہ سے جدال و بحث کرے جو اسلام کے منکر ہیں یعنی ان کے ساتھ دینی مناظرہ و مباحثہ کرے تا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (سورۂ نحل آیت ۱۲۵)

"(کافروں اور دین اسلام کے منکروں کو) دین اسلام کی طرف دعوت دیں اور شائستہ طریقہ سے ان سے بحث و مجادلہ کریں۔"

جیسے شیخ مفید علیہ الرحمہ [1]، شیخ طوسی علیہ الرحمہ [2] اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ وغیرہ نے اہل سنت اور یہودیوں کے علما سے مباحثے کیے ہیں۔ ان مباحثوں اور مناظروں میں امام رضا علیہ السلام کے وہ مناظرے بھی ہیں جو آپؑ نے مختلف قوموں کے علما سے کیے تھے۔ ان مناظروں میں امام رضا علیہ السلام نے ان پر اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا ہے [3]

البتہ دینی مسائل اور علمی بحثوں ہی میں مجادلہ ترک کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ عام چیزوں میں بھی مجادلہ نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ جدال اور بحث و جھگڑے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

(۳) العبدُ للتعبُّد لا للتنعُّم

"بندہ بندگی کے لیے ہے اس کی تخلیق کا مقصد ہی عبادت کرنا ہے۔"

عیش و نشاط کی زندگی اور دنیا سے دل لگانے کے لیے نہیں۔

(۴) الدّنیا للعبرة لا للعمارة

"دنیا عبرت حاصل کرنے کے لیے ہے نہ کہ آباد کرنے کے لیے۔"

انسان، پوری دنیا (زمین و آسمان، حیوانات، موجودات، نباتات اور مشاہدہ کی جانے والی

---

(۱) احتجاج طبرسی، ج۲، ص۴۹۹۔

(۲) ایضاً۔۔۔۔

(۳) عیون اخبار الرضا، ص۱۵۴، ص۱۷۹، ص۱۹۱، ص۱۹۵ و ص۲۲۸، احتجاج طبرسی، ج۲، ص۳۹۶ و ۴۱۵۔

Presented by Ziaraat.Com

تمام چیزوں) سے عبرت حاصل کرے۔ عبرت کے معنی یہ ہیں کہ انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس کے بارے میں غور کرے اور آثار کو دیکھ کر مؤثر کا علم حاصل کرے یعنی کائنات میں غور وفکر کر کے خدا کی معرفت حاصل کرے۔

شاعر کہتا ہے:

در هر چه دیده ام تو پدیدار بوده ای
ای نا نموده رخ، تو چه بسیار بوده ای

"میں نے ہر چیز میں تجھے آشکار دیکھا ہے اے چہرہ نہ دکھانے والے تو لامحدود ہے" (کلمات مکنونہ ۲۷)۔

دوسرا شاعر کہتا ہے:

به دریا بنگرم دریا تو وینم
به صحرا بنگرم صحرا تو وینم
به هر جا بنگرم کوه و در و دشت
نشان از روی زیبای تو وینم

"موحد انسان جس چیز کو بھی دیکھتا ہے اسی میں خدا کی قدرت اور اس کے علم کے آثار دیکھتا ہے" (رباعیات باباطاہر)۔

نہج البلاغہ میں ارشاد ہے:

الفِكرُ مِرآةٌ صافيةٌ، و الاعتبارُ مُنذِرٌ ناصحٌ و كفىٰ أدباً لِنَفسِك تَجَنُّبُكَ ما كرهته لغيرك

"فکر صاف وشفاف آئینہ ہے اور عبرت حاصل کرنا خیرخواہ ڈرانے والا ہے اور تمھارے نفس کی تادیب کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جس چیز کو تم غیر کے لیے پسند نہیں کرتے ہو تم خود بھی اس سے پرہیز کرو" (نہج البلاغہ کلمہ حکمت: ۳۶۵)۔

عبرت ہی نصیحت وموعظہ کا باعث ہوتی ہے کیوں کہ:

Presented by Ziaraat.Com

اولاً: موجودات کے مشاہدے اور ان کے دیکھنے سے خدا کی معرفت کی تکمیل ہوتی ہے۔

ثانیاً: دنیا کی سیر اور موجودات کے مطالعہ کے نتیجہ میں' دنیا کے تغیرات' اس کے گونا گوں حالات سے ہمیں دنیا کے فنا اور اس کی بے اعتباری کا علم ہوتا ہے۔ اسی لیے دنیا پر مغرور نہیں ہونا چاہیے اور اس کے فریب میں نہیں آنا چاہیے بلکہ انسان کی توجہ بس خدا اور آخرت پر مرکوز رہنا چاہیے۔

پس اس دنیا کی فنا کا علم بھی ہمیں موجودات کے بارے میں غور کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے' اسی کیفیت کو عبرت کہتے ہیں۔

بنابرایں موجودات سے گزرنے کے نتیجہ میں انسان کی توحید بھی کامل ہوتی ہے اور اسے دنیا کے زوال وفنا کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ اپنے زمانہ میں گزرنے والے حالات کے بارے میں غور کرے اور ان سے عبرت حاصل کرے یا گذشتہ لوگوں کے حالات کے بارے میں غور کرے۔ روایت میں عبرت لینے والے کا اپنے زمانہ کے حالات سے عبرت لینا بیان ہوا ہے۔

جب انسان کی نگاہ کسی خراب اور کھنڈر پر پڑتی ہے تو وہ اس سے عبرت لیتا ہے' وہ سوال کرتا ہے:

أَينَ ساكِنوكِ' أَينَ بانوكِ' مالَكِ لا تَتَكَلَّمِينَ [1]

"تیرے بنانے والے کہاں ہیں؟ تیرے باشندے کہاں گئے؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟"

منقول ہے: ایک روز ہارون رشید نے بہلول سے کہا: مجھے کچھ نصیحت کرو! بہلول نے کہا:

هٰذِهِ قُصُورُهُم و هٰذِهِ قُبُورُهُم

"دیکھو یہ ہیں ان کے محل اور یہ ہیں ان کی قبریں۔"

---

(۱) کافی، ج۲، ص۵۴ عن الحسن الصيقل قال: سالت أبا عبدالله عمّا يروى النّاس أنّ تفكّر ساعةٍ خيرٌ مِن قيام ليلة' قلت: كيف يتفكر؟ قال: يمرّ بالخربة او بالدار فيقول: اين ساكنوك؟ اين بانوك؟ مالَكِ لا تتكلّمين؟

Presented by Ziaraat.Com

بادشاہوں کے گھر اور ان کی قبروں کو دیکھو دوسرے لوگوں کی قبروں کے پاس ان کی قبریں بھی ہیں۔

پس انسان خواہ اپنے زمانہ کی دنیا کے تغیرات اور انقلاب کے بارے میں غور کرے یا اگلے لوگوں کی تاریخ کے بارے میں سوچے (اس سلسلہ میں اہم ترین حکایات وہی ہیں جن کو قرآن نے نقل کیا ہے) دونوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اس کے لیے بقا نہیں ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

و اَعرِض علیه أخبارَ الماضینَ، فانظُر فیما فعلوا و عَمَّا انتقلوا

"اپنے نفس کے سامنے تم گزشتہ لوگوں کی خبریں پیش کرو...... اور دیکھو کہ وہ کیا تھے؟ انھوں نے کیا کیا تھا؟ کیا ہوئے؟ اور کہاں گئے؟" (نہج البلاغہ، نامہ۳۱)

ھان ای دل عبرت بین از دیدہ نظر کن ھان
ایوان مدائن را آئینہ ی عبرت دان
دندانہ ی ھر قصری پندی دھدت نونو
پند سر دندانہ بشنوز سر دندان
گویی کہ نگون کردہ است ایوان فلک وش را
حکم فلک گردان یا حکم فلک گردان
این ھست ھان ایوان کز نقش رخ مردم
دیوار سرایش بود ایوان نگارستان
کسری و ترنج زر، پرویز و بہ زرین
برباد شدہ یکسر با خاک شدہ یکسان
پرویز بہ ھر بزمی زرین ترہ گستردی
کردی ز بساط زر زرین ترہ را بستان

Presented by Ziaraat.Com

پرویز کنون گم شد از گمشدہ کمتر گو
زرین ترہ کو بر خوان؟ رو کم ترکوا برخوان
صد بند گہر دیدی در تاج سرش پیدا
صد مار نو است اکنون در مغز سرش پنہان
گفتی کہ کجا رفتند آن تاجوران اینک
ز ایشان شکم خاک است آبستن جاویدان
چندان تن جباران این خاک فرو خوردہ اس
این گرسنہ چشم آخر ہمسیر نشد ز ایشان

"اے دل عبرت کی نگاہ سے دیکھ مدائن کے محلوں اور ایوانوں کو آئینہ عبرت تصور کر، ہر قصر و محل کی برجی تمہیں نئی نئی نصیحت کرتی ہے۔ اس کی نصیحت کو غور سے سنو اور اس پر توجہ کرو۔ ایسا لگتا ہے جیسے اس آسمان کو گردش دینے والے نے ایوان فلک کو اُلٹ دیا ہے۔ یہ وہی محل ہے کہ جس کی دیواروں پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اس بنا پردہ سرائے لگتی تھی اور محل نگارستان معلوم ہوتا تھا۔ کسریٰ ترنج' زر پرویز و زرین بھی برباد ہو گئے اور سب خاک میں مل گئے۔ جس کے سر پر تُو نے سینکڑوں موتیوں اور ہیروں کا تاج آشکار دیکھا تھا آج اسی کے سر میں سینکڑوں سانپ گھر بنائے ہوئے ہیں۔ تم یہ کہو گے کہ وہ تاج و تخت والے کہاں گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے خاک میں چھپ گئے۔ کتنے ہی ظالموں کے ڈیل و ڈول کو اس خاک نے ہضم کر لیا ہے لیکن ان کو کھانے سے بھی اس کا پیٹ نہیں بھرا ہے" (دیوان خاقانی شروانی)۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

---

(۱) كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (سورۂ دخان، آیت ۲۵)۔

Presented by Ziaraat.Com

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ٥ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ٥ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ٥ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ

(سورۂ دخان' آیات ۲۵-۲۸)

"(گزشتہ زمانہ کے بادشاہوں نے) کتنے ہی باغات اور چشمے' کھیتیاں اور عمدہ مکانات چھوڑے ہیں اور ایسی نعمتیں چھوڑی ہیں جن میں مزے اُڑا رہے تھے' اسی طرح ہم نے یہ چیزیں ان سے واپس لے کر دوسروں کو دے دیں۔"

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ما أكثرَ العِبَرَ و أقلَّ الاعتبار

"عبرت کے سامان کتنے زیادہ ہیں اور عبرت لینے والے کتنے کم ہیں" (نہج البلاغہ' کلمہ حکمت: ۲۹۷)۔

مسعودی اور بعض دوسرے مؤرخین نے تحریر کیا ہے: لوگوں نے متوکل سے امام علی نقی علیہ السلام کی چغلی وغیبت کی اور کہا: ان کے پاس قم کے شیعوں کی طرف سے بہت سے خط آئے ہیں اور اُنھوں نے بہت سا اسلحہ جمع کر لیا ہے اور وہ تمھارے خلاف خروج کرنے والے ہیں۔

متوکل نے تفتیش کے لیے اپنے سپاہیوں کو آپؑ کے گھر بھیجا۔ انھوں نے رات میں آپؑ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ پورے گھر کی تلاشی لی لیکن انھیں کچھ نہ ملا۔ انھوں نے دیکھا کہ آپؑ ایک کمرہ میں زمین پر بیٹھے ہیں' اونی لباس زیب تن کیے ہیں' دروازہ بند کیے ہوئے ہیں اور ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہیں' تلاوتِ قرآن میں مشغول ہیں۔

اُنھوں نے امامؑ کو اسی حالت میں اسیر کر لیا اور متوکل کے پاس لے گئے اور متوکل نے کہا: ہم نے ان کے گھر کی تلاشی لی' نہ صرف یہ کہ ان کے گھر میں کوئی چیز نہیں ملی بلکہ ہم نے انھیں قبلہ رو بیٹھے ہوئے تلاوتِ قرآن میں مشغول پایا ہے۔

متوکل شراب نوشی میں مشغول تھا۔ جام اس کے ہاتھ میں تھا اس نے اسی حالت میں

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ کو اپنے پاس بٹھایا اور جامِ شراب (معاذ اللہ) آپؑ کی طرف بڑھایا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے گوشت وخون میں شراب کا ذرہ بھی شامل نہیں ہے، مجھے اس سے معاف رکھا جائے۔ متوکل نے جام پیچھے ہٹا لیا اور کہا: مجھے کچھ اشعار سنائیے۔ آپؑ نے فرمایا:

إنّی قلیلُ الروایۃِ للشعرِ

"میں شعروشاعری سے زیادہ شغف نہیں رکھتا ہوں۔"

متوکل نے کہا: اشعار سنائے بغیر چارہ نہیں ہے۔

اس وقت امام علی نقی علیہ السلام نے دنیا کی بے وفائی بادشاہوں کی موت اور مرنے کے بعد ان کی رسوائی کے بارے میں درج ذیل اشعار پڑھے:[1]

باتوا علیٰ قُلَلِ الأجبال تَحرُسُهُم
غُلبُ الرجالِ فلم تَنفَعهُمُ القُلَلُ
و استُنزِلوا بَعدَ عِزٍّ مِن مَعاقِلِهِم
و اُسكِنوا حُفَراً یا بئس ما نَزلوا
ناداهُمُ صارِخٌ مِن بعد دَفنِهِمُ
این الأساوِرُ و التیجانُ و الحُلَلُ
این الوجوهُ التی کانت مُنَعَّمَةً
مِن دونها تُضرَبُ الأستارُ و الكُلَلُ
فأفصَحَ القَبرُ عَنهُم حینَ سائَلَهُم
تِلكَ الوجوهُ عَلَیها الدُّودُ تَقتَتِلُ
قد طالَ مَا أكَلُوا دَهراً وقد شَرِبوا
و أصبَحوا الیَومَ بَعدَ الأكلِ قَد اُكِلُوا

---

(۱) یہ اشعار دیوانِ امیر المومنین علیہ السلام میں موجود ہیں۔ گمان غالب یہ ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے جد امیر المومنین علیہ السلام کے اشعار پڑھے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

"وہ عظیم الشان محلوں میں رہتے تھے۔ ان کے پہرہ دار و محافظ ان کی حفاظت کرتے تھے۔ لیکن عالی شان محلوں نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ اب وہ اپنے ان محلوں سے نیچے آ گئے ہیں' جن میں باعزت طریقہ سے زندگی گزارتے تھے۔ اب انھوں نے قبر کے گڑھے میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ یہ ان کے لیے بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ ان کے دفن کے بعد ایک منادی نے ندا دی' تمھاری سج دھج اور تخت و تاج اور آرائش کیا ہوئی اور شاداب چہرے کیا ہوئے؟ اب ان پر پردے ڈال دیئے گئے ہیں۔ جب ان سے یہ سوال کیا جا رہا تھا تو قبر کے ایک گوشہ سے ایک آواز پیدا ہوئی: ان کے چہرے کیڑے مکوڑوں کا گھر بن گئے ہیں' انھوں نے مدتوں تک کھایا پیا اب انھیں کھایا جا رہا ہے۔"

ان اشعار کو سن کر متوکل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس کی بزم والوں پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے: متوکل نے جام شراب زمین پر دے مارا اور عیش و نشاط کی بساط اُلٹ دی (بحار الانوار' ج۵۰' ص۲۱۱)۔

جمشید کو؟ سکندر گیتی ستان کجا است؟
آن حشمت و جلال ملوک کیان کجاست؟
تاج قباد و تخت فیدون' نگین جم
طبل سکندر و علم کاویان کجاست؟
وا کردہ است طاق مدائن دھن مدام
فریاد می زند کہ انوشیروان کجاست؟
ھر میل محل منار زبا نیست در خروش

Presented by Ziaraat.Com

گویند به صد زبان که جم شه نشان کجاست؟
گردد ز گنبد هرمان، این صدا بلند
آن کو بنا نهاد مرا در جهان، کجاست؟
این بانگ از منار سکندر رسد به گوش
دارا چه شد؟ سکندر گردون مکان کجاست؟
بر فرد فرد خشت خورنق نوشته است
نعمان و آن دو رسیه صف چاکران کجاست؟
ای دل رحمت به ملک نیشاپور اگر فتد
آن جا سوال کن که الب ارسلان کجاست؟
گر بگذری به دخمه ی سلجوقیان بپرس
سنجر چگونه گشت و ملکشاهستان کجاست؟
فرد است بلبلان چمن هم به صد فغان
خواهند گفت: واعظ شیرین زبان کجاست؟

"آج جمشید کہاں ہے؟ پوری زمین پر حکومت کرنے والا سکندر کہاں ہے؟ قباد کا تاج، فریدون کا تخت اور جمشید کا نگین کہاں ہے؟ سکندر کا طبل اور کاویان کا علم کہاں ہے؟ مدائن کا محل مستقل طور پر چلا رہا ہے کہ انوشیرواں کہاں ہے؟ اور سنگ میل گویا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ جمشید بادشاہ کہاں ہے؟ ہرمان کے گنبد سے یہ صدا بلند ہوئی ہے کہ جس نے دنیا میری بنیاد رکھی ہے وہ کہاں ہے؟ سکندر کے مینار سے یہ آواز صاف سنائی دے رہی ہے کہ دارا کیا ہوا؟ اور دنیا پر حکومت کرنے والا سکندر ایسا بادشاہ کہاں ہے؟ خورنق کی اینٹ اینٹ پر لکھا ہوا ہے: نعمان اور اس کے نوکروں کی

Presented by Ziaraat.Com

صفتیں کیا ہوئیں؟ اے دل اگر کبھی نیشاپور سے گزر ہو تو وہاں یہ پوچھنا کہ الب ارسلان کہاں ہے؟ اور اگر سلجوقیوں کے دخمے سے گزر ہو تو یہ معلوم کرنا کہ سنجر بادشاہ کہاں ہے اور تمھاری بادشاہت کہاں ہے؟ کل چمن کی بلبلیں افسوس کے ساتھ یہی کہیں گی: واعظ شیریں بیان کہاں ہے؟" (دیوان اشعار واعظ قزوینی غزل نمبر ۱۱۷)

پس انسان گزشتہ لوگوں کی تاریخ سے عبرت لے سکتا ہے۔ اسے یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ نیک سرشت تھے' اچھے کام انجام دیتے تھے ان کا کیا ہوا؟ اور جو بد تھے ان کی بدیوں کا کیا نتیجہ ہوا؟ ان سے عبرت حاصل کرے اور اپنی اصلاح کرے۔

یہ مشہور مقولہ ہے:

التاریخُ رسولُ السَلَفِ الیٰ الخَلَفِ

"تاریخ آنے والی نسلوں کے لیے گزشتہ نسلوں کا قاصد ہے۔"

تاریخ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے گزشتہ اُمتوں نے آنے والی اُمتوں کے نام خط لکھا ہے۔ البتہ حضرت علی علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے: گزشتہ لوگوں کے حالات سے درس عبرت حاصل کرو اور اسی طرح دوسرے آئمہؑ نے بھی اس بات کی تاکید کی ہے۔

ان سب کا مقصد گزشتہ اُمتوں کے قصوں اور داستانوں سے عبرت لینا ہی ہے۔ یہ قصے اور داستانیں قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں' کیوں کہ قرآن مجید میں گزشتہ لوگوں کے جو حالات بیان ہوئے ہیں وہ عین حقیقت ہیں' وہ تاریخ نہیں ہیں تاریخ میں کمی بیشی ہو جاتی ہے اس میں جھوٹ بھی شامل کر دیا جاتا ہے' لیکن قرآن ان چیزوں سے پاک ہے۔

ارشاد ہے:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ (سورۂ آل عمران آیت ۶۲)

"بے شک یہ قصے حق ہیں۔"

Presented by Ziaraat.Com

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (سورۂ یوسف، آیت ۱۱۱)

"یقیناً ان قصوں میں صاحبانِ عقل کے لیے عبرت ہے۔"

ہمارا یہ علم تفسیر میں بہت غور کرنا چاہیے خصوصاً قرآنی قصوں میں بہت غور کرنا چاہیے کیوں کہ ان میں اہم ترین حقائق بیان ہوئے ہیں، ان سے بہترین اور عظیم ترین نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

......❁......

Presented by Ziaraat.Com

# پندرھویں تقریر

## چار قیمتی گوہر

① عقل ② دین ③ حیا ④ عمل صالح

انسان کی فضیلت اس کی عقل سے ہے

غیظ و غضب عقل کو نابود کر دیتا ہے

حلم و بُردباری غیظ و غضب سے بچاتی ہے

ایمان کی آفت حسد ہے

حیا کی آفت حرص و طمع ہے

غیبت عمل صالح کو برباد کر دیتی ہے

Presented by Ziaraat.Com

قالَ رسولُ اللّٰہ:

اربعة جواهر تزیلها اربعة: أما الجواهر فالعقل و الدین و الحیاءُ و العمل الصالح، و اما الغضب فیزیل العقل، و اما الحسد فیزیل الدین. و اما الطمع فیزیل الحیاء، و اما الغیبة فتزیل العمل الصالح (اثنا عشریہ الفصل الثانی من باب الرابع)

اگر انسان کے وجود میں چار قیمتی گوہر پیدا ہو جائیں تو اس کی فضیلت بڑھ جائے لیکن چار چیزیں ایسی ہیں جو ان گوہروں کو نابود کر دیتی ہیں۔ گویا یہ ان کے لیے آفت ہیں:

① عقل

پہلا قیمتی ترین گوہر عقل ہے۔ اگر انسان کے پاس صحیح عقل ہے تو اس کی بڑی اہمیت ہے کیوں کہ عقل ہی کی بنا پر انسان کی عظمت و فضیلت ہے، وہ عقل ہی کی بنا پر فرشتوں کے مرتبہ پر پہنچتا ہے۔

بعبارتِ دیگر انسان کے وجود کا فرماں روا عقل ہے اور یہ ہوا و ہوس اور شہوت و غضب کو دباتی ہے۔ نیک و صالح کام کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے: اگر چہ ظاہر میں خدا کی طرف سے پیغمبر بھیجے گئے ہیں لیکن عقل باطنی پیغمبر ہے اور اس باطنی پیغمبر عقل کو ظاہری پیغمبر کے ساتھ ساتھ ہونا چاہیے اور اس کے حکم کے مطابق چلنا چاہیے۔

رسولِ خدا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

أوّلُ ما خَلَقَ اللّٰہ العقل

"سب سے پہلے خدا نے عقل کو پیدا کیا" (بحارالانوار ج ۱، ص ۹۷)۔

Presented by Ziaraat.Com

واضح رہے کہ جس طرح ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی آفت ہوتی ہے اسی طرح غیظ و غضب عقل کے لیے آفت ہے۔ جب انسان پر غیظ و غضب طاری ہوتا ہے تو اس کے وجود میں تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے وہ حق کو نہیں دیکھ پاتا' کیوں کہ اس صورت میں اس کی عقل کم زور ہو جاتی ہے۔ نتیجہ میں انسان بہت سی معصیتوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اس کا وجود ظلم' جھوٹ' غیبت' تہمت اور دوسری معصیتوں سے آلودہ ہو جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ غیظ و غضب کے مطابق کام کرنا عقل کے لیے سب سے بڑی آفت ہے لیکن اگر انسان ایسی صورت میں غصہ کو پی جائے اور اپنی ہوس کے مطابق کام نہ کرے تو اس کے وجود میں حلم و بُردباری کی صفت پیدا ہو جائے گی جو کہ صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ میں سے ایک ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ما شِیبَ شیءٌ بِشیءٍ أحسن مِن حِلمٍ بعلم

"جس حسن و خوبی کے ساتھ حلم' علم کے ساتھ گھل مل گیا ہے اس طرح کوئی چیز کسی دوسری چیز میں مخلوط نہیں ہوئی ہے" (تحف العقول، ۲۹۲؛ بحارالانوار، ج۷۸، ص۱۷۲)۔

خداوند عالم پیغمبروں کے حلم کی ستائش کرتا ہے اور اسی عنوان سے انھیں پہچنواتا ہے۔[1]

## ۲) دین و ایمان

دوسرا قیمتی ترین گوہر دین ہے یعنی انسان کو مبدأ و معاد اور خدا کے عدل پر محکم عقیدہ رکھنا چاہیے' انھیں تسلیم کرے اور ان کا یقین پیدا کرے۔

ایمان کی آفت: دینی بھائیوں سے حسد رکھنا ہے۔ اگر حسد کی جڑیں مضبوط ہو جائیں گی تو انسان کے دین کے لیے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ جیسا کہ قرآن و احادیث میں ہابیل و قابیل کا قصہ بیان ہوا ہے اس کا سبب حسد ہی تھا۔

---

(۱) ہود: ۷۵؛ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ۔

Presented by Ziaraat.Com

## ③ حیا

تیسرا قیمتی ترین گوہر حیا ہے۔ حیا انسان کو معصیت و بدکاری سے بچاتی ہے لیکن اس کی آفت طمع ہے۔ جو شخص طمع پرور ہو جاتا ہے اس کی حیا اور عفت و پاک دامنی ختم ہو جاتی ہے۔

## ④ عمل صالح

چوتھا قیمتی ترین گوہر جو انسان کے وجود میں پیدا ہوتا ہے وہ عمل صالح ہے مثلاً کوئی تمام شرائط و آداب اور خلوص کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یا روزہ رکھتا ہے یا راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے۔ یہ سبھی نیک اور اچھے کام ہیں۔ یہ ایسے قیمتی گوہر ہیں جن کی جزا خدا کے یہاں محفوظ ہے لیکن عمل صالح کی آفت مسلمانوں کی غیبت و بدگوئی کرنا ہے۔

بہت سی روایتوں میں وارد ہوا ہے: اگر کسی شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کی تو چالیس دن تک اس کا عمل قبول نہیں ہوتا۔[1]

کیا اس سے بڑی بھی کوئی آفت ہو سکتی ہے؟

غیبت بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔ قرآنِ مجید میں سختی کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے:

وَلاَ يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (سورۂ حجرات، آیت ۱۲)

"اور تم میں سے کسی کو کسی مسلمان کی غیبت نہیں کرنی چاہیے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔"

واضح ہے کہ انسان اس عمل کو کتنا مکروہ سمجھتا ہے۔ جس طرح تمام بُری عادتیں انسان کے وجود پر بُرا اثر چھوڑتی ہیں اسی طرح غیبت کا بھی غلط اثر ہوتا ہے۔ غیبت روح کے انحطاط و پستی اور حق سے دوری کا سبب ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ (روح کا انحطاط) خطرہ بجائے خود

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج ۷، ص ۳۲۲؛ بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۲۵۸؛ جامع الاخبار، ص ۱۴۲؛ عن النبیؐ انّه قال من اغتاب مسلماً او مسلمة لم يقبل الله تعالىٰ صلاته والاصيامه أربعين يوماً و ليلةً إلاّ ان يغفوله صاحبه۔

Presented by Ziaraat.Com

بہت بڑا خطرہ ہے۔ البتہ معاشرہ میں دوسرے خطرات بھی ہیں کیوں کہ اگر معاشرہ کے افراد ایک دوسرے کی غیبت و بدگوئی کرنے لگیں اور ایک دوسرے کی آبرو سے کھیلنے لگیں گے تو اس کے نتیجہ میں ان کے درمیان دشمنی ہو جائے گی محبت ختم ہو جائے گی۔ جب ان کے اندر محبت و ہمدردی ناپید ہو جائے گی اور اس صورت میں ان کا اتحاد برباد ہو جائے گا اور جس قوم و معاشرہ میں اتحاد ختم ہو جاتا ہے اسے دوسری قومیں مغلوب کر لیتی ہیں۔

بنابرایں غیبت ان عظیم خطرات میں سے ایک ہے جو معاشرہ کے لیے چیلنج بنے ہوئے ہیں۔

روایات میں غیبت کی سختی کے ساتھ ممانعت ہوئی ہے۔

......❁......

Presented by Ziaraat.Com

# سولھویں تقریر

## نعمت پر شکر، معصیت پر صبر

آیات و روایات میں یوم کے معنی ایک زمانہ ہے

دنیا کا اقبال و ادبار

خیر و شر سب خدا کی طرف سے ہیں!

بعض شر امتحان ہوتے ہیں

افراد کے حالات سے زمانہ بدلتا ہے

شکر اور اس کی شرائط

صبر، بُردباری اور شجاعت

Presented by Ziaraat.Com

قال أمیرالمومنینؑ:

الدھر یومانِ یومٌ لَکَ و یومٌ علیکَ، فإذا کانَ لَکَ فَلا تَبطَر، و اذا کانَ عَلَیکَ فاصبِر[1]

"زمانہ کے دو دن ہیں، ایک دن تمھارے فائدے میں ہے اور ایک تمھارے نقصان میں ہے پھر جو دن تمھارے فائدہ میں ہے اس میں مغرور اور خوش نہ ہو اور جو تمھارے ضرر میں ہے اس میں صبر کرو۔"

## یوم یعنی چہ؟

اس کے کیا معنی ہیں ہ زمانہ کے دو دن ہیں؟ کیا دو دن سے وہی بارہ گھنٹہ کا دن مراد ہے؟ یا زمانہ کی دو مدتیں مراد ہیں کہ جن کی حد معین نہیں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے معنی صحیح ہیں اور یوم سے زمانہ کی مدت مراد ہے۔ اس کا ثبوت کلامِ عرب میں بھی ملتا ہے اور آیات و روایات میں بھی ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (سورۂ حدید، آیت ۴)

یہاں ایام سے مراد مدتیں ہیں۔ اگرچہ ظاہراً آیت سے ایسا لگتا ہے ستہ ایام سے مراد چھ روز ہیں۔ اس صورت میں کوئی بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ زمین و آسمان طولانی مدت میں بنے ہیں، چھ دن میں نہیں بن سکتے۔

اس کا جواب یہی ہے کہ یہاں یوم سے مراد بارہ گھنٹہ کا دن نہیں ہے بلکہ زمانہ کی مدت مراد ہے کہ جس کی حد معین نہیں ہے۔

---

(۱) نہج البلاغۃ، حکمت: ۳۹۶، قال امیرالمومنینؑ: المنیّة و لا الدنیّة! و التقلّل ولا التوسّل و مَن لَم یُعطَ قاعداً لم یوعطَ قائماً و الدھرُ یومانِ: یومٌ لَکَ، و یومٌ علیك، فاذا کانَ لَکَ فلا تَبطَر، و اذا کانَ عَلَیكَ فاصبِر۔

Presented by Ziaraat.Com

یوم کے بھی معنی قرآنِ مجید میں بیان ہوئے ہیں ارشاد ہے:

وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (سورۂ حج آیت ۴۷)

"پروردگار کے نزدیک ایک دن تمھارے ہزار سال کے برابر ہے۔"

دوسری جگہ فرماتا ہے:

فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (سورۂ معارج آیت ۴)

"اس روز کہ جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے (اس سے مراد روزِ قیامت ہے)۔"

پس یوم سے مراد زمانہ کی ایک غیر محدود مدت مراد ہے بنا برایں یوم کی اس اصطلاح کے لحاظ سے روایت کے یہ معنی ہوں گے: اس زمانہ کی دو مدت ہیں انسان کے لیے ایک دن اقبال کا ہے اور ایک دن ادبار کا ہے جس میں مصیبت فقر و فاقہ اور بیماری ہے۔

ایک دن مال و ثروت منصب اور حب جاہ...... کا ہے کہ اس میں یہ چیزیں انسان کے پاس آتی ہیں یہ اس کے اقبال کا دن ہے ایک دن یہ چیز اس سے واپس لے لی جاتی ہیں یہ اس کے ادبار کا دن ہے۔ جب یہ دن آتا ہے تو آسانی سے آجاتا ہے محسوس بھی نہیں ہوتا جب پلٹتا ہے تو پھر اس کو کسی بھی ذریعے سے نہیں روکا جا سکتا:

چو آمد بہ موئی توانی کشید
چو بر گشت زنجیر ھا بگسلد

"جو وہ مائل ہوتا ہے تو اسے بال کے ذریعے کھینچ سکتے ہو اور جب واپس
پلٹتا ہے تو زنجیروں کو توڑ دیتا ہے۔"

اقبال کے زمانہ کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام اس طرح فرماتے ہیں:

اِذا اَقبَلَتِ الدّنیا علیٰ اَحَدٍ اَعَارَتهُ مَحَاسِنَ غَیرِهِ و اذا اَدبَرت عنه سَلَبتهُ مَحَاسِنَ نفسه

"جب دنیا کسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی اس کو عاریت دے دیتی ہے لیکن جب انسان کے ادبار کا دن آتا ہے اور دنیا اس سے منہ

Presented by Ziaraat.Com

پھیرتی ہے تو اس سے اس کی صفات بھی چھین لیتی ہے" (نہج البلاغہ کلمہ حکمت:۹)۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے: جب برامکہ کے اقبال کا زمانہ تھا اور ان کی ظاہری عظمت و حشمت تھی (نہ کہ معنوی) اور ہارون رشید کے دربار میں مقرب تھے اور ابھی ہارون رشید کے ہاتھوں وہ تباہ و برباد نہیں ہوئے تھے۔ ہارون رشید نے جعفر بن یحییٰ برمکی کے بارے میں کہا: ساری خوبیاں جعفر میں جمع ہوگئی ہیں۔ اس میں عبداللہ بن جعفر کی سخاوت بھی ہے۔ وہ عامر بن طفیل کی شجاعت بھی رکھتا ہے۔ انف بن قیس کا علم بھی اس کے پاس ہے اور سحبان بن وائل کی فصاحت و بلاغت بھی۔ مختصر یہ کہ دوسروں کی نیک صفات کو وہ جعفر بن یحییٰ کے لیے ثابت کرتا تھا لیکن جب ان کے ادبار کا زمانہ آیا تو خود ہارون رشید ہی نے انھیں تباہ و برباد کر دیا اور سنگ دلی سے تہس نہس کر دیا۔ اگر وہ کوئی نیک صفت رکھتے بھی تھے تو اس کو بھی ختم کر دیا اور ذہنوں سے ان کی اچھی صفات بھی محو ہو گئیں (مروج الذہب، ج ۳، ص ۳۸۴ تا ص ۳۸۹)۔

لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا: میں نے ہارون رشید کے داخل و خارج والے رجسٹر میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ہارون رشید نے جعفر بن یحییٰ کو جو خوش بو کی ڈبیہ عطا کی تھی اس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی اور جس تیل کی آگ میں ہارون رشید نے جعفر کو جلایا تھا اس کی قیمت صرف سات دینار تھی (زینت المجالس، ص ۱۶۴)۔

فاعتبروا یا اُولی الالبابِ (نہج البلاغہ، مکتوب:۳۱)

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واعلم اَنَّ مالِکَ المَوتِ هُوَ مالِکُ الحیاۃ، و اَنَّ الخالِقَ هو المُمیتُ، و اَنَّ المُبدِیءَ هو المُعیدُ، و انَّ المبتلی هو المعافی، و اَنَّ الدّنیا لم تکن لتستقرّ اِلاّ علیٰ ما جعلها اللّٰه علیه مِنَ النعماءِ، و الجزاءُ فی المعاد

"دیکھو! فرزند جو موت کا مالک ہے وہی زندگی کا بھی مالک ہے۔ جو پیدا کرنے والا ہے وہی موت دینے والا ہے اور جس نے وجود بخشا ہے وہی

Presented by Ziaraat.Com

اسے واپس لوٹانے والا ہے اور جو جتلا کرتا ہے وہی معاف کرتا ہے اور دنیا باقی نہیں رہتی مگر اسی ڈگر پر کہ جو خدا نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے اور جزا قیامت میں ملے گی" (نہج البلاغہ' مکتوب:۳۱)۔

یعنی تمام نعمتوں اور خوبیوں کا سلسلہ خدا پر منتہی ہوتا ہے بلکہ انسان کی نظر میں جو بھی خوب و بد ہے۔ وہ خدا کی قدرت کے تحت ہے۔ اس کی قدرت و اشارہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا' جس طرح اس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے اسی طرح ہر حادثہ اس کی قدرت سے رونما ہوتا ہے خواہ وہ ہماری نظر میں خیر ہو یا شر۔

زمانۂ جاہلیت میں ایران والے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خداداد ہیں۔ اس عالم کے بنانے والے دو ہیں: ایک یزدان اور دوسرے اہرمن (شیطان) ہے۔ یزدان خیر و خوبی کا خالق ہے وہ کہتے تھے: ساری خوبیوں مثلاً مال و دولت' ثروت' حیات' نعمت' مروّت کو یزدان نے پیدا کیا ہے اور ساری بُرائیوں اور بدبختیوں کو اہرمن نے پیدا کیا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بدی' تاریکی' سانپ' بچھو' غم والم کو اہرمن نے وجود دیا ہے۔ وہ دو خداؤں کے قائل تھے۔ کہتے تھے ایک خدا نور اور تمام خوبیوں کا خالق ہے اور دوسرا خدا بدیوں اور تاریکیوں کا خالق ہے۔

آیات و روایات اور حضرت علی علیہ السلام کے قول کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کی مشیت اور اس کے ارادہ کے تحت ہو رہا ہے۔ خواہ ہماری نظر میں شر ہی ہو (حالاں کہ وہ شر نہیں ہے بلکہ وہ امتحان کے لیے ہے) خواہ ہماری نظر میں خیر ہو۔

اسی بنیاد پر آپؑ نے فرمایا ہے: انسان کے دو دن ہیں' ایک دن اس کے اقبال کا ہے اور دوسرا دن اس کے ادبار کا ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ انسان کے اقبال کا زمانہ اس کے ادبار کے زمانہ سے زیادہ طولانی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کم ہو۔ ان دو زمانوں میں انسان کے حالات میں تبدیلی آتی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

العبدُ بین ثلاثةٍ' بلاء و قضاءٍ و نعمةٍ' فعلیه فی البلاءِ من

Presented by Ziaraat.Com

اللّٰه الصّبرُ فریضةٌ، و علیه فی القضاء من اللّٰه التسلیمُ فریضةٌ، و علیه فی النعمة من اللّٰه عزّ و جلّ الشکرُ فریضةٌ[1]

"انسان تین چیزوں کے درمیان ہے بلا و قضا اور نعمت خدا کی طرف سے بلا کے زمانہ میں اس کے اوپر لازم ہے کہ وہ صبر کرے اور حتمی قضا اور خدا کا فیصلہ ہے۔ اس پر راضی برضا رہے اور نعمت کے زمانہ میں ضروری ہے کہ خدا کا شکر ادا کرے۔"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

فی تقلّب الأحوال عِلمُ جَواهِرِ الرجالِ

"انسان کے لیے گوناگوں قسم کے جو حالات پیدا ہوتے ہیں (مثلاً کبھی بیماری ہے، کبھی صحت و تندرستی ہے، کبھی خوش ہے، کبھی رنجیدہ ہے تو ان حالات میں) انسان کی حقیقت کا جوہر کھلتا ہے۔"

ان حالات میں انسان کے کچھ فرائض ہیں اگر ان پر عمل کرتا ہے تو اس کی خوبی معلوم ہوتی ہے اور اگر ان پر عمل نہیں کرتا ہے تو اس کی بدی معلوم ہوتی ہے اور وہ فرائض، نعمت کے زمانہ میں شکر ادا کرتا ہے اور یہ شکر ادا نہیں ہوگا مگر یہ کہ:

اولاً: انسان خدائے متعال کی اچھی طرح معرفت رکھتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ نعمت اسی کی طرف سے ہے۔

ثانیاً: ہر نعمت اس کے موقعہ محل پر صرف کرے مثلاً زبان ایک نعمت ہے لہٰذا اسے تلاوت قرآن، دعا خوانی میں صرف کرے، اس کے ذریعے نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکے، نہ کہ اس کو معصیت و گناہ میں استعمال کرے، اس سے سچ بولے، جھوٹ نہیں، لوگوں کی اچھائی بیان کرے، ان کی بُرائی نہ کرے۔

بس نعمت کا شکر، یہ ہے کہ اسے حکم کے مطابق استعمال کرے اور جن چیزوں سے خدا نے

---

(۱) خصال، باب ۳، متن ۲۳۰، محاسن ۶۷، بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۴۳ و ۸۵ و ۱۴۲، ج ۸۲، ص ۱۲۹۔

منع کیا ہے زبان کے ذریعے انھیں انجام نہ دے۔ اسی طرح کان ہے' اس کا فریضہ ہے کہ کان کے وسیلہ سے انھیں چیزوں کو سنے جن کے سننے کا خدا نے حکم دیا ہے اور جن سے خدا نے منع کیا ہے انھیں نہ سنے۔ خدا نے انسان کو ہاتھ عطا کیے ہیں تا کہ وہ لوگوں کی دستگیری کرے' ان سے نیک کام کرے' ان سے کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ اسی طرح پیروں سے علم و عبادت کی مجلس میں جائے معصیت کی مجلس میں نہ جائے۔

بنا برایں ہر نعمت کو اس کے موقعہ ومحل پر صرف کرنا چاہیے جب کہ خدائی نعمتیں بے شمار ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا (سورۂ ابراہیم، آیت ۳۴ و نحل، آیت ۱۸)

''اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ہرگز شمار نہ کرسکو گے۔''

اگر انسان خدا کی نعمتوں کو ان کے موقعہ ومحل پر صرف کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے علم دین کی ضرورت ہے۔

انسان کے لیے لازمی ہے کہ رنج وغم کے موقعہ پر صبر سے کام لے۔ غیظ وغضب کے وقت صبر کرنے کا نام حلم و بُردباری ہے اور جہاد کے وقت صبر کرنے کے معنی ثابت قدمی و شجاعت ہے اور معصیت کے وقت صبر کرنے کے معنی تقویٰ و پرہیزگاری ہے:

کلید در گنج مقصود صبر است
در بستہ را آن کہ بگشود صبر است

''مقصد یہ ہے کہ خزانہ کی کنجی صبر ہے اس کے بند دروازہ کو صبر ہی سے کھولا جاسکتا ہے۔''

خدا کی قضا اور اس کے فیصلہ کے سامنے چارہ نہیں ہے' اس کے سامنے سر جھکا دینا چاہیے:

اگر محول حال جہانیان نہ قضا است
چرا مجاری احوال بر خلاف رضا است
بلی قضا ست بہ ہر چیز عنان کش خلق

Presented by Ziaraat.Com

بدان دلیل کہ تدبیر ھا جملہ خطاست
ھزار نقش بر آرد زمانہ و نبود
یکی چنان کہ در آینہ ی تصور ماست
بہ دست ما چو از این حل عقد چیزی نیست
بہ عیش ناخوش و خوش گر رضا دھیم رو است
کہ زیر گنبد خضرا چنان توان بودن
کہ اقتضای قضاھای گنبد خضر است

"اگر دنیا والوں کے حالات کو قضا نہیں بدلتی ہے تو حالات ان کی مرضی کے خلاف کیوں ہوتے ہیں؟ ہر چیز کی مہار قضا کے ہاتھ میں ہے اس لیے تدبیریں فضول ہیں۔ اس عقدہ کے لیے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لیے خوش و ناخوش زندگی پر راضی ہو جانا ہی بہتر ہے۔ اس گنبد خضرا (آسمان) کے نیچے اسی طرح رہا جا سکتا ہے' کیوں کہ اس کے فیصلوں کا یہی تقاضا ہے" (دوان انوری' قصیدہ در مدح ابوالفتح طاھر)۔

Presented by Ziaraat.Com

# سترھویں تقریر

## خاکساری، عفو اور بخشش

طاقت اور عہدہ کے ہوتے ہوئے خاکساری سے کام لینا

تکبر کی پستی اور اس کے نتائج

طاقت کے باوجود بخش دینا

مالک اشتر رضی اللہ عنہ اور ان کا عفو و درگزر

احسان کے بغیر عطاو بخشش

ایثار بے احسان بخشش کا بلند ترین مرتبہ

Presented by Ziaraat.Com

قال رسولُ اللّٰہ:

إفضَلُ الأعمالِ ثلاثةٌ: التواضُعُ عِندَ الدولة، و العفوُ عِندَ القُدرَةِ، و العَطِیّةُ بغیر المِنّة (اثناعشریہ باب ثلاثیات ۸۹)

بہترین اعمال تین ہیں:

① التواضُعُ عندَ الدولة

"اس وقت لوگوں کے ساتھ خاکساری سے پیش آنا جب منصب پر فائز ہو۔"

تواضع ز گردن فرازان نکوست

گدا گر تواضع کند خوی اوست

"اگر بڑے مرتبہ والے خاکساری و انکساری برتیں تو بہت اچھی بات اور اگر مانگنا فقیر انکساری کرے تو یہ بھی ٹھیک ہے" (کلیات سعدی بوستان ۲۱۲)۔

تواضع و انکساری بہترین صفت ہے۔ خدا نے قرآنِ مجید میں اس کی تعریف کی ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورۂ فرقان آیت ۶۳)

"اور خدا کے بندے تو وہی لوگ ہیں جو روئے زمین پر انکساری کے ساتھ چلتے ہیں اور اگر جاہل و نادان ان سے چھیڑ خانی کرتے ہیں تو وہ انھیں سلام کر کے نکل جاتے ہیں۔"

سلام کے معنی یہ ہیں کہ یہ رحمٰن کے بندے ان سے اُلجھتے نہیں ہیں بلکہ خاموشی اور سلامتی سے گزر جاتے ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ انھیں سلام کرتے ہیں اور سلام کے تیسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں سلاماً سلاماً وداع کے معنی میں ہو یعنی خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں اور کسی چیز کی پروا نہیں کرتے۔

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ اور آئمہؑ کی انکساری کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں بہت سے واقعات تحریر ہیں۔

مخلوق میں سب سے افضل و اشرف ہی اس صفت سے متصف نہیں تھے بلکہ ان کے اصحاب اور شاگرد بھی نہایت ہی منکسر المزاج تھے۔

انکساری کی ضد تکبر ہے اور جو شخص خدا کے لیے انکساری سے کام لیتا ہے، خدا اسے بلند ترین درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور جو شخص تکبر سے کام لیتا ہے خدا اسے پست کر دیتا ہے اس کا مرتبہ گھٹا دیتا ہے:

**قال ابو عبداللّٰہ من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ و من تکبر وضعہ اللّٰہ** (بحار الانوار، ج ۱۰۲، ص ۱۰۹ بحوالہ کامل الزیارات)۔

اس جملہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ساری صفات کو خدا کے لیے ہونا چاہیے، جس طرح اس شخص کو بلند مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے جو اس کے لیے انکساری کرتا ہے اسی طرح وہ اس شخص کو پست کر دیتا ہے جو تکبر و غرور کرتا ہے، ایک روایت میں وارد ہوا ہے:

"جو لوگ دنیا میں تکبر کرتے ہیں اور لوگوں سے بڑا بنتے ہیں وہ عرصہ قیامت میں چیونٹی کی صورت میں پہنچیں گے اور لوگ انھیں پامال کریں گے۔"[1]

قرآن مجید میں جہاں حضرت لقمان کی اپنے بیٹوں کو نصیحت نقل ہوئی ہے وہاں یہ بھی ہے:

**وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ** (سورۂ لقمان، آیت ۱۸)

"بیٹے تکبر کی بنا پر لوگوں سے منہ موڑ کر نہ چلو اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو کہ خداوند عالم تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔"

(۲) **و العَفوُ عِندَ القُدرَةِ**

"طاقت کے باوجود معاف کر دینا۔"

---

(۱) کافی، ج ۲، ص ۳۱۱، سَمِعتُ اَبا عبداللّٰہ یقول: اِنَّ المتکبّرینَ یُجعلونَ فی صُوَرِ الذّرّ، یتوطّاهم الناس حتّٰی یَفرُغَ اللّٰهُ مِنَ الحِساب۔

Presented by Ziaraat.Com

یعنی جو شخص طاقت و قدرت رکھتا ہے وہ اپنی اہانت کرنے والے کو بخش دے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ ایسا آدمی اپنی توہین کرنے والے کو معاف کر دے۔ جس شخص میں طاقت و قدرت نہیں اگر وہ معاف کر دے تو یہ اہم بات نہیں ہے۔ طاقت والے کا معاف کر دینا اہم ہے۔

آئمہؑ کے اصحاب کے حلم و صبر اور عفو و درگزر کے واقعات تاریخ میں نقل ہوئے ہیں چہ جائیکہ رسولؐ اور آئمہؑ کا حلم و صبر وغیرہ۔

مالک اشتر حضرت علی علیہ السلام کے بزرگ ترین صحابہ میں سے تھے' آپؑ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

كَانَ مالكٌ لي كما كُنت لرسولِ الله[1]

"مالک میرے لیے ایسے ہی تھے جیسے میں رسولؐ کے لیے تھا۔"

بڑے بہادر اور نہایت ہی شجاع تھے۔ اسی لیے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے انھیں جنگ صفین میں اپنی فوج کا سردار مقرر کیا تھا اگرچہ وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور سادہ لباس پہنتے تھے۔ ان کے حالات کے ذیل میں تحریر ہے: ایک روز مالک اشتر رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے' ایک شخص نے ازراہ تمسخر سبزی سے نکالا ہوا کباڑ آپؓ کے دوش پر ڈال دیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہی مالک اشتر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ نہ کہا اور گردن جھکا کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

جو لوگ وہاں موجود تھے اُنھوں نے اس مسخرے سے کہا: تمھیں معلوم ہے تم نے کیا کیا ہے؟ تم کس جرم کے مرتکب ہوئے ہو؟ جس شخص کے دوش پر تم نے کباڑ ڈالا ہے جانتے ہو وہ کون ہے؟ وہ حضرت علی علیہ السلام کی فوج کے سردار مالک اشتر رضی اللہ عنہ تھے! ان کی شان میں تم نے گستاخی کی ہے!!

یہ سن کر وہ شخص کانپنے لگا اور مالک رضی اللہ عنہ کی تلاش میں چلا۔ دیکھا مالک رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں' یہ شخص وہیں کھڑا رہا یہاں تک کہ مالک رضی اللہ عنہ نے نماز قائم کی۔ اس شخص

(۱) بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۱۷۶؛ رجال علامہ حلی ۱۶۹؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۱۴، ج ۱۵، ص ۹۸۔

Presented by Ziaraat.Com

نے خود کو مالک رضی اللہ عنہ کے قدموں پر گرا دیا' گڑگڑاتے ہوئے معذرت طلب کی اور کہا: میں آپؑ کو نہیں پہچانتا تھا' مجھے معاف کر دیجیے۔

مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں نے مسجد میں آ کر اسی لیے دو رکعت نماز پڑھی ہے اور خدا سے یہ دعا کی ہے کہ پروردگار اس شخص نے میری اہانت کی ہے تو اسے بخش دے میں نے اسے معاف کر دیا (بحارالانوار، ج ۴۲، ص ۱۵۷' مجموعہ ورام ج ۱، ص ۲)۔

اگر ہم صحیح طریقہ سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ صفت قوی القلب ہونے کی دلیل ہے۔ اس واقعہ سے مالک رضی اللہ عنہ کی شجاعت' میدان کارزار سے بھی زیادہ ثابت ہوتی ہے۔

رسالت مآبؐ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے:

أَشْجَعُ النَّاسِ مَن غَلَبَ هَوَاهُ[1]

"شجاع ترین آدمی وہ ہے جس نے اپنی خواہش نفس پر غلبہ پا لیا ہے۔"

③ و العطيّةُ بغيرِ المِنّة

"اور بغیر احسان کے عطا کرنا۔"

آیت شریفہ میں ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى

(سورۂ بقرۂ آیت ۲۶۴)

"اے ایمان والو! احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔"

احسان کے بغیر بخشش کرنے کا بلند ترین درجہ و مرتبہ یہ ہے کہ انسان خود کو بھول جائے اور دوسروں پر احسان کرے' عطا کرے۔ البتہ یہ ایثار کی صفت رسولؐ اور آلِ رسولؐ کی صفات میں سے ہے۔ ان کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورۂ حشرٗ آیت ۹)

"وہ دوسروں کو اپنے اوپر مقدم کرتے ہیں خواہ انھیں خود ضرورت ہو۔"

---

(۱) بحارالانوار' ج ۷۰، ص ۷۶' بحوالہ معانی الاخبار و امالی صدوق۔

Presented by Ziaraat.Com

......✷......

# اٹھارھویں تقریر

## بلاغت کے چشمے

حضرت علی علیہ السلام کا کلام خالق کے کلام سے نیچے اور مخلوق کے کلام سے بلند ہے

خدا کی عبادت و بندگی بہت بڑا افتخار ہے

خدائی ربوبیت عظیم ترین افتخار

ہر شخص کی قدر و قیمت اس کے صالح اعمال سے ہے

......✷......

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علی علیہ السلام کا کلام مخلوقات کے کلام سے بلند اور خالق کے کلام سے نیچے ہے:

کلامُ علیٍّ کلامٌ علیٌّ

وما قالَهُ المرتضیٰ مُرتضیٰ

"حضرت کا کلام بالا ہے اور جو حضرت مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ منتخب ہے۔"

یہ مقولہ کہ حضرت علی علیہ السلام کلام مخلوقات کے کلام سے بلند ہے، رسولؐ کے کلام کے منافی نہیں ہے کیوں کہ علی علیہ السلام کا کلام رسولؐ ہی کا کلام ہے۔ آنحضرتؐ نے خدا کے اذن سے امیرالمومنین علیہ السلام کو تعلیم دی۔ خود حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

علّمنی رسولُ اللهِ ألفَ بابٍ مِنَ العلمِ و تَشعَّبَ لی مِن کُلِّ بابٍ ألفَ بابٍ[1]

"رسولؐ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم کیے ہیں اور ہر باب سے میرے لیے ہزار باب کھلے ہیں۔"

نیز فرمایا:

أنا مَدینةُ العِلمِ و علیٌّ بابُها فَمَن أرادَ المدینةَ فلیأتِها مِن بابِها[1]

"میں شہر علم ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں۔ جو شہر آنا چاہتا ہے اسے اس کے دروازے سے آنا چاہیے۔"

حضرت علی علیہ السلام کے حکیمانہ کلمات کو جو کہ مذکورہ مضامین کی نشان دہی کرتے ہیں اور جن کو مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے، ان میں سے درج ذیل روایت بھی ہے:

عن عامر الشعبی قال: تکلّم أمیرالمومنینؑ بتسعِ کلماتٍ ارتجلهُنَّ ارتجالاً فقأنَ عُیونَ البلاغةِ و أیتَمنَ جواهِرَ الحِکمَةِ

(۱) کنز العمال، ج ۱، ص ۲۲۶؛ اختصاص، ص ۲۸۳؛ مناقب، ج ۲، ص ۳۶؛ دلائل الامامۃ، ص ۱۰۵؛ اعلام الوریٰ، ص ۱۳۶۔

Presented by Ziaraat.Com

و قطعن جميعَ الأثامِر عن اللّحاقِ بواحدةٍ منهنّ، ثلاثٌ منها في المناجاة و ثلاثٌ منها في الحكمة و ثلاثٌ منها في الأدب. فأمّا اللاتي في المناجاة، فقال: إلٰهي كفىٰ بي عزّاً أن أكون لَكَ عبداً و كفىٰ بي فخراً أن تكونَ لي ربّاً أنتَ كما أُحِبُّ فاجعلني كما تُحِبُّ و أمّا اللاتي في الحِكمَة، فقالَ: قيمةُ كُلِّ امرءٍ ما يُحسِنُهُ، مَا هَلَكَ إمرءٌ عَرِفَ قدرَهُ و المرءُ مَخبوءٌ تَحتَ لِسانِهِ.

واللاتي في الأدب، فقال: امنُن علىٰ مَن شِئتَ تَكُن أميرَهُ و احتَج إلىٰ مَن شِئتَ تَكُن اسِيرَهُ و استَغنِ عمَّن شِئتَ تَكُن نَظِيرَهُ (بحار الانوار ج ۷۷، ص ۴۰۰)

"عامر شعبی کہتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے نو(۹) کلمے بیان فرمائے ہیں انھیں نو(۹) کلموں سے بلاغت کے چشمے جاری ہوئے ہیں۔ یہ کلمے فصحاء و بلغاء کے کلام کے درمیان دُرِ بے بہا معلوم ہوتے ہیں (یعنی بے مثل ہیروں کی طرح نظر آتے ہیں) ان کا مثل لانے سے ساری دنیا عاجز ہے:
(۱) ان میں سے تین کلمے مناجات ہیں۔ (۲) تین کلمے ادب میں ہیں۔
(۳) اور تین کلمے حکمت میں ہیں۔"

(۱) جو تین کلمے مناجات ہیں وہ یہ ہیں:

الف- إلٰهي كفىٰ بي عزّاً أن أكون لكَ عبداً

"اے اللہ میرے لیے اتنی ہی عزت کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔"

اس سے بڑا کوئی رتبہ نہیں ہے کہ انسان حقیقت میں خدا کا بندہ ہو جائے اور یہی وجہ ہے کہ جب ہم تشہد میں حضرت محمدؐ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں تو یہ کہتے ہیں:

أشهَدُ أنّ محمّداً عَبدُهُ و رَسُولُهُ

Presented by Ziaraat.Com

"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے حقیقی بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔"

اسی طرح جب خداوند عالم اپنے رسولؐ کو معراج پر لے جانے کا قصہ بیان کرتا ہے تو آپؐ کو عبد کے لفظ سے یاد کرتا ہے، فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (سورۂ اسرائیل، آیت ۱)

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے حقیقی بندہ کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی۔"

اور جب قرآن میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے تو فرماتا ہے:

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (سورۂ ص، آیت ۳۰ و ۴۴)

"ایوبؑ بہترین بندے تھے، خدا ہی سے لو لگائے رہتے تھے۔"

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا (سورۂ قمر، آیت ۹)

"انھوں نے ہمارے بندے کی مخالفت کی اور انھیں جھٹلایا۔"

ب۔ و کفیٰ بی فخراً أن تکونَ لی ربّاً

"اور میرے لیے اتنا ہی فخر کافی ہے کہ تو میرا رب ہے۔"

ج۔ أنتَ کَما أُحِبُّ فاجعلنی کما تُحِبُّ

"معبود تُو تو ایسا ہی ہے جیسا میں چاہتا ہوں پس مجھے ایسا قرار دے جیسا تُو چاہتا ہے۔"

(۲) ادب ان تین کلمات میں ہے:

د۔ امنُن علیٰ مَن شِئتَ تکُن أمیرَہٗ

"احسان کر کے جس کے چاہو امیر بن جاؤ۔"

ہ۔ و احتَجِ اِلیٰ مَن شِئتَ تکُن أسیرَہٗ

Presented by Ziaraat.Com

"حاجت وضرورت بیان کر کے جس کے چاہو اسیر بن جاؤ۔"

و۔ و استغنِ عَمَّن شِئتَ تَکُن نَظِیرَہُ

"جس سے چاہو بے نیاز ہو کر اس جیسے بن جاؤ۔"

ز۔ قِیمَۃُ کُلِّ اِمرءٍ ما یُحسِنُہُ

"ہر شخص کی قدر و قیمت اتنی ہی ہے جتنا اس کا عمل بہتر ہے۔"

یا ہر شخص کی قدر و قیمت اسی چیز کے برابر ہے جس کو اچھا بناتا ہے۔

خلیل بن احمد (ایک ادیب و دانش ور ہے) کہتا ہے: اعلیٰ ترین حکیمانہ کلمہ جو انسان کو علم وکمال کی طرف رغبت دلا سکتا ہے، حضرت علی علیہ السلام کا یہی کلمہ ہے:

قِیمَۃُ کُلِّ اِمرءٍ ما یُحسِنُہُ

جب ہمیں علم کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو گیا تو اس کے حصول کے لیے ہمیں پوری طاقت کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے اور اس کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو برطرف کرنا چاہیے۔

آئمہؑ کے زمانہ سے آج تک علماء فقہاء و مجتہدین میں سے کچھ ایسے علما گزرے ہیں جو شروع میں بہت بلند مرتبہ نہیں رکھتے تھے لیکن وہ تحصیل علم کے لیے مسلسل کوشاں رہے اور فقر و فاقہ جیسی مشکلوں میں مبتلا ہوئے مگر اس کی پروا نہ کی بلکہ تحصیل علم میں منہمک رہے، یہاں تک بلند مرتبہ پہنچ گئے۔

آقا حسین خوانساری رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کو استاد الکل فی الکل عند الکل کہا جاتا تھا[1] اپنے زمانہ میں صف اوّل کے مرجع تھے بلکہ بے نظیر تھے۔ طالب علمی کے ابتدائی زمانہ میں غربت و مفلسی میں مبتلا تھے اور اسی فقر و فاقہ کی زندگی میں اصفہان کے ایک مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے یہاں تک اس مقام پر پہنچے کہ پورے ملک کے مرجع قرار پائے اور علم میں

---

(۱) روضات الجنات، ج۲، ص۳۵۲؛ ضیاالابصار، ج۲، ص۵۔

Presented by Ziaraat.Com

سب پر فوقیت لے گئے۔[1]

بقدرِ الکدِّ تکتسبُ المَعالی
ومَن طَلَبَ العُلی سَهَرَ اللیالی

"رنج و مشقت کے برابر بلندیاں حاصل ہوتی ہیں اور جو بلندیاں حاصل کرنا چاہتا ہے وہ راتوں کو جاگتا ہے۔"

رسولؐ سے ایک حدیث منقول ہے:

اغتنم خَمساً قَبلَ خَمسٍ[2]

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔

① بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت سمجھو

جوانی کے زمانہ کی قدر کرنی چاہیے۔ اس کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے کیوں کہ جوانی میں انسان ہر کام انجام دے سکتا ہے جب کہ بڑھاپے میں طاقت نہ ہونے کی وجہ سے ہر کام انجام نہیں دے سکتا ہے۔

② فقر و مفلسی میں مبتلا ہونے سے پہلے ثروت مندی کو

③ مشکلات میں گھرنے سے پہلے فراغت کو

④ مرض میں مبتلا ہونے سے پہلے صحت و تندرستی کو

⑤ موت آنے سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھو۔

---

(۱) آقا جمال خوانساری علیہ بھی آقا حسین علیہ کے فرزند تھے۔ آقا جمال خوانساریؒ فقیہ، حکیم اور وارستہ انسان تھے۔ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ جوانی کے ابتدائی زمانہ میں تحصیل علم میں کوشاں نہیں تھے ایک مرتبہ ملا محسن فیض کاشانی آقا حسین خوانساریؒ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، لیکن موصوف سے پہلے ان کے بیٹے جمال سے ملاقات ہو گئی۔ مرحوم فیض کاشانی نے ان سے ایک مسئلہ معلوم کیا۔ آقا جمال اس کا جواب نہ دے سکے۔ مرحوم فیض کاشانی نے رغبت دلانے کے لیے کہا: افسوس کہ آقا حسین کے گھر کا دروازہ بند ہو گیا۔ اس بات نے آقا جمال پر بہت اثر کیا اور وہ سنجیدگی سے علم حاصل کرنے لگے۔ ہر وقت تحصیل علم اور مطالعہ میں مشغول رہتے تھے، یہاں تک کہ ان کا شمار محسن ملا فیض کاشانی، ملا محمد تقی مجلسی اور مرحوم محمد باقر مجلسی جیسے عظیم علما میں ہونے لگا۔

(۲) بحار الانوار، ج۸۱، ص۱۷۳: یا اباذر! اغتنم خَمساً قَبلَ خَمسٍ، شَبَابَكَ قَبلَ هَرَمِكَ وصَحَّتِكَ قَبلَ سَقَمِكَ و غِنَاكَ قَبلَ فَقرِكَ و فراغَكَ قَبلَ شُغلِكَ و حياتَكَ قَبلَ مَوتِكَ۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ ساری چیزیں وہ سرمایہ ہے جو خدا نے انسان کو عطا کیا ہے تاکہ ان کی مدد سے وہ علم حاصل کرے اور کمال پر پہنچ جائے۔ پس ان نعمتوں کو غنیمت سمجھنا چاہیے تاکہ اپنی کوشش اور ان سے استفادہ کر کے ہم بلند مراتب پر فائز ہو جائیں۔ حکمت کے بارے میں آپ کا دوسرا کلمہ یہ ہے:

ح- ما هَلَكَ اِمرءٌ عَرِفَ قَدرَهُ

"جو شخص اپنی حیثیت کو پہچانتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔"

ممکن ہے اس جملہ کے یہ معنی ہوں کہ جب انسان اپنی حقیقت اور قدر و قیمت کو سمجھ لیتا ہے اور یہ جان لیتا ہے کہ اس کی بڑی قیمت ہے (کیوں کہ خدا نے انسان کی روح کو عالم ملکوت سے قرار دیا ہے) لہٰذا وہ یہ عزم کرتا ہے کمال و ترقی کی طرف بڑھے گا اور خدا کا تقرب حاصل کرے گا اور بلند ترین مرتبہ پر پہنچے گا:

قالَ النَّبِيّ مَن عَرِفَ نَفسَهُ فَقَد عَرِفَ رَبَّهُ

"جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا" (بحارالانوار ج۲، ص۳۲)۔

قرآن فرماتا ہے:

وَفِيٓ اَنفُسِكُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ (سورۂ ذاریات، آیت ۲۱)

"کیا تم اپنے نفسوں کے بارے میں غور نہیں کرتے؟ کیا تم نہیں دیکھتے؟"

عرفانِ نفس سے متعلق حدیث کے دوسرے معنی یہ ہیں: جب انسان اپنے وجود اور اس روح کے بارے میں غور کرے گا جو اس کے بدن میں ہے تو وہ یہ سمجھ لے گا کہ خدا نے جو کچھ ظاہری و باطنی قوتیں اس کے وجود کے اندر رکھی ہیں سبھی حیرت انگیز نعمتیں ہیں۔ سب ہی اپنے خالق کی قدرت و حکمت کا پتہ دیتی ہیں، مثلاً انسان دیکھتا ہے یا سنتا ہے یا بولتا ہے یہ ساری چیزیں حیرت انگیز ہیں یہی خدا کی حکمت کی عکاسی کرتی ہیں۔

شاعر کہتا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

یا رب این کیست کہ از دیدہ ی من می نگرد
یا کہ باشد کہ سخن می کند اندر دہنم

"پروردگار! یہ کون ہے کہ جو میری آنکھ سے دیکھتا ہے یا میری زبان سے کون بولتا ہے۔"

یہی حال باطنی قوتوں، فکر و خیال و حافظہ و عقل کا ہے خصوصاً ان نعمتوں میں سب سے بلند عقل ہے۔ یہی انسان کو تمام حیوانوں سے ممتاز کرتی ہے۔ عقل کا وجود ملائکہ کی سنخ سے ہے۔ یہ ساری چیزیں حکمت والے خدا کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔

بنابرایں جب انسان روح، بدن، اعضا، قویٰ اور اپنے جوارح کی معرفت حاصل کرے گا تو ان کو پیدا کرنے والے صاحب حکمت اپنے خدا کو بھی پہچان لے گا۔

مذکورہ حدیث کے تیسرے معنی بھی ہیں: جس طرح بدن کا وجود اس کی بقا اور تحرک، روح کے وجود سے وابستہ ہے اور یہ قویٰ روح کے آلات ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں روح نظر نہیں آتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو بھی کچھ ہے یہی ہے اسی طرح اگرچہ خدا آنکھوں سے نظر نہیں آتا ہے لیکن جو کچھ بھی ہے سب اسی کی لایزال قدر و حکمت کے آثار ہیں۔

تیسری حکمت بیان فرماتے ہیں:

ط- اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحتَ لِسَانِهٖ

"انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔"

یعنی جب تک وہ کلام نہیں کرے گا اس وقت تک اس کی اچھائی بُرائی دونوں چھپی رہیں گی:

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

"جب انسان زبان نہیں کھولتا ہے اس وقت تک اس کے عیب و ہنر مخفی رہتے ہیں" (کلیات سعدی گلستان ۱۸)۔

Presented by Ziaraat.Com

زبان در دان ای خرد مند چیست
کلید در گنج صاحب هنر
چو در بستہ باشد چه داند کسی
که گوهر فروش است یا پیلہ ور

"اے عقل مند دہان کے اندر زبان کیا ہے۔ صاحب ہنر کے خزانہ میں کلید وکنجی ہے۔ جب دروازہ بند ہے تو کوئی کیا جانے کہ اس میں جوہر ہے یا پیلہ ور" (کلیات سعدی گلستان ۱۸)۔

......❁......

Presented by Ziaraat.Com

# انیسویں تقریر

## سچائی وصداقت حقیقی سچے

صداقت اور صدق بیانی کا تعلق مکارم اخلاق سے ہے

حضرت علی علیہ السلام کی صدق بیانی کی وجہ سے رسولؐ آپؑ سے محبت کرتے تھے

صداقت مکارم اخلاق کا سرچشمہ ہے

صدق بیانی اور امانت داری بافضیلت لوگوں کی صفات ہیں

غیر حقیقی نماز کا اثر نہیں ہوتا ہے

جھوٹ کی پستی

Presented by Ziaraat.Com

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ توبہ آیت ۱۱۹)

"اے ایمان لانے والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ پسندیدہ میں سے سچ بولنا بھی ہے۔ سچ بولنا تمام اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ حمیدہ کا عنوان ہے۔ یہی انسان کی مروت و مردانگی پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ یہ صفت انسان کی قوتِ نفس سے وجود میں آتی ہے۔ جھوٹ اس کے برخلاف ہے۔ یہ صفت نفس کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے' یہ تھا علمائے اخلاق کا نظریہ:

زنیرو بود مرد را راستی
زستی کژی آید و کاستی

"مرد کی صداقت و سچائی اس کے نفس کے قوی ہونے کے سبب سے ہے جب کہ سستی سے کجروی اور کمی آتی ہے" (شاہنامہ فردوسی' داستان بوذر جمہر' قسمت اوّل)۔

سچائی ایسی صفت ہے کہ جس سے بہت سی نیک و شائستہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سچ بولنا اور راست گوئی ہی وہ صفت ہے کہ جو انسان کو شائستہ صفات اور پسندیدہ کام کرنے پر اُبھارتی ہے۔

خداوند عالم قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ توبہ آیت ۱۱۹)

"اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (سورۂ احزاب آیت ۷۰)

Presented by Ziaraat.Com

"اے ایمان لانے والو خدا سے ڈرو! اور سیدھی سچی بات کہو۔"

بہت سی حدیثوں میں بھی صدق بیانی کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: بے شک خداوند عالم نے جس نبیؐ کو بھی مبعوث کیا ہے اس نے اُمت کو سچ بولنے، امانت ادا کرنے کی دعوت دی ہے۔ خواہ امانت نیک و شریف آدمی کی ہو یا بدکار کی۔

ایک روایت اور ہے: امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمام نسبتوں کے باوجود رسولؐ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے کیوں محبت فرماتے تھے؟ اس نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ ہی فرمایئے۔

آپؑ نے فرمایا: (یعنی ان تمام فضائل و کمالات کی بنا پر جو آپؑ کی ذات میں تھے) دو صفتوں کی بنا پر: ایک راست گوئی اور صدق بیانی، امانت داری [1]

آپؑ ہی سے منقول ہے کہ فرمایا:

اَلصِّدْقُ یَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَ الْبِرُّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ [2]

"صدق و سچائی انسان کو نیکی کرنے پر اُبھارتی ہے اور نیکی انسان کو جنت میں لے جاتی ہے۔"

صدق تمام اچھی صفات کی جامع ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو جنتی بنا دیتی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

مَنْ صَدَقَ لِسَانُهٗ زَکیٰ عَمَلُهٗ، وَمَنْ حَسُنَتْ نِیَّتُهٗ زِیْدَ فِیْ رِزْقِهٖ، وَمَنْ حَسُنَ بِرُّهٗ بِاَهْلِهٖ زِیْدَ فِیْ عُمُرِهٖ

---

(۱) کافی، ج۲، ص۱۰۴، عن ابی الکهمس قال: قُلْتُ لِاَبِیْ عبداللّٰه: عبداللّٰه بن ابی یعفور یقرئك السلام. قال: علیك و علیه السّلام اذا اتیت عبداللّٰه فاقرأه السلام و قل له: اِنّ جعفر بن محمدٍ یقول لك: انظر ما بلغ به علیٌّ عند رسول اللّٰه فالزمه، فاِنّ علیاً انما بلغ ما به عند رسول اللّٰه بصدق الحدیث و اداء الأمانة۔

(۲) جامع الاخبار، ص۱۰۰، مستدرک الوسائل، ج۸، ص۴۵۵، و قال علیٌّ الصدق یهدی الیٰ البرّ و البرّ یدعو الیٰ الجنّة وما یزالُ احد کم یَصدُقُ حتّی لا یبقی فی قلبه موضع ابرة من کَذِب حتّی یکونَ عنداللّٰه صادقاً۔

Presented by Ziaraat.Com

"جس نے صدق بیانی کو اپنا شعار بنا لیا اس کا عمل پاک ہو گیا ہے" (کافی، ج۲، ص۱۰۵)۔

(یعنی صداقت و سچائی عمل کی خوبی اور اس کی صحت میں دخیل ہے) جس شخص کا دل اور نیت صحیح ہوتی ہے خدا اس کی روزی میں اضافہ کر دیتا ہے اور جو اپنے عزیزوں اور مذہب والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے اس کی عمر بڑھ جاتی ہے۔

اس روایت کے رو سے بھی صدق و صداقت تمام صفات حمیدہ کی جامع ہے اور جس وقت انسان کے وجود میں صداقت و راست گوئی کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اپنے خدا کی بارگاہ میں یہ سچ کہتا ہے:

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (سورۂ فاتحہ آیت ۴)

"یہ وہ سچ کہتا ہے حقیقت میں وہ خدا کی عبادت کرتا ہے، اس وقت وہ ہر حال اور ہر جگہ خدا کی پرستش کرتا ہے۔"

وہ کہتا ہے: اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

جب انسان کی نیت سچی اور صحیح ہوتی ہے تو اس میں خلوص بھی ہوتا ہے وہ صرف خدا کے لیے عمل و عبادت کرتا ہے۔ خدا سے سچ بولنے میں اور رسولؐ و آئمہؑ سے سچے خلوص و عقیدت کے لیے حسن نیت ثابت ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ صدق و صداقت کے ساتھ اظہار کرتا ہے۔

نیز امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

لا تنظروا الیٰ طول رکوع الرّجل و سجودہٖ، فانّ ذلک شیءٌ اعتادہٗ، فلو ترکہٗ استوحش لذٰلکَ ولکن انظروا الیٰ صِدقِ حدیثہ و اداءِ امانتہٖ (کافی، ج۲، ص۱۰۵)

"کسی شخص کے طویل رکوع اور طولانی سجدہ کو نہ دیکھو ہو سکتا ہے وہ عادت کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو، اگر اس کام کو انجام نہیں دے گا تو اسے وحشت ہو گی۔ ہاں اس کی صدق بیانی اور امانت داری کو دیکھو۔"

Presented by Ziaraat.Com

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس نماز کی اتنی اہمیت ہے جو مومن کی معراج ہے جس کے وسیلہ سے انسان خدا کا تقرب حاصل کرتا ہے اور نماز دین کا ستون ہے اور دین کے تمام اُمور نماز سے ہی مربوط ہیں' خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (سورۂ عنکبوت آیت ۴۵)

"بے شک نماز فحش و بدکاری اور برائیوں سے روکتی ہے اور نماز ذکر خدا ہے جو ہر چیز سے بلند ہے اور جو تم کرتے ہو خدا اسے اچھی طرح جانتا ہے۔"

وقال أميرالمؤمنينؑ:

الصلاةُ قُربانُ كُلِّ تَقِيٍّ [1]

"نماز ہر پرہیزگار کو خدا سے قریب کر دیتی ہے۔"

عن أبي بصير قال: سمعتُ أبا جعفر يقول:

اوّل ما يُحاسَبُ بِهِ العبدُ الصَّلاة فإن قُبِلَت قُبِلَ ما سواها [2]

ابوبصیر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے ابوجعفرؑ امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے ہیں: روزِ قیامت انسان سے ہر چیز سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا یا ہر عمل سے پہلے انسان سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر نماز قبول ہوگئی تو ہر نیک عمل قبول ہو جائے گا۔

پھر امام محمد باقر علیہ السلام یہ کیوں فرماتے ہیں: کسی کے طولانی رکوع و سجود پر اعتماد نہ کرنا؟

---

(۱) نہج البلاغہ کلمہ حکمت: ۱۳۶ بحارالانوار، ج۱۰، ص۹۹ روایت کا باقی حصہ یہ ہے: و الحج جهادُ كلِّ ضعيف، ولكلِّ شيءٍ زكاةٌ و زكاةُ البدن الصيام، و جهادُ المرأة حُسنُ التَبعُّل۔

(۲) کافی، ج۳، ص۲۶۸ عن ابی بصير قال سمعت ابا جعفر يقول: كلّ سهو في الصَّلاة يُطرَحُ منها غير أنَّ اللّٰه تعالىٰ يُتِمُّ بالنوافل انّ اوّل ما يُحاسَبُ به العبد الصلاة فإن قُبِلَت مَا سِواها إنَّ الصلاةَ اذا ارتفعت في أوّل وقتها رجعت الىٰ صاحبها و هي بيضاء مشرقة تقول: حفظتَني حَفِظَكَ اللّٰه و اذا ارتفعت في غير وقتها بغير حدودها رجعت الىٰ صاحبها وهي سوداء مظلمة تقول ضيّعتَني ضَيَّعكَ اللّٰه۔ وسائل الشيعه ج۳، ص۳۳۔ قال و قال الصادقؑ: اوّل ما يحاسب به العبد الصلاة فإن قُبِلَت قُبِلَ سائر عمله و اذا رُدَّت رُدَّ عليه سائر عمله۔

Presented by Ziaraat.Com

جواب: حدیث میں بیان ہوا ہے کہ یہاں وہ نماز مراد ہے جو نمازی کی عادت بن گئی ہے یعنی ممکن ہے کوئی شخص نماز پڑھے لیکن نماز کی شرائط پوری نہ ہوں' نیت صحیح نہ ہو' حضورِ قلب نہ ہو اور عادت کے مطابق نماز انجام پذیر ہو جائے ورنہ جس نماز میں ہر پہلو اور اس کی شرائط موجود ہیں تو اس میں تمام چیزیں ہیں یہاں تک کہ صداقت اور امانت داری بھی اس نماز میں موجود ہے۔

پس امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ فرمانا: ایسے شخص پر اعتماد نہ کرو۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے اس کی نماز واقعی نماز نہ ہو۔

صدق و سچائی کے مقابلہ میں جھوٹ ہے' جتنا سچ اچھا ہے اتنا ہی جھوٹ بُرا ہے البتہ جھوٹ کے بھی درجات ہیں اگر خدا و رسولؐ پر جھوٹ باندھا جائے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اس سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے:

اِنَّ الکَذِبَ ھُو خَرابُ الایمان

"بے شک جھوٹ ایمان کی خرابی ہے" (کافی' ج۲، ص۳۳۹)۔

امام علی نقی علیہ السلام سے ایک روایت میں منقول ہے: تمام بُرائیوں کو ایک گھر میں بند کر کے اس پر تالا لگا دیا گیا ہے اور اس کی کنجی شراب کو قرار دیا گیا ہے لیکن جھوٹ شراب سے بھی بدتر ہے۔[1]

جھوٹ ایک منفور صفت ہے۔ اگر یہ کسی معاشرہ میں پیدا ہو جاتی ہے تو اس کے افراد کا ایک دوسرے سے اطمینان اُٹھ جاتا ہے اور جب ایک دوسرے سے اطمینان اُٹھ جاتا ہے تو ان کے درمیان سے محبت' دوستی اور اتحاد کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے' ان میں تفرقہ پڑ جاتا ہے لیکن جس معاشرہ کے افراد سچ بولتے ہیں اور جس میں کجی و انحراف نہیں ہوتا ہے اس معاشرہ کے لوگوں میں محبت و دستی اور وحدت و یگانگی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے ایسے معاشرہ کے لوگ ایک طاقت ور قوم بن کر اُبھرتے ہیں اور ایسی قوم پر دشمن کبھی فتح یاب نہیں ہو سکتا۔

---

(۱) کافی، ج۲، ص۳۳۹ عن أبی جعفر قال: اِنَّ اللّٰہ عزّوجّل جعل للشر اقفالًا و جعل مفاتیحہ تلک الاقفال الشراب' والکذِبُ شرٌ من الشرب۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن اس پسندیدہ اخلاق کی قدر و قیمت اسی وقت ہوگی جب یہ اپنے نام نمود کے لیے نہیں بلکہ خدا کے واسطہ ہوگا اور جب یہ خدا کے لیے ہوگا اور خدا پر لوگوں کا محکم طریقہ سے ایمان ہوگا تو اس معاشرہ میں اتحاد و یگانگی پیدا ہوگی اور وہ قوی و طاقت ور ہو جائے گا۔ اس صورت میں دشمن اس پر غلبہ نہیں کر سکتا۔ چناں چہ خداوند عالم فرماتا ہے:

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(سورۂ آل عمران آیت ۱۳۹)

"سستی و تساہلی سے کام نہ لو ڈرو نہیں، تم سب سے بلند و بالا ہو۔"

جس آیت کو ہم نے سرنامہ بحث قرار دیا ہے اس میں خداوند عالم فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۂ توبہ آیت ۱۱۹)

(تفسیر نور الثقلین، ج ۲، ص ۲۸۰، تفسیر صافی، ج ۱، ص ۷۳۹)

"اے ایمان لانے والو! خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

واضح ہے کہ صادقین کی ایک جماعت کا ہونا ضروری ہے کہ خدا نے جس کے ساتھ ہونے کی دعوت دی ہے اور روایات و احادیث سے ثابت ہے کہ صادقین سے مراد حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور آئمہ اطہارؑ ہی ہیں۔ وہی اس آیت کا حقیقی و واقعی مصداق ہیں کیوں کہ وہ معصوم ہیں۔ بعض احادیث میں بیان ہوا ہے:

كُوْنُوْا مَعَ عليٍّ و أصحابه

"علی علیہ السلام اور ان کے اصحابؓ کے ساتھ ہو جاؤ (تفسیر نور الثقلین، ج ۳، ص ۲۸۰، تفسیر صافی، ج ۱، ص ۷۳۹)۔"

خدا نے یہ حکم اس لیے دیا ہے تاکہ ان کی پیروی و متابعت کی جائے، ان کی محبت و ولایت کا عقیدہ رکھا جائے اور انھیں اپنے اُمور میں تصرف کرنے والا سمجھا جائے۔[1]

(۱) تفسیر نور الثقلین، ج ۳، ص ۲۸۰، عن ابی نصر قال سئلت ابا الحسن الرضاً عن قول اللّٰه عزّ و جلّ (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ) قال: الصادقون هم الائمةً و الصديقون لطاعتهم. حاشیہ میں آیا ہے: قال الفيض في الوافي لعلّ المراد انّ الصادقون صنفان صنفٌ منهم الأئمة المعصومونً و الآخر المصدّقون بانّ طاعتهم مفترضة مِنَ اللّٰه تعالىٰ كمالَ التصديق او كل من صدق بالحق غاية التصديق بطاعة ربّه او بطاعته اياهم۔

Presented by Ziaraat.Com

# بیسویں تقریر

## عدل گستری بھی بعثتِ انبیاءؑ کا مقصد ہے

Presented by Ziaraat.Com

قال اللّٰه تبارک و تعالیٰ:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (سورۂ حدید/آیت ۲۵)

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں اور معجزات کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب و میزان نازل کی ہے تاکہ لوگ عدل کے ساتھ قیام کریں۔"

عدل کے ساتھ قیام کرنے کے کیا معنی ہیں؟

کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت میں عدل کے معنی ہیں: قانونِ خدا اور خدا کا قانون دین ہے جیسے عالم کا عادلانہ نظام' ساری خوبیاں بیان کر دی ہیں اور ساری بُرائیاں بھی بیان کر دی ہیں اور یہ حکم دیا ہے: نیکیوں اور خوبیوں پر عمل کرو اور بُرائیوں سے پرہیز کرو' دوسروں کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ' نیک لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرو اور بُرے لوگوں کو ان کی بُرائی کی سزا دو۔

دین' قانونِ خدا ہے۔ اس کے احکام پر عمل کرنا سب کے لیے لازمی ہے' بادشاہوں' سربراہوں اور حکام کو خود بھی عدل کے مطابق عمل کرنا چاہیے اس کے علاوہ ان کا فریضہ یہ بھی ہے کہ دوسروں کے ساتھ نیکی کریں اور بدکار و بُرے لوگوں کو ان کی کرتوت کی سزا دیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

العَدلُ حَسَنٌ وهو مِنَ الأمَراءِ أحسَنُ...... و الوَرَعُ حَسَنٌ وهُو مِنَ العُلَماءِ أحسَنُ[1]

(۱) ارشاد القلوب' ج۱، ص۱۹۳' و قال ستة اشیاء حسن و لکن من ستة احسن' العدل حسن و هو من الامراء احسن و الصّبر حسن و هو من الفقراء احسن و الورع حسن و هو من العلماء احسن و السخاء حسن و هو من الاغنیاء احسن و التوبة حسنة و هی من الشاب احسن و الحیاء حسن

Presented by Ziaraat.Com

''عدل بہت بڑی خوبی ہے جس سے ہر شخص کو متصف ہونا چاہیے' ہر ایک عادل بننا چاہیے۔ لیکن حکام اور فرماں روا لوگوں کے لیے عدالت زیادہ زیب دیتی ہے۔ یہ زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری بہت اچھی بات ہے لیکن علما کو زیادہ زیب دیتی ہے۔''

---

(پچھلے صفحہ کا باقی) و هو من النساء احسن و امیر لا عدل له کغیم لا غیث له و فقیر لا صبر له کمصباح لا ضوء له و عالم لا ورع له کشجرة لا ثمرة لها و غنّی لا سخاء له کمکان لا نبت له و شاب لا توبة له کنهر لا ماء له و امرأة لا حیاء لها کطعام لا ملح له. مجموعة ورام ج ۲ ص ۱۸۸۔ و عنه: الذنب علیٰ الذنب یمیت القلب' الخاسر من غفل عن اصلاح المعاد' الدعاء مع حضور القلب لا یرد' اللبیب من اشتغل بدینه عن کل احد' اختیار الله للعبد ما یسوؤه خیر من اختیاره لنفسه ما یسره' المدیون فی مغفرة الله سبحانه ما دامت همته فی قضاء دینه' الحازم من اصلح یومه و استدرك فوارط امسه' العاجز من عجز عن اصلاح نفسه' الدعاء ینفع مما نزل و ممالم ینزل العاقل کثیر الوجل قلیل الامانی و الامل افتخار المؤمن بربه و عزّه بطاعته و افتخار الجاهل بماله و عزّه بحسبه الجنّة حرام علیٰ عاق والدیه المحبّ لا هل بیتی فی الجنّة المؤثر علیٰ نفسه من اهل اجنة العدل حسن لکنه فی الامراء احسن التوبة حسنة لکنها فی الشباب احسن الحیاء حسن لکنه فی النساء احسن' الورع حسن لکنه فی العلماء احسن' السخاء حسن لکنه فی الاغنیاء احسن' الصّبر حسن لکنه فی الفقراء احسن' عالم ورع اجره کاجر عیسیٰ ابن مریمؑ غنی سخی أجره کاجر الخلیل ابراهیمؑ فقیر صبور أجره کاجر النّبی أیّوبؑ امیر عادل اجره کاجر النّبی سلیمانؑ شاب تائب أجره کاجر یحییٰ بن زکریاؑ امرأة حییّة أجرها کاجر مریم بنت عمرانؑ الضیف ینزل برزقه و یرتحل بذنوب اهل البیت المنفق عمره فی طلب الدّنیا خاسر الصفقة عادم التوفیق العابث لاه و لیس اللهو من الدّین افضل العبادة الانقطاع لعبادة الله و العزلة عن النّاس اضاعة العلم التحدث به مع غیر اهله اضاعة المعروف و ضعه فی غیر موضعه الخاسر من کانت رغبته الیٰ غیر الله الفقر شین عند النّاس زین عندالله الغنی زین عند النّاس شین عندالله القلب یتحمل الحکمة عند خلو البطن القلب یمجّ الحکمة عند امتلاء البطن التقلیل من الطعام بمنزلة سنیة عندالله السّلامة و الراحة فی العزلة عن النّاس السّلامة فی الوحدة و الآفة بین الاثنین الشعر فی الانف امان من الجذام الحبّة السوداء شفاء من کل داء الاّ السام اللّهم من آمن بی و احبنی فأقل ما له و ولده و عجّل له القضاء اللّهم من کذبنی و ابغضنی فأکثر ماله و ولده و أطل له البقاء الویل کل الویل لمن باع نعیماً دائم البقاء بکسرة تفنی و خرقة تبلی المؤمن من اتعب نفسه لنفسه و اراح منه النّاس السعید کل السعیدمن کان له بنفسه شغل شاغل عن غیره المرأة عورة سترها بیتها فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند عالم نے قرآنِ مجید میں حضرت ذوالقرنین کی داستان بیان فرمائی ہے:

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِى الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا (سورۂ کہف ۸۳-۸۴)

"اے رسولؐ! یہ آپؐ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دیجیے میں عنقریب تم کو ان کا ذکر پڑھ کر سناؤں گا۔ ہم نے انھیں روئے زمین پر تسلط و اقتدار کے اسباب فراہم کر دیے تھے۔"

اُنھوں نے مشرق و مغرب کی سیر کی:

حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ (سورۂ کہف، آیت ۸۶)

"یہاں تک کہ وہ سورج غروب ہونے کی منزل تک پہنچ گئے۔"

ایک شہر میں داخل ہوئے اس وقت ان پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی: اے ذوالقرنین! آپ ان لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے؟

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا (سورۂ کہف، آیت ۸۷)

"عرض کیا ان میں سے جو ظالم، ستم گر اور فتنہ پرور ہوں گے ان کو ان کی بدی کی سزا دوں گا اور انھیں عذاب دوں گا اور جب یہ خدا کے سامنے جائیں گے تو وہاں جہنّم میں جگہ ملے گی اور وہاں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔"

وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا (سورۂ کہف، آیت ۸۸)

"لیکن جن لوگوں نے نیک و صالح کام کیے ہیں ان کے ساتھ میں نیک سلوک کروں گا ان کو بہترین جزا دی جائے گی اور جب وہ خدا کی بارگاہ

Presented by Ziaraat.Com

میں حاضر ہوں گے تو وہاں ان کو بہترین جزا ملے گی اور میں بھی انھیں اپنے
امر کے بارے میں آسانی کے لیے کہوں گا۔"
حَتّٰی ٓ اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ (سورۂ کہف آیت ۹۰)
"پھر وہ سورج کے طلوع ہونے کی منزل تک پہنچے۔"

وہاں ایک شہر میں داخل ہوئے' اس شہر کے نادار و مفلس لوگوں کو دیکھا' ان لوگوں نے ذوالقرنین سے شکایت کی: اے ذوالقرنین! اس علاقہ میں وحشی وجنگلی لوگ رہتے ہیں۔ وہ ظلم و تعدی اور فساد کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک رکاوٹ کھڑی کر دیں تا کہ ہم ان کی اذیت وآزار سے محفوظ رہ سکیں اور وہ ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔

ذوالقرنین نے کہا: ٹھیک ہے اُنھوں نے ان کی خواہش کے مطابق رکاوٹ کھڑی کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان لوگوں نے ان سے کہا: ہم آپ کے لیے اسباب و وسائل فراہم کر دیں۔ ذوالقرنین نے کہا: خدا نے مجھے جو قدرت ونعمت عطا کی ہے میں اسی سے استفادہ کروں گا اور اس سلسلہ میں جو کچھ خرچ ہو گا وہ میرے ذمہ ہے۔ ہاں اس سلسلہ میں تم کام میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔ ذوالقرنین نے ان کے درمیان میں رکاوٹ ایجاد کر دی اور تجاوز کرنے والوں کا راستہ بند کر دیا پھر وہ بھی تجاوز نہ کر سکے۔

قرآن میں ذوالقرنین کی داستان اس لیے بیان ہوئی ہے تا کہ یہ قصہ قیامت تک ہونے والے بادشاہوں کے لیے عملی دستور بن جائے۔

پس جن لوگوں کے اختیار میں ادارے ہیں' جو لوگ اداروں کے ذمہ دار ہیں' انھیں عدل سے کام لینا چاہیے' یعنی انھیں نیک منش لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا چاہیے اور غلط کام کرنے والوں کو ان کی غلطیوں کی سزا دینی چاہیے:

Presented by Ziaraat.Com

عدل چہ وضع اندر موضعش
ظلم چہ بود وضع در نا موضعش
عدل چہ بود آب دہ اشجار را
ظلم چہ بود آب دادن خار را

"عدل کیا ہے کسی چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا، ظلم کیا ہے کسی چیز کو اس کی جگہ پر نہ رکھنا درختوں کو پانی دینا عدل ہے، کانٹوں کو سیراب کرنا ظلم ہے۔"

......❀......

Presented by Ziaraat.Com